در کفِ جامِ شریعت، در کفِ سندانِ عشق
ہر ہوسناکے نداند جام و سنداں باختن

بیادگار

حضرت ابوالبرکات سید حسن قادری گیلانی
رحمۃ اللہ علیہ

پندرہ روزہ

پشاور

الحسن

شاہ محمد غوث اکیڈمی یکہ توت، پشاور

شاہ محمد غوث اکیڈمی پشاور کا علمی مجلہ بیادگارِ حضرت ابوالبرکات سید حسن صاحب قادری رحمۃ اللہ علیہ

پندرہ روزہ

رجسٹرڈ نمبر پی ۳۶۹

الحسن پشاور

مدیر اعلیٰ
فقیر محمد امیر شاہ
قادری گیلانی

منتظم اعلیٰ
سید غلام الحسنین
قادری گیلانی

شمارہ نمبر ۶۵ تا ۶۹ — جلد نمبر ۶

بکم جولائی تا یکم ستمبر ۱۹۹۵ء — ۱۸ محرم تا ۳ ربیع الثانی ۱۴۱۶ھ

مدیر اعلیٰ (فقیر) محمد امیر شاہ قادری گیلانی نے رضوان پرنٹرز قصہ خوانی بازار پشاور سے
طبع کروا کے یکہ توت پشاور سے شائع کیا

اشاعت خصوصی

محدث کبیر شاہ محمد غوث رحمت اللہ علیہ

قادری گیلانی پشاوری ثم لاہوری

نمبر

جو پانچ شماروں پر مشتمل ہے

فہرست مضامین

نمبر شمار	عنوان	مصنف	صفحہ
۱	شذرہ	جناب اقبال ریاض صاحب	۳
۲	منقبت	تاج محمد مظہر صدیقی قادری صابری	۵
۳	حضرت محدث کبیر سید شاہ محمد غوث صاحب قادری گیلانی پشاوری ثم لاہوری رحمۃ اللہ علیہ	ڈاکٹر اُم سلمیٰ قادری گیلانی اسسٹنٹ پروفیسر جناح کالج برائے خواتین	۷
۴	بارہویں صدی ہجری میں برصغیر پاک و ہند کی سیاسی و عسکری اور علمی و روحانی تاریخ کا سرسری جائزہ	سید محمد انور شاہ قادری لائبریرین ایجوکیشن کالج مردانہ گلبہار پشاور	۱۳
۵	پنجاب میں سلسلۂ قادریہ کے علمی و روحانی مراکز	پیرزادہ اقبال احمد فاروقی	۴۷
۶	شرح غوثیہ کا فقہی پہلو	حضرت علامہ مفتی خلیل الرحمن صاحب	۴۹
۷	حضرت شیخ المشائخ سید زین العابدین قادری گیلانی برادرِ اکبر حضرت سید شاہ محمد غوث قادری گیلانی	سید علی اکبر شاہ صاحب گیلانی	۶۱
۸	زبدۃ العارفین حضرت سید شاہ میر قادری گیلانی بن محدث کبیر حضرت شاہ محمد غوث قادری گیلانی	حضرت سید سلیم گیلانی سجادہ نشین آستانہ عالیہ مظفر آباد	۶۹
۹	حضرت شیخ العلماء والفضلا سید میر عابد شاہ قادری گیلانی لاہوری ثم خانیاری (کشمیر) بن محدث کبیر حضرت شاہ محمد غوث قادری گیلانی پشاوری ثم لاہوری رحمہما اللہ	سید فرمان شاہ قادری ایم اے	۹۳

شذرہ

حضرت شیخ التفسیر و المحدثین، امام التصوف
سید شاہ محمد غوث قادری گیلانی رحمت اللہ علیہ

جناب اقبال ریاض

حضرت شیخ المحدثین سید شاہ محمد غوث رحمت اللہ علیہ پشاوری ثم لاہوری کا عرس مبارک ہر سال ۱۶، ۱۷ اور ۱۸ ربیع الاول کو بڑی شان و شوکت سے منایا جاتا ہے۔ ہزاروں عقیدت مند اس عرس مقدس موقع پر ذوق و شوق سے عرس کی تقریبات میں شریک ہوتے ہیں۔ اللہ تبارک و تعالیٰ قرآن حکیم اور احادیث قدسیہ میں ارشاد فرماتا ہے کہ "نیکوں اور ولیوں سے محبت کرو" کیونکہ دنیا میں ان کی بہترین رہنمائی ہر قسم کے خوف و ملال سے نجات کا ذریعہ ہے لیکن یہ محبت زبانی دعوؤں پر محدود نہیں ہونی چاہئے۔ بلکہ ہمارا عمل اسی محبت اور عقیدت کا شاہد ہونا چاہئے۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حدیث پاک ہے کہ "میری امت میں ہمیشہ ایک جماعت نیکی پر قائم رہے گی"

لہذا خدا کے پیغمبروں کے بعد اگر کسی گروہ کو اللہ تعالیٰ سے قرب حاصل ہے وہ یہی گروہ اولیاء اللہ ہے جن کی عالی ظرفی، خدا پرستی، حق گوئی، بلند کرداری اور خدمت خلق کا کوئی مقابلہ نہیں کر سکتا۔ اسلام دین فطرت ہے اور اس کی خدمت بھی انہی اللہ والوں نے کی ہے۔ اور ان ہی فقیروں، درویشوں، علماء و مشائخ اور بوریا نشینوں نے دنیا کے گوشے گوشے میں حق کا پیغام پہنچایا ہے۔ یہ عظیم المرتبت ہستیاں دنیاوی جاہ و جلال سے بے نیاز تھیں۔ اور محض اللہ اور اس

کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خوشنودی کو ہی اپنا فرض عین اور مقصد حیات جانتے تھے۔

حضرت محدث کبیر شیخ المشائخ سیدنا شاہ محمد غوث قادری گیلانی رحمت اللہ علیہ بھی اللہ کے ایسے ہی پاک طینت اور برگزیدہ ولی اللہ تھے۔ جنہوں نے بعض دوسرے مقامات کے علاوہ برصغیر پاک وہند میں دین حق کی خدمات انجام دیں۔ اور ہزاروں گم کردہ انسانوں کو حق کا راستہ دکھایا۔ انہوں نے انسانیت کو نیکی کا درس دیا۔ اور دینی اور دنیاوی امور میں ایک دوسرے کی مدد وتعاون کرنے کی ترغیب دی۔ آپ کی تعلیمات رہتی دنیا تک انسانیت کے لئے مشعل راہ کی حیثیت رکھتی ہیں۔ توقع ہے کہ ہمیشہ کی طرح اِمسال بھی اللہ کے اس برگزیدہ اور عظیم انسان کامل کا عرس مبارک شایان شان طریقے سے منایا جائے گا اور نیکی اور محبت کے اس درس کو جو آپ رحمت اللہ علیہ نے اُس دور کے انسانوں کو دیتے رہے ایک بار پھر دوہرایا جائے گا۔ جس سے محبت، یگانگت، اتفاق واتحاد اور بھائی چارے کی فضاء کو تقویت ملے گی۔

آنجناب رحمت اللہ علیہ کے موجودہ سجادہ نشین حضرت علامہ سید محمد امیر شاہ صاحب قادری گیلانی مدظلہ العالی نے وقت کی ضرورت کو محسوس کرتے ہوئے اس موقع پر پندرہ روزہ "الحسن" کی خصوصی اشاعت محدث کبیر "شاہ محمد غوث نمبر کے طور پر" پیش کر کے احسن فریضہ سرانجام دیا ہے۔ جس میں قارئین کی رہنمائی وہدایت کا خاطر خواہ مواد موجود ہے۔ قبل ازیں مدیر اعلیٰ "الحسن" کی دختر نیک اختر پنجاب یونیورسٹی لاہور سے اس موضوع پر ڈاکٹریٹ کرچکی ہیں۔ اور یہ تحقیقی مقالہ "محدث کبیر شاہ محمد غوث قادری گیلانی پشاور ثم لاہوری رحمت اللہ علیہ کی دینی وعلمی خدمات" کے عنوان سے شائع ہو چکا ہے۔

منقبتِ معلّیٰ!

قدوۃ السالکین زبدۃ العارفین شیخ المحدثین محدّث کبیر
حضرت شاہ محمّد غوث قادری گیلانی پشاوری ثم لاہوری رحمہ اللہ

سرچشمۂ علم و ولایت شاہ محمّد غوث قادری
صدائے فیضِ نبوت شاہ محمّد غوث قادری

رہبرِ راہِ شریعت ہم عارفِ ذاتِ خُدا
ہادیٔ اہلِ طریقت شاہ محمّد غوث قادری

آفتابِ علم و عرفاں نیّرِ مہتابِ عشق
ابنِ جوانانِ جنّت شاہ محمد غوث قادری

بحرِ زُخار د غرلق بحرِ وحدت اہلِ حق
غواصِ بحرِ حقیقت شاہ محمّد غوث قادری

شارحِ صحیح البخاری نُورِ نبی نُورِ علی
مرکزِ علم و معرفت شاہ محمّد غوث قادری

ابنِ سیّد حسن ابوالبرکات قادری اہلِ عشق
اہلِ شریعت اہلِ طریقت شاہ محمد غوث قادری

سیّدِ عالی نسب گیلانی حَسَنی حُسینی قادری
بُقعۂ نُورِ نبوت شاہ محمد غوث قادری

کامل و اکمل مکمل ہم غوث و فریادرس
دافعِ رنج و مصیبت شاہ محمدؒ غوث قادری

ناز کرتی ہے سخاوت و ولایت آپ پر
ہم سخی و ہم سخاوت شاہ محمدؒ غوث قادری

دورِ حاضر میں سیّد محمدؒ امیر شاہ قادری
وارثِ علم و ولایت شاہ محمدؒ غوث قادری

ہو بہو مظہرِ غوثِ اعظم محبوب سبحانی
"شاہ حمید محدث کبیر" اہلِ معرفت شاہ محمد غوث قادری

از

(فقیر) تاج محمدؒ مظہر صدیقی قادری یکہ توت شریف
پشاور شہر

حضرت محدث کبیر

سید شاہ محمدؐ غوث قادری گیلانی

پشاوری ثم لاہوری رحمت اللہ علیہ

ڈاکٹر سیدہ ام سلمیٰ گیلانی قادری
اسسٹنٹ پروفیسر جناح کالج
برائے خواتین یونیورسٹی آف پشاور

الفاضل الشہیر، المحدث الاعظم، الفقیہ الافخم، بحرالعلوم والفنون، عالم علوم عقلیہ ونقلیہ، عارف العلوم الٰہیہ و توحیدیہ، مطلع انوار شریعت، واقف اسرار طریقت و غواص بحر حقیقت، شیخ التفسیر ولمحدثین، سرتاج زاہدین، امام العابدین، سندالاتقیاء۔ وامام الازکیاء، العلامہ الفہامہ المحدث الکبیر شاہ محمد غوث قادری گیلانی پشاوری ثم لاہوری بن حضرت ابوالبرکات سید حسن قادری گیلانی ٹھٹھوی ثم پشاوری بن حضرت سید عبداللہ شاہ "صحابی بابا" رحمت اللہ علیہ بغدادی ثم ٹھٹھوی کی پیدائش ۱۰۹۱ھ (۱)۔ موضع سلطان پور (۲) علاقہ بگرام (۳) میں ہوئی جو آج کل پشاور ہے۔ اور ۱۱۷۳ھ بمطابق ۱۷۵۹ء میں بمقام لاہور وفات پائی۔ آپ کا سلسلہ نسب سولہ پشت کے بعد حضرت ابو محمد محی الدین سید عبدالقادر الحسنی الحسینی الجیلانی والبغدادی سے مل جاتا ہے (۵)۔ اور آپ سیدنا علی بن ابی طالب رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے نسب سے تھے۔ پشاور ہی میں پروان چڑھے اور اپنے والد گرامی قدر سے گھر میں تربیت حاصل کی۔ سات سال کی عمر میں قرآن حکیم حفظ کر لیا (۶)۔ پھر علوم عقلیہ و نقلیہ سے فراغت حاصل کی اور اٹھارہ برس کی عمر میں حدیث، فقہ، صرف و نحو، فصاحت و بلاغت، فلسفہ، منطق، کلام، مباحثہ و مناظرہ وغیرہ پر ید طولیٰ حاصل کر لیا (۷)۔

آپ نے علامہ اخوند محمد نعیم پاپینی رحمتہ اللہ علیہ، م ۱۱۲۱ھ (۸) سے موضع جلال آباد (۹) میں علم فقہ کی تعلیم حاصل کی اور سند علم حدیث لاہور کے اکمل محدثین سے حاصل کی (۱۰)۔

جیسا ابوالحسنی الحسنی لکھتے ہیں۔

"شاہ محمد غوث نے جان محمد کلاں(۱۱) سے آپ نے ہر دو حضرات عبدالحمید لاہوری(۱۲) اور تیمور لاہوری(۱۳) سے اور انہوں نے محمد اسمٰعیل المعروف وڈے میاں(۱۴) سے اور آپ نے عبدالکریم سہروردی(۱۵) سے آپ نے شیخ عبداللہ شمس الدین القادری السلطان پوری(۱۶) سے اور آپ نے شیخ ابراہیم بن معین بن عبدالقادر الحسینی الایرجی ثم دھلوی(۱۷) سے اور آپ نے محدث علیم الدین سے سند حدیث حاصل کی" جن کے متعلق لکھتے ہیں کہ آپ نے حرمین الشریفین کا سفر اختیار کیا۔ حج اور زیارت بھی کی اور علم حدیث بھی حاصل کیا پھر بعہد غیاث الدین خلجی ہند کے علاقہ مندمیں واپس آئے"(۱۸)

آپ نے علوم ظاہریہ وفنون عقلیہ سے فراغت کے بعد اپنے والد ماجد کی زیر نگرانی سلسلہ عالیہ قادریہ میں سلوک باطنی، تزکیہ نفس، ریاضات و مجاہدات کی طرف توجہ کی اور چھ سال کے عرصے میں اسے مکمل کر لیا(۱۹)۔ اور ۱۱۱۵ ہجری میں حضرت ابوالبرکات سید حسن القادری الجیلانی الٹھٹوی ثم پشاوری نے خرقہ خلافت عطا کیا(۲۰)۔ اور ساتھ ہی دین اسلام کے قیام اور پیروی سنت نبوی علیہ الصلوٰۃ والسلام اور اذکار قادریہ پر استقامت کی تلقین کی اور آپ کے اس سلسلہ بیعت کو سلسلۃ الذہب کہا جاتا ہے(۲۱)۔

آپ کثیر التصانیف مصنف تھے۔ رائج الوقت زبان فارسی میں شرح صحیح بخاری، دو رسائل مسئلہ توحید پر، فصوص الحکم کی فص اول کی شرح، قصیدہ غوثیہ کی شرح، کتاب درکسب سلوک و بیان حقیقت و معرفت وغیرہ تصنیف فرمائیں۔ اور کچھ تصانیف عربی زبان میں بھی ہیں مثلاً رسالہ اصول حدیث، رسالہ بر مسئلہ توحید، جواز ذکر جہر، مناجات اور کتاب اسرار التوحید وغیرہ۔ آپ کی تمام تر تالیفات وقت حاضر کی ضرورت کے مطابق تھیں۔ اور آپ اپنی ہر تصنیف کی غرض وغایت نہایت روشن پیرائے میں بیان کرتے ہیں۔

رسالہ اصول حدیث میں لکھتے ہیں۔

"اگرچہ اس سلسلے میں بہت سی تصانیف موجود ہیں لیکن جب میں نے یہ مشاہدہ کیا کہ لوگ ان کے مطالعے میں تساہل کرتے ہیں تو میں نے ارادہ کیا کہ ایک مختصر مگر جامع رسالہ لکھوں۔ جو حدیث کے طالب علم کے لئے انتہائی ضروری امور پر مشتمل ہو" (۲۲)

آپ شرح صحیح بخاری کی غرض تصنیف لکھتے ہیں

"بندہ ضعیف محمد غوث بن سید حسن، اللہ تبارک و تعالیٰ دونوں کے گناہ بخشے اور دونوں کے عیوب کی دونوں جہانوں میں پردہ پوشی فرمائے۔ کہتا ہے کہ جب نیکیوں کو پانا نبی کریم علیہ الصلوۃ والتسلیمات کی پیروی میں منحصر ہے تو یہ پیروی بغیر حصول علم حدیث کے ممکن نہیں۔ نیز علم حدیث میں جس قدر بھی صحیح کتابیں تصنیف کی گئی ہیں۔ ان میں صحیح ترین کتاب صحیح البخاری ہے۔ لہذا احقر کو اس کتاب کے مطالعہ کا شوق بہت غالب تھا اور ہمیشہ اس کا مطالعہ کرتا رہتا تھا۔ انہی دنوں میں، یہ ارادہ ہوا کہ اس کی شروح کا مطالعہ کر کے فارسی زبان میں اس کا ترجمہ لکھوں تاکہ اس کا فائدہ عام ہو" (۲۳)

الغرض آپ نے جس طرح تصوف، فلسفہ الٰہیات و حکمت، عبادات اور ریاضات اور فلسفہ توحید پر علمائے متقدین کے نقش قدم پر چلتے ہوتے تحریر و تصنیف کے ذریعے عالمانہ و محققانہ تحقیقات کیں۔ بعینہ علم حدیث کے فروغ و اشاعت میں بے نظیر کوشش و سعی سے برصغیر پاک و ہند کے اس حصے کو بقعہ نور بنا دیا۔ جیسا کہ شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمتہ اللہ علیہ اور آپ کی اولاد امجاد و شاگرد، نیز حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی رحمتہ اللہ علیہ آپ کی اولاد اور شاگرد اور حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی رحمتہ اللہ علیہ آپ کی اولاد و شاگرد اور بالخصوص علماء محدثین لاہور نے علم حدیث کی اشاعت و ترویج کے لئے لازوال جدوجہد کی۔ اسی طرح ۱۱۳۸ ہجری / ۱۷۲۵ء میں افغانستان کی فقیہانہ فضا میں کابل کے مضافہ پشاور میں فخر المحدثین حضرت سیدنا شاہ محمد غوث رحمت اللہ علیہ اپنی علمی شان و شوکت کے ساتھ مسند حدیث پر جلوہ افروز تھے اور فرائض درس و تدریس میں مشغول تھے اور شریعت مطہرہ کی اشاعت کے لئے

کوشاں تھے۔

جیسا کہ آپ جواز ذکر جہر کے رسالے میں لکھتے ہیں۔

"جب میں نے دیکھا کہ بعض علماء ذکر جہر کرنے کو منع کرتے ہیں تو میں نے ارادہ کیا کہ جواز ذکر جہر کو اللہ تعالیٰ کی مدد سے واضح و ثابت کروں۔ تمام اور ہر قسم کی صفت و ثنا اس خالق لایزال کی ذات سے مختص ہے جس کے جلال و وقار کی بدولت تمام اعمال صالحہ کا اختتام اور دارومدار ہے اور درود وسلام آپ کے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر کہ جن کا اسم گرامی محمد اور ان کے اصحاب واولاد پر رحمتوں کا نزول ہو جو کہ کدورت سے پاک اور ہر ایک آلائش سے صاف ہیں۔ نیز تمام امہات المومنین پر بھی ایسا ہی درود ہو۔ اس کے بعد فقیر عبد ضعیف محمد غوث بن سید حسن، اللہ تعالیٰ ان دونوں کے گناہ معاف فرمائے اور ہر دو کے عیوب پر پردہ ڈالے۔ یوں کہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا ذکر تمام اعمال سے افضل عبادت ہے (۲۴)۔ جو دو قسموں پر مشتمل ہے خفی اور جہری اسی طرح سے ذکر خفی کی دو قسمیں ہیں قلبی (۲۵) اور لسانی (۲۶) اس میں کوئی شک نہیں کہ خفی اور جہری دونوں میں سے بالاتفاق خفی افضل ہے۔ لیکن جہری ذکر بھی بلاشک و شبہ جائز ہے۔ تو جان لو کہ ذکر جہر جائز ہے۔ اور یہ کتاب و سنت و مجتہدین کے اقوال اور مشائخ عظام کے عمل سے ثابت ہے" (۲۷)

رسالہ اسرار التوحید کی غرض و غایت یوں لکھتے ہیں

"کہ اکثر مشائخ اور صوفیاء وحدت الوجود کے قائل ہیں۔ اور ان کے اس قول پر شرع مطہرہ کے خلاف بہت سے مشتبہ سوالات پیدا ہوتے۔ اس لئے یہ امر ضروری ٹھہرا کہ ان مشتبہ سوالات کو شریعت محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے موافق بیان کیا جائے" (۲۸)

آپ نے ۱۲ صدی ہجری میں برصغیر پاک و ہند میں اپنی مساعی جمیلہ سے تبلیغ اسلام اور

اصلاح معاشرہ کی بھرپور کوششیں، اور غیر اسلامی بدعات و رسومات کی بیخ کنی کرتے ہوئے ۱۱۷۳ھ میں وصال فرمایا (۲۹)۔ آپ کی تعلیمات آنے والی نسلوں کے لئے ایک مکمل و قیمتی سرمایہ اور عوام الناس کیلئے رشد و ہدایت کا لازوال سرچشمہ ہیں۔

حواشی

۱ محدث کبیر حضرت شاہ محمد غوث کی دینی و علمی خدمات۔ ڈاکٹر ام سلمیٰ ص ۶۷، مکتبہ الحسن، پشاور جون ۱۹۹۰ء

۲ عبدالحلیم اثر افغانی لکھتے ہیں کہ پشاور شہر کے دروازہ بازرگان اور دروازہ سرد چاہ کے جنوب مغرب، موجودہ بھانہ ماڑی، کوٹلہ محسن خان کے مشرق موجودہ وزیر باغ کے مغرب اور اس کے تمام درمیانی علاقے کو جس میں قبرستان، باغات اور حضرت سید حسن رحمت اللہ علیہ کا مزار بھی شامل ہے۔ اس مقام پر ایک تاریخی گاؤں آباد تھا جس کا نام سلطان پورہ تھا روحانی رابطہ۔ ص ۶۵۵۔

۳ بگرام یا بکرام پشاور ہی کا دوسرا نام ہے اور لوگ اسے پرشاور کے نام سے پکارتے تھے۔ اور اس پرگنہ میں کابل ثمرقند اور بخارا شامل تھے۔ اکبر نامہ، ابوالفضل ج ۱۔ ص ۲۴۸

۴ حضرت شاہ محمد غوث کی دینی و علمی خدمات، ڈاکٹر ام سلمیٰ ص ۱۰۱۔

۵ درکسب سلوک و بیان حقیقت و معرفت (قلمی) شاہ محمد غوث ص ۶۱۔ مملوکہ سید محمد امیر شاہ قادری گیلانی

۶ ایضاً ص ۵۲

۷ ایضاً ص ۵۵

۸ روحانی رابطہ عبدالحلیم اثر افغانی ص ۶۸۲

۹ درکسب سلوک و بیان حقیقت و معرفت (قلمی) ص ۱۰۶ تا ۱۰۷

۱۰ درکسب سلوک و بیان حقیقت و معرفت (قلمی) ص ۶۴

۱۱ توفی سنۃ ۲۱ / ۱۱۲۰ھ تذکرہ علماء ہند، مولوی رحمان علی، ص ۱۴۴، نول کشور لکھنؤ۔ حدائق حنفیہ، فقیر محمد جہلمی، ص ۴۳۳ تا ۴۳۴، نزہۃ الخواطر، عبدالحئی الحسنی، ج ۲، ص ۵۵، دائرۃ المعارف العثمانیہ حیدر آباد دکن، ۱۳۷۶ھ، خزینۃ الاصفیاء مفتی غلام سرور لاہوری، ج ۲، ص ۱۱۴، ثمر ہند لکھنؤ ۱۸۷۳ء، مدینۃ الاولیاء، محمد دین کلیم، ص ۲۸۴ تا ۲۸۵، مکتبہ النبویہ گنج بخش روڈ لاہور۔

۱۲ بہادر شاہ اول کے عہد میں۔ ۱۱۲۰ھ میں وفات پائی۔ خزینۃ الاصفیاء ج ۲، ص ۱۱۴، نقوش لاہور نمبر۔ فروری ۱۹۶۲ء، لاہور کے اولیاء سہروردیہ۔ محمد دین کلیم، ص ۲۹۶، مدینۃ الاولیاء، ص ۲۷۴۔

۱۳ خزینۃ الاصفیاء مفتی غلام سرور، ج ۲، ص ۱۱۳

۱۴ عالم گیر کے عہد میں۔ ۱۰۸۵ھ میں وفات پائی، اسرار التصوف ج ۲، ص ۹۵، مدینۃ الاولیاء محمد دین کلیم، ص ۳۷۰، خزینۃ الاصفیاء، مفتی غلام سرور لاہوری، ج ۲، ص ۱۰۵

15 ۲۷ رجب ۱۰۴۵ھ میں بمقام لاہور وفات پائی۔ نزہتہ الخواطر، عبدالحئی حسنی، ج ۵، ص ۲۴۳

۱۶ ایضاً ج ۵، ص ۲۴۳

۱۷ ایضاً ج ۴، ص ۴

۱۸ ایضاً ج ۴، ص ۲۴۹،

۱۹ در کسب سلوک و بیان حقیقت و معرفت، (قلمی) شاہ محمد غوث رحمت اللہ علیہ، ص ۹۲،

۲۰ ایضاً ص ۶۲

۲۱ حضرت شاہ محمد غوث رحمت اللہ علیہ کی دینی و علمی خدمات، ڈاکٹر ام سلمی گیلانی، ص ۲۰

۲۲ رسالہ اصول حدیث (قلمی) شاہ محمد غوث رحمت اللہ علیہ، ص ۱ (مملوکہ جناب سید محمد امیر شاہ قادری گیلانی)

۲۳ شرح صحیح بخاری (قلمی) حضرت شاہ محمد غوث رحمت اللہ علیہ، ص ۱۱ (مملوکہ جناب سید محمد امیر شاہ قادری گیلانی)

۲۴ ایسی چیز کا یاد کرنا جس کا ذکر بار بار کیا جائے۔ اور ذکر بھی یہی ہے کہ جو زبان پر جاری ہو۔ لسان العرب، ج ۴، ص ۳۰۸

۲۵ جب ذکر قلب سے لیا جائے اور اس طرح ہو کہ اللہ کی عظمت کو ملحوظ رکھا جائے، تفسیر خازن، ج ۱، ص ۱۰۷۔

۲۶ ذکر زبان سے بھی ہوتا ہے اور وہ تسبیح و تحمید اور دوسرے ماثورہ اذکار ہیں۔ تفسیر فتح البیان، نواب صدیق حسن خان، ج ۱، ص ۲۰۳۔

۲۷ جواز ذکر جہر (قلمی)، ص ۱ تا ۲

۲۸ رسالہ اسرار التوحید (قلمی) از شاہ محمد غوث رحمت اللہ علیہ ص ۳، مملوکہ سید محمد امیر شاہ قادری گیلانی،

۲۹ محدث کبیر شاہ محمد غوث کی دینی و علمی خدمات، از ڈاکٹر ام سلمی گیلانی، ص ۱۰۱۔

بارہویں صدی ہجری میں برصغیر پاک وہند کی سیاسی وعسکری اور علمی وروحانی تاریخ کا سرسری جائزہ

سید محمد انور شاہ قادری
لائبریرین ایجوکیشن کالج گل
بہار پشاور

حضرت محدث کبیر شاہ محمد غوث قادری گیلانی رحمت اللہ علیہ بارہویں صدی ہجری کے جلیل القدر عالم اور نابغہ روزگار روحانی پیشوا تھے۔ آپ نے اپنی محبوب و دل آویز شخصیت، اخلاص وللہیت، ہمت واستقامت، تقویٰ وطہارت اور علم ومعرفت سے اسلام کی تبلیغ، سلسلہ عالیہ قادریہ کی ترویج اور اشاعت حدیث کے دور رس اثرات کا حامل فریضہ سرانجام دیا۔ عصر حاضر میں اس کی اہمیت وافادیت اور قدر وقیمت کا اندازہ لگانے کے لئے بارہویں صدی ہجری کے سیاسی وعسکری اور علمی وروحانی حالات کا پیش نظر ہونا اشد ضروری ہے۔ چنانچہ اس ضرورت کو پورا کرنے کے لئے اس دور کی تاریخ کا سرسری جائزہ ہدیہ قارئین کیا جارہا ہے۔

سیاسی وعسکری حالت:-

سلطنت مغلیہ کے بانی ظہیر الدین بابر (۱۴۸۳۔۱۵۲۶ء) نے ہندوستان میں جس عظیم الشان حکومت کی داغ بیل ڈالی، اسے اورنگزیب عالمگیر (۱۶۵۸۔۱۷۰۷ء) نے اپنی خداداد صلاحیتوں اور مسلسل جدوجہد سے اس قدر وسعت دی کہ اس کی حدود ایک طرف غزنی سے چٹاگانگ اور دوسری طرف کشمیر سے کرناٹک تک پھیل گئیں۔ اس قدر وسیع سلطنت کے انتظامات اور نظم ونسق کو سنبھالنا کوئی آسان کام نہ تھا لیکن عالمگیر نے اپنی بیدار مغزی، فرض شناسی، احساس ذمہ داری، محنت شاقہ اور اپنی مضبوط شخصیت سے قائم ودائم رکھا۔ مگر اس کی وفات کے فوراً بعد یہ عظیم سلطنت زوال کا شکار ہو کر پارہ پارہ ہو گئی۔ مؤرخین نے اس کے زوال وانتشار کی متعدد داخلی وخارجی وجوہات واثرات بیان کئے ہیں۔ درج ذیل سطور میں چند اہم داخلہ وخارجہ عوامل کا جائزہ پیش کیا جارہا ہے جن کے مطالعے سے بارہویں صدی ہجری کی سیاسی وعسکری صورت حال کھل کر سامنے آجاتی ہے۔

داخلی عوامل:۔

کسی بھی حکومت، جماعت یا فرد کی ظاہری قوت و دبدبہ کا دارومدار اس کی اندرونی پائیداری اور استحکام پر منحصر ہوتا ہے۔ جب تک وہ باطنی طور پر مضبوط رہے تو اس کا ظاہری وقار بیرونی حملوں کی مزاحمت اور شان و شاکوت بھی قائم رہتی ہے لیکن جب وہ مختلف داخلی عوارض کا شکار ہو کر اندر سے کھوکھلا ہوجاتے تو اس کی قوت مدافعت ختم ہوجاتی ہے اور وہ معمولی حملے سے بھی زمین بوس ہوجاتا ہے۔ بالکل یہی صورت حال سلطنت تیموریہ کو درپیش تھی۔ اس کی تباہی و بربادی میں درج ذیل داخلی عوامل نے اہم کردار ادا کیا۔

عالمگیر کے نااہل جانشین:۔

اورنگزیب عالمگیر کی وفات (۱۱۱۸ھ/۱۷۰۷ء) کے بعد بارہویں صدی ہجری میں مندرجہ ذیل گیارہ مغل شہزادے برسر اقتدار آئے۔

۱ شاہ عالم بہادر شاہ اول بن عالمگیر (۱۱۱۹ھ/۱۷۰۷ء تا ۱۱۲۴ھ/۱۷۱۲ء)
۲ جہاندار شاہ بن بہادر شاہ اول (۱۱۲۴ھ/۱۷۱۲ء تا ۱۱۲۵ھ/۱۷۱۳ء)
۳ فرخ سیر بن عظیم الشان بن بہادر شاہ اول (۱۱۲۵ھ/۱۷۱۳ء تا ۱۱۳۱ھ/۱۷۱۹ء)
۴ رفیع الدرجات بن رفیع الشان بن بہادر شاہ اول (۱۱۳۱ھ/۱۷۱۹ء)
۵ نیکوسیر بن اکبر بن اورنگزیب عالمگیر (۱۱۳۱ھ/۱۷۱۹ء)
۶ رفیع الدولہ بن رفیع الشان بن بہادر شاہ اول (۱۱۳۱ھ/۱۷۱۹ء)
۷ محمد شاہ بن جہاں شاہ بن بہادر شاہ اول (۱۱۳۱ھ/۱۷۱۹ء تا ۱۱۶۱ھ/۱۷۴۸ء)
۸ احمد شاہ بن محمد شاہ بن جہاں شاہ (۱۱۶۱ھ/۱۷۴۸ء تا ۱۱۶۷ھ/۱۷۵۴ء)
۹ عزیز الدین عالمگیر ثانی بن جہاندار شاہ (۱۱۶۷ھ/۱۷۵۴ء تا ۱۱۷۳ھ/۱۷۵۹ء)
۱۰ محی السنہ بن کام بخش بن عالمگیر ثانی (۱۱۷۳ھ/۱۷۵۹ء)
۱۱ شاہ عالم ثانی بن عالمگیر ثانی (۱۱۷۳ھ/۱۷۵۹ء)

عالمگیر کے یہ جانشین انتہائی نااہل، کمزور، عیاش اور اپنے اسلاف کی اعلیٰ مردانہ صفات سے عاری تھے۔ چونکہ مغلیہ خاندان میں تخت نشین ہونے کے لئے کوئی باقاعدہ قانون بھی نہیں تھا۔ اس لئے بادشاہ کی وفات پر اس کے بیٹوں و بھائیوں بلکہ پورے شاہی خاندان میں تاج و تخت کے حصول کی جدوجہد شروع ہوجاتی۔ جس سے خانہ جنگی جنم لیتی۔ عالمگیر کی وفات کے بعد صرف چھ سال کے مختصر عرصے میں سات خونریز لڑائیاں ہوئیں۔ جن سے مغل شہزادوں کی

باہمی چپقلش، خودسری، بد طینتی اور زوال پزیری کا ثبوت ملتا ہے (١)۔

اورنگزیب عالمگیر کے جانشین اول شاہ عالم بہادر شاہ اول نے اپنا آبائی مذہب چھوڑ کر شیعیت اختیار کی اور وہ اس حد تک آگے بڑھ گیا کہ شیعہ نسخے کے مطابق خطبہ پڑھنے کا حکم دیا اور ایک زبردست شورش اور متعدد بلووں کے بعد یہ حکم واپس لینے پر آمادہ ہوا (٢)۔

مغل شہزادوں میں خاندانی اوصاف مفقود ہو کر رہ گئے۔ امور مملکت میں دلچسپی کی بجائے وہ عیش و نشاط کی بزم آرائیوں میں ڈوب گئے۔ ان کے شب و روز حرم کی چار دیواری میں بسر ہونے لگے۔ محمد شاہ جس کا دور حکومت تقریباً ٣٠ سال کے عرصے تک محیط تھا، اس قدر عیاش تھا کہ اس کا نام شاید ہی کبھی اس کے عرف "رنگیلا" کے بغیر لیا جاتا ہو۔ جس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ وہ رنگ رلیوں میں اس قدر ڈوبا ہوا تھا کہ دوسرے مشاغل کے لئے اس کے پاس بہت کم وقت ہوتا تھا (٣)۔

امراء کی گروہ بندی:۔

امراء قصر حکومت کے اہم ترین ستون تھے اور سلطنت مغلیہ کے قیام و استحکام میں انہوں نے گراں قدر خدمات انجام دیں۔ لیکن مرور ایام کے ساتھ وہ بھی خود غرضی کا شکار ہو گئے اور اپنے معیار زندگی کو بہتر بنانے کے لئے ہر طرح کی بدعنوانیوں کا ارتکاب کرنے لگے یہاں تک کہ ملک و ملت سے غداری بھی ان کے نزدیک کوئی جرم یا گناہ نہ رہا (۴)۔ شہزادوں کی باہمی چپقلش کی وجہ سے وہ سازشوں میں شریک ہو کر گروہ بندیوں میں پھنس گئے اور درج ذیل تین گروہوں میں تقسیم ہو گئے۔

تورانی:۔ یہ وسط ایشیا سے تعلق رکھتے تھے اور مذہب کے لحاظ سے سنی تھے۔

ایرانی:۔ یہ ایران سے آئے تھے اور شیعہ مذہب سے تعلق رکھتے تھے۔

ہندوستانی:۔ اس گروپ میں برصغیر کے سادات، بارہہ، افغان اور راجپوت وغیرہ شامل تھے۔

بادشاہوں کی نااہلی اور کمزوری کے باعث ان گروہوں میں شدید کشمکش شروع ہو گئی، یہاں تک کہ بعض اوقات نہایت نازک ترین مرحلوں پر بھی گورنروں کو اپنے دشمن حملہ آور کے خلاف محض اس لئے مرکز سے امداد نہ مل سکی کہ وہاں ان کا مخالف گروہ برسراقتدار تھا۔ امراء کی اس گروہ بندی نے سلطنت کو تباہی کے کنارے پہنچا دیا (۵)۔

ڈاکٹر اشتیاق حسین قریشی امراء کی اس گروہ بندی کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں "امراء

اپنی گروہ بندی تورانی اور ایرانی جماعتوں میں کرتے تھے۔ جو سنی و شیعہ فرقوں کے لئے محض ایک حسن تعبیر کی صورت تھی۔ عام سپاہی اور شہری بھی اس تفریق سے بہت متاثر تھے۔ درحقیقت اس تقسیم نے مسلم اتحاد اور سیاسی طاقت کو تباہ کرنے میں کوئی غیر اہم کردار ادا نہیں کیا۔" (٦)۔

صوبائی خود مختاری:-

تیموریہ خاندان کی کمزوری کے باعث صوبائی خود مختاری کو فروغ حاصل ہوا اور رفتہ رفتہ دکن، بنگال و بہار، اودھ اور روہیل کھنڈ وغیرہ کے صوبے خود مختار ہو گئے، راجپوت ریاستیں پہلے ہی اس موقع کی منتظر تھیں انہوں نے بھی مرکز سے علیحدگی اختیار کرلی۔ پنجاب کا صوبہ پہلے شاہ افغانستان اور پھر سکھوں کے تحت حکومت دہلی سے الگ ہوگیا۔ اس طرح عظیم مغل سلطنت پارہ پارہ ہو گئی اور بادشاہوں میں اتنی ہمت نہ تھی کہ ولامرکزیت کے رجحانات کو روک سکتے (٧)۔

مغل فوج کی کمزوریاں:-

گردش زمانہ کے ساتھ مغلیہ فوج میں بے پناہ کمزوریاں پیدا ہو چکی تھیں لشکر میں باقاعدہ سپاہیوں سے کہیں زیادہ تعداد غلاموں اور تاجروں کی ہوتی تھی۔ فوجیوں کے بیوی بچے بھی ساتھ ہوتے تھے۔ جن کے باعث اس کی نقل و حرکت میں تیزی اور پھرتی ختم ہو چکی تھی۔ سالار پست ہمت ہوچکے تھے۔ اس کی شکایت تو خود عالمگیر کو بھی رہتی تھی۔ اکبر کے دور سے فوج کی کمان دو سپہ سالاروں کے سپرد ہوئی ایک مسلمان دوسرا ہندو، فوج کی اس تقسیم نے باہمی رقابت اور دشمنی کو جنم دیا۔ علاوہ ازیں فوجیوں میں شجاعت کی کمی کے باعث توہم پرستی زیادہ ہو چکی تھی۔

پروفیسر شجاع الدین صاحب فوج کی اس کیفیت پر روشنی ڈالتے ہوئے تحریر کرتے ہیں "بندہ (سکھ جرنیل) کا طریق کار یہ ہوتا تھا کہ جس خطے پر حملہ کرتا پہلے وہاں کے لوگوں میں جاسوسوں کے ذریعے اپنی جادوگری کی داستانیں مشہور کر کے لوگوں کو پست ہمت بنا دیتا، مغلوں کے تعیش پسند سپاہی اور سپہ سالار توہم پرستی کے سبب جادوگری اور شعبدہ بازی سے ڈر کر میدان سے بھاگ جاتے (٨)۔

نیز فوج کی تنظیم میں بھی بنیادی نقص یہ تھا کہ وہ مختلف جاگیرداروں کے فراہم کردہ دستوں پر مشتمل ہوتی تھی۔ اس طرح سپاہی بادشاہ سے زیادہ اپنے امیر کے وفادار ہوتے تھے۔ یہاں تک کہ آخری مغل بادشاہوں کے پاس اتنی ذاتی فوج نہ تھی جس کی مدد سے وہ اپنے

احکامات کی تعمیل کراسکتے(۹)۔

سکھوں کی تباہ کاریاں:۔

سکھ قوم "باباگرونانک" (۱۴۶۹ء ۔ ۱۵۳۹ء) کی پیرو اور ایک مذہبی جماعت تھی۔ اورنگزیب عالمگیر کے دور میں "گروگوبند سنگھ" کی قیادت میں ایک جنگجو قوم بن گئی اور مغلوں کا شیرازہ بکھرتے دیکھ کر اقتدار پر قبضہ جمانے کی تیاری میں مصروف ہو گئی۔ گروگوبند کے بعد "بندہ" فوجی قائد کی حیثیت سے اس کا جانشین ہوا اور سکھوں کو اکٹھا کرکے پنجاب میں وسیع پیمانے پر راہزنی کی وارداتیں شروع کردیں۔ اس کے لشکر میں ہر قسم کے بدقماش اور مجرم شامل ہونے لگے۔ اورنگزیب کی وفات کے بعد مغل شہزادوں کی خانہ جنگی کی وجہ سے اسے اپنی قوت میں اضافے کا موقع مل گیا۔ اس نے ۱۷۱۰ء میں سرہند پر قبضہ کرکے زبردست لوٹ مار اور قتل و غارت کیا اور اس کی تخریبی سرگرمیاں دہلی تک جا پہنچی۔ بہادر شاہ اول نے ان کا قلع قمع کرنے کے لئے حملہ کیا جس میں سکھوں کو شکست ہوئی اور بندہ ملحقہ پہاڑیوں کی طرف نکل گیا۔ لیکن بہادر شاہ کی وفات کے بعد اس نے دوبارہ لوٹ مار کا بازار گرم کرتے ہوئے امرتسر کو اپنی سرگرمیوں کا مرکز بنایا۔ اور یہاں پر مضبوط قلعے تعمیر کئے اور بعد میں لاہور بلکہ پورے پنجاب پر سکھوں نے قبضہ کرکے خالصہ حکومت کا اعلان کردیا۔(۱۰)

مرہٹوں کی ہنگامہ آرائیاں:۔

مرہٹے مہاراشٹر میں بسنے والے زراعت پیشہ لوگ تھے یہ جنوبی ہند کی مسلمان ریاستوں میں فوجی خدمات انجام دیتے رہے اور یہیں سے انہوں نے فوجی تجربہ حاصل کیا اور ان کے ایک قومی رہنما سیواجی نے انہیں ایک فوجی قوم کی صورت میں منظم کیا اور خود اس نے راجہ کا خطاب حاصل کرلیا۔ اس کے بعد اس کا بیٹا راجہ رام مرہٹوں کا حکمران بنا۔ بعد میں اس کے وزیر پیشوا بالاجی وشواناتھ نے اقتدار پر قبضہ کرکے تمام دکن سے ایک چوتھائی مالگزاری وصول کرنا شروع کردیا۔ اس کے بعد باجی راؤ اور بالاجی راؤ (۱۷۴۰ء ۔ ۱۷۶۱ء) نے گجرات، مالوہ، برار گونڈوانہ اور اڑیسہ کو فتح کرلیا۔ کرناٹک بنگال اور پنجاب پر حملے کرکے ایک طوفان بدتمیزی برپا کردیا۔ قریب تھا کہ وہ مغل حکومت کی طاقت پر مکمل قبضہ کرلیتے کہ احمد شاہ ابدالی نے ۱۷۶۱ء میں انہیں پانی پت کے میدان میں کچل کر رکھ دیا۔(۱۱)

جاٹوں کی فتنہ انگیزیاں:۔

قبیلہ جاٹ کے باشندے زیادہ تر پنجاب، سندھ، راجستھان اور مغربی اترپردیش میں

آباد تھے۔ ان کا پیشہ بھی زراعت تھا اور مذہب کے لحاظ سے ان میں ہندو مسلمان دونوں شامل تھے۔ جاٹ بے وقوفی اور گنوار پن میں ضرب المثل ہونے کے علاوہ دراز قد اور دلیر بھی ہوتے تھے۔ شمالی ہند کے جاٹوں نے اورنگزیب عالمگیر کو دکن کی لڑائیوں میں مشغول پا کر موقع غنیمت جانا اور اپنے سرداروں راجا رام وغیرہ کی قیادت میں اپنی فتنہ انگیزیوں کی ابتدا۔ کر کے عام آبادی کو سخت پریشان اور ہراساں کرنا شروع کر دیا۔ عالمگیر کی وفات کے بعد جب سلطنت کا شیرازہ بکھرنے لگا تو جاٹوں نے آگرے اور دہلی کے تمام علاقے میں اپنے ظلم وستم سے دہشت پھیلا دی اور مسلمانوں کے جان و مال سے کھیلنا شروع کر دیا۔ چنانچہ احمد شاہ ابدالی نے حملہ کر کے ان کا زور توڑا لیکن ان کا مکمل خاتمہ نہ ہو سکا۔ یہ جاٹ ہر دور میں بد نظمی و افراتفری سے فائدہ اٹھا کر لوٹ مار کا بازار گرم کرتے رہے۔ یہاں تک کہ ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی اور ۱۹۴۷ء میں قیام پاکستان کے دوران جو فسادات ہوئے ان میں جو قتل وغارت اور لوٹ مار ہوئی اس میں جاٹوں نے بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ (۱۲)

خارجی عوامل

عالمگیر کے نااہل جانشینوں، امرا۔ کی گروہ بندیوں، صوبوں کی خود مختاریوں، مغل فوج کی کمزوریوں، سکھوں کی تباہ کاریوں، مرہٹوں کی ہنگامہ آرائیوں اور جاٹوں کی فتنہ انگیزیوں کی نتیجے میں داخلی صورت حال انتہائی کشیدہ اور دگرگوں ہو چکی تھی۔ اور ان داخلی عوامل کے بدولت سلطنت مغلیہ اندر سے کھوکھلی ہو چکی تھی۔ رہی سہی کسر خارجی عوامل نے پوری کر دی اور بیرونی حملوں کے باعث اس کے بے جان ڈھانچے کو زمین بوس ہونے میں زیادہ دیر نہ لگی۔ ان میں سب سے زیادہ نقصان نادر شاہ کے حملے سے اٹھانا پڑا۔

نادر شاہ افشار کا حملہ (۱۷۳۹ء)

جلال آباد اور پشاور کی فتح کے بعد پنجاب پہنچا۔ محمد شاہ اپنی فوج کے ہمراہ کرنال میں خیمہ زن تھا جو پہلی ہی جھڑپ میں حوصلہ ہار بیٹھا اور صلح کی بات چیت ہوئی۔ چنانچہ طے پایا کہ پچاس کروڑ روپے تاوان وصول کر کے نادر شاہ واپس لوٹ جائے گا۔ لیکن امرا۔ کی سازش سے نادر شاہ کو دہلی لے جایا گیا اور وہاں یہ افوا مشہور ہوئی کہ محمد شاہ نے دھوکے سے نادر شاہ کو قتل کر دیا جس میں تین ہزار ایرانی ہلاک کر دیئے گئے۔ نادر شاہ کو اس کا علم ہوا تو غصے میں آپے سے باہر ہو گیا اور قتل عام کا حکم دے دیا۔ سارا دن دہلی میں قتل وغارت اور لوٹ مار کا بازار گرم رہا۔ ایک اندازے کے مطابق ستر کروڑ روپے، تخت طاؤس اور کوہ نور ہیرا نادر شاہ اپنے ساتھ لے گیا اور اٹک پار کا تمام علاقہ اس کی قلمرو میں شامل ہوا۔ اس کے بدلے میں محمد شاہ کو تخت دہلی

پر بحال کر دیا گیا۔ الغرض جب نادر شاہ ایران روانہ ہوا تو اس نے مغلیہ سلطنت کو صحیح معنوں میں بالکل بے سکت کر کے چھوڑ دیا۔ (١٢) لیکن اس حملے میں برصغیر پاک و ہند کا مرکزی شہر لاہور محفوظ رہا جو بڑا اہم اور دلچسپ واقعہ ہے اس کی تفصیل قارئین کی خدمت میں پیش کی جاتی ہے۔

نادر خان ترک قبیلہ افشار سے تعلق رکھتا تھا۔ ایران کے بادشاہ شاہ طہماسپ کی فوج میں شامل ہوا اور ترقی کرتے کرتے سپہ سالار بن گیا۔ اور ١٧٣٧ء میں نادر شاہ کا لقب اختیار کر کے ایران کا بادشاہ بنا۔ اگلے سال قندھار کو فتح کیا اور ١٧٣٩ء میں بعہد محمد شاہ رنگیلا ہندوستان پر حملہ آور ہوا۔

لاہور کا نادر شاہی عتاب سے محفوظ رہنا

مغلوں کے زیر سایہ لاہور دو سو سال سے فتنہ و فساد سے محفوظ چلا آ رہا تھا (١٣)۔ نادر شاہ بھی مع اپنی فوج کے نہایت پُرامن طور پر لاہور میں داخل ہوا۔ قتل و غارت اور لوٹ مار سے مکمل طور پر پرہیز کیا، چنانچہ مؤرخین نے اس پر روشنی ڈالتے ہوئے اس کے پس منظر میں دو قسم کی روایات بیان کی ہیں۔ اہل دانش نے لاہور کے محفوظ رہنے کا ذکر ان الفاظ میں کیا ہے۔

"نادر شاہ کے حملے کے وقت لاہور کا ناظم نواب ذکریا خان تھا جو ایک معاملہ فہم اور دور اندیش انسان تھا۔ اس نے ٣٠ لاکھ روپے بطور نذرانہ نادر شاہ کو پیش کر کے لاہور کے پانچ لاکھ باشندوں کو تباہی و بربادی سے بچا لیا، جو امراء دہلی کی باہمی رقابت اور عاقبت نااندیشی کے سبب دہلی کے مقدر میں لکھی جا چکی تھی"۔ (١٤)

جبکہ اہل نظر اہالیان لاہور کی حفاظت و سلامتی کے متعلق یوں رقم طراز ہیں۔

"جب نادر شاہ نومبر ١٧٣٨ء میں پشاور پہنچا تو ہندوستان کی تسخیر کے لئے کسی مرد کامل کی دعا کا طلب گار ہوا اسے بتایا گیا کہ لاہور میں ایک مرد کامل حضرت شاہ محمد غوث قادری گیلانی رحمت اللہ علیہ قیام پذیر ہیں۔ ان کی دعا سے مطلوبہ مقصد حاصل ہو گا۔ چنانچہ نادر شاہ نے آپ رحمت اللہ علیہ کو اپنے دربار میں حاضر ہونے کے لئے لکھا، حضرت شاہ محمد غوث نے دربار شاہی میں حاضر ہونے سے انکار کر دیا۔ جس سے نادر شاہ آگ بگولہ ہو کر کہنے لگا کہ میں لاہور پہنچ کر پہلے اس سرکش فقیر کو سزا دوں گا۔ لیکن جب اٹک کے قریب پہنچا تو دریائے سندھ سیلاب کی زد میں تھا۔ اور اسے پار کرنا ممکن نہیں تھا۔ چند دن انتظار کیا لیکن روز بروز طغیانی میں اضافہ ہوتا چلا گیا آخر کار مجبور ہو کر آنجناب رحمت اللہ علیہ کے ایک مرید کی

طرف رجوع کیا تو انہوں نے بادشاہ سے کہا کہ میرے پیر کے متعلق بادشاہ کی نیت میں جو فتور پیدا ہوا ہے یہ اسی کا نتیجہ ہے، اگر بادشاہ اپنے اس بُرے ارادے سے باز آجائے تو ممکن ہے دریا پار کرنے کی کوئی صورت پیدا ہو جائے۔ چنانچہ بادشاہ دل میں تائب ہوا اور علیم و خبیر کارساز حقیقی کی طرف سے دریائے سندھ کی طغیانی جاتی رہی۔ بادشاہ کو حضور شاہ محمد غوث قادری گیلانی رحمت اللہ علیہ کی ولایت کا قائل ہونا پڑا اور لاہور پہنچ کر بڑے مخلصانہ طریقے سے آپ کے قدموں میں حاضری دے کر معافی کا خواستگار ہوا۔ اور آپ کی خدمت میں اشرفیوں کا ہدیہ پیش کیا۔ آپ رحمت اللہ نہایت اخلاق کریمانہ سے پیش آئے اور اشرفیاں واپس کرتے ہوئے فرمایا۔ "مجھے ان کی ضرورت نہیں، انہیں حاجت مندوں میں تقسیم کردو تاکہ تمہاری سعادت کا باعث بنیں" (۱۵)

یہ دونوں الگ الگ واقعات تاریخ میں اپنی اپنی اہمیت کے حامل ہیں اور ان کی تاریخی حیثیت شک و شبہ سے بالاتر ہے البتہ دونوں کا گہرا جائزہ لینے کے بعد حقیقت یوں کھل کر سامنے آجاتی ہے کہ محدث کبیر حضرت شاہ محمد غوث قادری گیلانی رحمت اللہ علیہ نے اپنے قرب خداوندی اور روحانی قوت کو بروئے کار لاتے ہوئے اہالیان لاہور کی حفاظت کا بندوبست فرمایا۔ جس کے نتیجے میں ذکریا خان کی ظاہری کوششیں کامیابی سے ہم کنار ہوئیں ورنہ محمد شاہ نے تو دہلی کو بچانے کے لئے ۵۰ کروڑ دینا منظور کرلیا تھا لیکن کسی اللہ والے کی تائید وحمایت سے محرومی کی بدولت وہ دہلی کی حفاظت میں کامیاب نہ ہوسکا اور یوں دہلی کا رسوائے زمانہ قتل عام ظہور میں آیا اور پورا شہر نکبت و فلاکت میں غرق ہو گیا۔ (۱۶)

غور و فکر کا مقام ہے کہ جب دہلی والوں کو بچانے میں محمد شاہ کا ۵۰ کروڑ روپیہ ناکام رہا تو لاہور کی حفاظت کے لئے ذکریا خان کے ۳۰ لاکھ روپے کیا حیثیت رکھتے تھے۔ لہذا ثابت ہوا کہ حقیقی معنوں میں لاہور کی حفاظت حضرت محدث کبیر شاہ محمد غوث قادری گیلانی رحمت اللہ علیہ کے فیوض و برکات کی مرہون منت ہے۔ نیز اس واقعے سے آنجناب رحمت اللہ علیہ کی خودداری، حق گوئی، فقر و درویشی، زہد و استغناء اور جرات و شجاعت پر بھی روشنی پڑتی ہے کہ ایک طرف سلطنت تیموریہ کے ایوان نادر شاہ کی ہیبت اور دہشت سے کانپ رہے تھے۔ شہنشاہ ہند محمد شاہ اور اس کے امراء و وزراء پر خوف سے لرزہ طاری تھا۔ فوجی جرنیلوں کو اپنی جانوں کے لالے پڑے ہوئے تھے۔ صوبے دار اور نواب گڑگڑاتے ہوئے تحائف ونذرانے نادر شاہ کی خدمت میں پیش کرکے اسے اپنی وفاداری کی یقین دہانیاں کروا رہے تھے۔ الغرض پوری مغلیہ سلطنت کی نگاہیں نادر شاہ کی خوشنودی حاصل کرنے پر لگی ہوئی تھیں جبکہ نادر شاہ کی نظریں

آنجناب رحمت اللہ علیہ کی نگاہِ التفات کے حصول پر جمی ہوئیں تھیں۔ اور وہ آنجناب رحمت اللہ علیہ کے قدوم میمنت لزوم سے اپنے دربار کو رونق بخشنے کی التجائیں کر رہا تھا۔ جنہیں آپ نے رد فرمایا اور اسے اپنے اس مقصد میں ناکام ہونا پڑا اور پھر جب اس نے خود حاضر ہو کر آنجناب کی خدمت میں نذرانہ پیش کیا تو اسے بھی شرف قبولیت نہ بخشا۔ شاعر نے کیا خوب فرمایا:۔

جو ہیبت فقر دیکھنی ہو گزر کسی بوریا نشین پر
کہ سر بہ سجدہ تجھے یہیں پر جلالت خسروی ملے گی

احمد شاہ ابدالی کے حملے (۱۷۴۸ء۔۔۱۷۶۱ء)

احمد شاہ ابدالی صوبہ ہرات کے سدوزئی افغانوں کے ابدالی خاندان کا چشم و چراغ تھا۔ نادر شاہ نے جب قندھار پر قبضہ کیا تو احمد شاہ اس کی فوج میں داخل ہوگیا اور بہت جلد اپنی ذہانت و شجاعت کے سبب بادشاہ کے ذاتی محافظ دستے کا سالار مقرر ہوا اور ۱۷۴۷ء میں قزلباشوں کے ہاتھوں نادر شاہ کے قتل کے بعد اس کی سلطنت کے مشرقی حصے کا اقتدار سنبھالا اور جدید افغانستان کی بنیاد رکھی۔ اس نے ہندوستان پر کئی حملے کئے جن میں پانی پت کی تیسری لڑائی کو عالمگیر شہرت حاصل ہوئی۔ یہ جنگ ۱۷۶۱ء میں مرہٹوں کے خلاف لڑی گئی۔ یہ لڑائی نہایت فیصلہ کن ثابت ہوئی جس میں تقریباً ایک لاکھ مرہٹے مارے گئے اور مرہٹوں کو ایسی شکست عظیم کا سامنا کرنا پڑا جس کے بعد وہ سنبھل نہ سکے۔ مگر چونکہ ابدالی کو فوج کے اصرار پر کابل واپس جانا پڑا اور اس کے بعد برصغیر کے مسلمانوں میں کوئی ایسا قائد پیدا نہ ہوسکا جو اس خلاء کو پر کرسکتا۔ اس لئے انگریزوں نے ان حالات سے فائدہ اٹھایا اور پاک وہند میں قدم جمانے شروع کردیئے (۱۷)

ڈاکٹر اشتیاق حسین قریشی پانی پت کی تیسری لڑائی کے بارے میں تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں

"یہ لڑائی ۱۷۶۱ء میں لڑی گئی تھی اور شاہ ولی اللہ کا انتقال ۱۷۶۲ء میں ہوا، انہیں اپنی زندگی ہی میں مرہٹہ طاقت کو شکستہ دیکھنے کا اطمینان حاصل ہوگیا مگر مسلم غلبے کا احیاء ایک مختلف معاملہ تھا۔ احمد شاہ ابدالی از سرنو ایک مسلم سلطنت تعمیر کرنے کے عظیم کام سے ہچکچایا۔ نفع کے مقابلے میں نقصان کے امکانات بہت زیادہ قوی تھے۔ اگلے قدم انہیں ہندو ریاستوں میں نہیں بلکہ ان علاقوں میں لے جاتے جن پر اب بھی مسلمانوں کی حکومت تھی۔ ایک ایسی مہم پر

مسلم حکمرانوں کا تعاون حاصل کر لینا جبکہ خود ان کا مستقبل خطرے میں تھا ایک بات تھی اور ان سے یہ کہنا کہ وہ اپنے علاقوں سے اس لئے دست بردار ہو جائیں کہ انہیں ایک طاقتور سلطنت کی شکل میں جمع کرنا ہے یا یہ کہ وہ احمد شاہ ابدالی کے غلبے کو تسلیم کر لیں بالکل دوسری بات تھی ان کے تعاون کے بغیر خود احمد شاہ ابدالی کے وسائل اس کام کے لئے بہت حقیر تھے کہ وہ بڑے پیمانے پر فتوحات کی کوشش کرتا۔ وہ خود ایسی مملکت کا سربراہ تھا جو اپنے اندر سرکش اور شورش پسند عناصر رکھتی تھی۔ ان وجوہ سے پانی پت کے فاتحوں نے برعظیم میں برطانوی سلطنت کے قیام کا راستہ نادانستہ طور پر ہموار کر دیا (۱۸)

انگریزوں کی ریشہ دوانیاں

انگریز سترہویں صدی عیسوی کے اختتام پر تجارت کی غرض سے برصغیر آئے اور ایسٹ انڈیا کمپنی کے نام سے تجارتی سرگرمیاں شروع کیں لیکن سلطنت مغلیہ کے زوال و انتشار کو دیکھ کر سیاسی سرگرمیوں میں بھی حصہ لینے لگے اور ریاستی معاملات میں مداخلت کرنے لگے۔ بنگال کے نواب علی وردی خان بروقت ان کی شاطرانہ چالوں کو جان گئے اور ان کے خلاف سخت اقدامات کئے بعد میں ان کے نواسے نواب سراج الدولہ نے بھی ان پر کڑی نظر رکھی لیکن اس نے اپنے ہی ایک فوجی افسر میر جعفر کی غداری کے باعث ۱۷۵۷ء میں پلاسی کے میدان میں انگریزوں سے شکست کھائی۔ اس فتح سے ان کے حوصلے بڑھ گئے ۱۷۶۱ء میں مرہٹوں کی تباہی سے ہندوستان میں جو طاقت کا خلا۔ پیدا ہوا تو انہوں نے اس موقع سے فائدہ اٹھاتے ہوئے اپنی ریشہ دوانیوں میں اضافہ کر دیا۔ انہیں روکنے کے لئے نجیب الدولہ، حافظ رحمت خان، حیدر علی اور ٹیپو سلطان نے یکے بعد دیگرے مزاحمت کی لیکن انگریزوں کو بہتر اسلحہ، بہترین فوجی تنظیم، اعلیٰ درجے کی بحری قوت، ایک منظم و مضبوط مرکزی حکومت کی سرپرستی اور متعدد بے ضمیر مقامی باشندوں کی تائید و حمایت (غداری) کی بدولت غیر معمولی تفوق حاصل تھا (۱۹) اور آہستہ آہستہ وہ تمام برصغیر پر چھا گئے

علمی و روحانی حالت:-

ہندوستان کی اس دگرگوں اور زوال پذیر سیاسی و عسکری حالت میں جب اس صدی کی علمی و روحانی، تعلیمی و تدریسی، تصنیفی و تالیفی اور اصلاح و تربیت کی کوششوں پر نظر ڈالی جائے تو یہ دیکھ کر عقل دنگ رہ جاتی ہے کہ اس دور میں ایسے ایسے باکمال اور صاحب حال حضرات پیدا ہوئے جن کے علم و فضل اور اخلاق و کردار کا ایک زمانہ معترف ہے۔

مولانا ابوالحسن علی ندوی اس پر روشنی ڈالتے ہوئے رقم طراز ہیں۔

"ہندوستان کے اس دور کا علمی و روحانی پہلو اور اس دور انحطاط میں ایسی قد آور شخصیتوں کا ظہور ایک مریض اور بر سر انحطاط معاشرہ کی اندرونی قوت و مقابلہ کا ثبوت اور اسلام کی مرد آفرینی اور آدم سازی کی صلاحیت کی دلیل ہے" (۲۰)

اس مختصر مضمون میں ان تمام علماء و مشائخ کا احاطہ تو ممکن نہیں جو بارہویں صدی ہجری میں ہندوستان بھر میں دینی و روحانی اور علمی و ادبی کوششوں میں مصروف تھے۔ البتہ چند نامی گرامی ہستیوں کا ذکر کیا جاتا ہے تاکہ اس دور کی علمی و روحانی حالت کا ایک نقشہ قارئین کے سامنے آجائے۔

حضرات علماء کرام:-

حضرت علامہ قاضی محب اللہ بہاری رحمت اللہ علیہ

(المتوفی ۱۱۱۹ھ۔۱۷۰۷ء)

آپ صوبہ بہار کے ایک گاؤں محب علی پور میں پیدا ہوئے۔ حضرت ملا قطب الدین رحمت اللہ علیہ کے تلمیذ خاص تھے۔ علوم کے سمندر اور ستاروں میں چاند کی مانند تھے۔ اورنگزیب کی طرف سے یکے بعد دیگرے لکھنؤ اور حیدر آباد کے قاضی مقرر کیے گئے۔ کئی بلند پایہ کتابوں کے مصنف ہیں جن میں منطق کی "سلم العلوم" اور اصول فقہ کی "مسلم الثبوت" کو علمی حلقوں میں لازوال شہرت نصیب ہوئی (۲۱) تقریباً ایک صدی تک ہندوستان کے علماء و مدرسین ان دونوں کتابوں کی شرح و تحشیہ میں مصروف رہے اور مصر تک کے علماء کبار اور اساتذہ ازہر کی مرکز توجہ رہیں (۲۲)

حضرت علامہ ملا احمد بن ابو سعید رحمت اللہ علیہ

(المتوفی ۱۷۱۷ء)

آپ ملا جیون کے نام سے مشہور تھے اور اورنگزیب عالمگیر کے استاذ تھے جو آپ کے تبحر علمی کا بہت قائل تھا۔ آپ کی کتاب التفسیرات الاحمدیہ فی بیان الآیات الشرعیہ مشہور و معروف ہے جس میں قرآن حکیم کی اُن آیات کی تفسیر بیان کی گئی ہے جو اوامر و نواہی سے متعلق ہیں۔ نیز اصول فقہ کی مشہور کتاب المنار کی شرح نور الانوار کے نام سے کی ہے (۲۴)

حافظ امان اللہ بنارسی (المتوفی ۱۱۳۱ھ)

آپ حافظ قرآن، علوم معقول و منقول کے فاضل اور فروع و اصول کے ماہر تھے۔ اورنگزیب کے عہد میں لکھنؤ کے عہدہ صدارت (نگران اوقاف) پر فائز تھے۔ تفسیر، حدیث اور فقہ و اصول کے موضوع پر بہت سی کتابیں قلم بند کیں۔ آپ نے بنارس میں ایک درسگاہ کی بنیاد بھی رکھی۔ آخری عمر میں حضرت شاہ خوب اللہ آلہ آبادی سے نقشبندی سلسلے میں بیعت ہوئے (۲۴)

حضرت سید عبدالجلیل بلگرامی رحمت اللہ علیہ

(۱۰۱۷۔۱۱۳۸ھ)

آپ سید احمد حسین واسطی کے صاحبزادے تھے۔ علوم عقلی و نقلی مولانا غلام نقشبند سے حاصل کئے۔ سند حدیث سید مبارک محدث بلگرامی سے حاصل کی۔ تفسیر، حدیث، تاریخ، لغت، ادب اور شعرگوئی میں کامل مہارت رکھتے تھے۔ ابن معصوم لکھتے ہیں کہ "انہوں نے ہند میں عبدالجلیل بلگرامی جیسا کوئی عالم نہیں دیکھا" آپ کے صاحبزادے سید محمد بھی بلند پایہ شاعر تھے (۲۵)

حضرت ابوالحسن سندھی رحمت اللہ علیہ

(المتوفی ۱۱۳۸ھ)

آپ ٹھٹھہ (سندھ) میں پیدا ہوئے اور تعلیم مکمل کرنے کے بعد مدینہ منورہ چلے گئے اور وہیں مستقل سکونت اختیار کرلی۔ مدینہ منورہ میں وہ ایک عالم اور شارح کی حیثیت سے کافی مشہور ہوئے۔ آپ نے تمام صحاح ستہ پر حاشیے لکھے۔ مرادی نے "سلک الدُرر" میں آپ کی اور آپ کی تصانیف کی بہت تعریف کی ہے۔ حاجی خلیفہ نے بھی اُن کی تصانیف کا ذکر کیا ہے (۲۶)

حضرت مولوی امان اللہ دہلوی رحمت اللہ علیہ

(المتوفی ۱۱۵۱ھ)

آپ حضرت مولوی خیرالدین رحمت اللہ علیہ کے صاحبزادے تھے۔ عالم و فاضل، مشفق و مہربان متقی و پرہیز گار اور اخلاص حسنہ کے مالک تھے۔ بڑی عمدہ تصنیفات آپ نے یادگار چھوڑی ہیں۔ محمد شاہ کی طرف سے شیخ الاسلام کے منصب پر سرفراز ہوئے (۲۷)

حضرت حافظ مولوی محمد معظم صدیقی رحمت اللہ علیہ

(المتوفی ۱۱۵۸ھ)

آپ نے ایک عالمانہ گھرانے میں آنکھ کھولی۔ اپنے والد کے علاوہ حضرت علامہ مولانا عبدالحکیم سیالکوٹی رحمت اللہ علیہ سے علم حاصل کیا۔ آپ قرآن حکیم کے علاوہ تفسیر بیضاوی کے بھی حافظ تھے۔ بادشاہ کی طرف سے منصب قضاء پر سرفراز ہوئے۔ آپ نے قرآن حکیم کی ایک تفسیر لکھی تھی مگر سکھوں کے غلبہ میں وہ ضائع ہو گئی۔ مثنوی مولانا روم کی شرح بھی تحریر فرمائی۔ (۲۸)

حضرت مولوی حمداللہ سندیلوی رحمت اللہ علیہ

(المتوفی ۱۱۶۰ھ)

آپ حضرت ملا نظام الدین بن ملا قطب الدین سہالوی رحمت اللہ علیہما کے ارشد تلامذہ میں سے تھے۔ عالم باعمل اور طبیب حاذق تھے، سندیلہ میں ایک بہت بڑی درسگاہ قائم کی۔ آپ سے مستفید ہونے والے چند معروف علماء کرام کے نام یہ ہیں۔ قاضی احمد علی سندیلوی، مولوی احمد حسین لکھنوی، ملا باب اللہ جون پوری، مولوی محمد اعظم قاضی زادہ سندیلہ، مولوی عبداللہ بن مولوی زین العابدین مخدوم زادہ سندیلہ۔ آپ نے کئی درسی کتابوں پر حواشی تحریر کئے (۲۹)

حضرت ملا نظام الدین لکھنوی رحمت اللہ علیہ

(المتوفی ۱۱۶۱ھ)

آپ حضرت ملا قطب الدین سہالوی رحمت اللہ علیہ کے نامور فرزند تھے۔ اپنے تمام بھائیوں میں وحید عصر، فرید الدہر اور جامع العلوم ظاہر و باطن تھے۔ آپ کی تدریس کے مقابلے میں علاقے کے تمام علماء و مدرسین کی محافل تدریس سرد پڑ گئیں۔ برصغیر ہندوپاک میں شاید ہی

کوئی ایسا عالم ہو گا جو ان کا یا ان کے شاگردوں کا شاگرد نہ ہو۔ سلسلہ عالیہ قادریہ میں حضرت شاہ عبدالرزاق بانسوی رحمت اللہ علیہ کے مرید تھے۔ مولانا شبلی نعمانی کی تحقیق کے مطابق درس نظامیہ اِنہیں ملا نظام الدین کے نام سے منسوب ہے (۳۰)

حضرت علامہ مفتی اخوند عبداللہ کشمیری رحمت اللہ علیہ

(المتوفی ۱۱۷۱ھ)

آپ حضرت خواجہ محمد فاضل رحمت اللہ علیہ کے صاحبزادے تھے۔ آپ نے زمانے کے ممتاز علماء سے تحصیل علم کے بعد لاہور اور پشاور کا سفر کیا۔ واپسی پر مفتی کشمیر مقرر ہوئے۔ درس و تدریس کا سلسلہ برابر جاری رکھا اور کشمیر کے اجل علماء حضرت بابا عثمان، بابا عبداللہ، ملا عبدالمومن، میر محی الدین قادری، قاضی محمد حسین، ملا نورالدین اور قوام الدین محمد مفتی وغیرہ آپ کے تلامذہ میں شامل ہیں۔ آخری عمر میں مفتی کشمیر کا عہدہ چھوڑ کر عبادت و ریاضت میں مشغول ہو گئے (۳۱)

حضرت علامہ حاجی محمد ہاشم قادری سندھی رحمت اللہ علیہ

(۱۱۰۴ھ-۱۱۷۴ھ)

آپ حضرت علامہ عبدالغفور سیستانی کے بیٹے اور مخدوم ضیاء الدین کے شاگرد تھے۔ عربی و فارسی اور سندھی تینوں زبانوں کے ماہر تھے۔ ۳۰۰ سے زیادہ کتابیں لکھیں اور مکتوبات تو ہزاروں سے متجاوز ہیں۔ سلسلہ عالیہ قادریہ میں حضرت شیخ سید سعداللہ قادری سورتی رحمت اللہ علیہ سے بیعت و خلافت رکھتے تھے۔ آپ کی کوششوں سے سینکڑوں غیر مسلموں نے اسلام قبول کیا۔ نادر شاہ افشار اور احمد شاہ ابدالی آپ کے بہت قدردان تھے اور اکثر ان سے آپ کی خط و کتابت رہتی تھی (۳۲)

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمت اللہ علیہ

(۱۱۱۴ھ-۱۱۷۶ھ)

آپ حضرت شاہ عبدالرحیم کے صاحبزادے اور ہند کے مشہور محدث و فقیہ تھے۔

پندرہ سال کی عمر میں علوم مروجہ کی تکمیل کے بعد اپنے والد ماجد سے سلسلہ نقشبندیہ میں بیعت ہوئے اور ۱۱۴۳ھ میں مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ تشریف لے گئے اور وہاں کے علماء و مدرسین سے تحصیل علم کیا۔ مدینہ منورہ کے مشہور محدث اور صوفی ابوطاہر محمد بن ابراہیم سے سند اور خرقہ حاصل کیا۔ دہلی واپس آنے کے بعد علمی و تعلیمی مشاغل میں مصروف ہو گئے اور بڑی تعداد میں کتابیں لکھیں۔ ایک عالم کی حیثیت سے ان کی شہرت برعظیم پاک و ہند میں ہی محدود نہ رہی اور اس دور کے اسلامی علوم کی تاریخ میں انہوں نے ایسا مرتبہ حاصل کیا جس کی نظیر نہیں ملتی (۳۳)

حضرت علامہ مولوی رستم علی قنوجی رحمۃ اللہ علیہ

(۱۱۱۵ھ۔۱۱۷۸ھ)

آپ مولوی حضرت علی اصغر رحمۃ اللہ علیہ کے صاحبزادے تھے۔ ابتدائی کتابیں والد سے پڑھیں اور بعد میں ملا نظام الدین لکھنوی رحمۃ اللہ علیہ سے تکمیل فرمائی۔ تفسیر صغیر اور شرح منار آپ کی مشہور تصانیف ہیں (۳۴)

مورخ کشمیر حضرت خواجہ محمد اعظم رحمۃ اللہ علیہ

(المتوفی ۱۱۸۵ھ)

آپ حضرت خیر الزمان کشمیری مجددی رحمۃ اللہ علیہ کے صاحبزادے تھے۔ کشمیر کے نامور مؤرخ اور سلسلہ عالیہ نقشبندیہ میں حضرت شیخ مراد مجددی کے خلیفہ تھے۔ شعر گوئی اور تاریخ نویسی میں کامل مہارت رکھتے تھے۔ تاریخ اعظمی کشمیر مشہور و معروف تصنیف ہے۔ کئی دیگر کتابیں بھی قلم بند فرمائیں (۳۵)

حضرت مولانا محمد علی بدایونی رحمۃ اللہ علیہ

(۱۱۳۴۔۱۱۹۷ھ)

آپ ایک عالمانہ گھرانے کے چشم و چراغ تھے۔ دادا حضرت علامہ عبداللطیف جامع مسجد بدایون کے خطیب تھے۔ اپنے دور کے صاحبان کمال کی خدمت میں پہنچ کر علم حاصل کیا۔ حضرت

پیر عبداللہ دہلوی رحمت اللہ علیہ سے قادریہ سلسلہ میں بیعت کی۔ تذکرہ علماء ہند کے مؤلف آپ کی عظمت و رفعت کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔ "ان کے کمالات کی تفصیل کے لئے اس مختصر کتاب میں گنجائش نہیں" (۳۶)

حسان الہند سید غلام علی آزاد بلگرامی رحمت اللہ علیہ

(۱۱۱۶۔۱۲۰۰ھ)

آپ حضرت سید نوح حسینی حنفی چشتی بلگرامی کے بیٹے تھے۔ اپنے زمانے کے جلیل القدر علماء سے استفادہ کیا، سند حدیث اپنے نانا حضرت سید عبدالجلیل بلگرامی رحمت اللہ علیہ سے حاصل کی۔ ڈاکٹر زبید احمد لکھتے ہیں۔ "جس طرح امیر خسرو ہند کے سب سے بڑے فارسی شاعر کی حیثیت سے مشہور ہیں اسی طرح غلام علی آزاد یہاں کی عربی شاعری میں امتیازی مرتبہ کے حامل ہیں آزاد کو بجا طور پر حسان الہند کا لقب دیا گیا ہے۔ جس طرح کے خاقانی کو (حسان العجم) کہا جاتا ہے" (۳۷) آزاد نے عربی کے دو دیوان اور فارسی کے ایک دیوان کے علاوہ عربی و فارسی میں بے شمار کتابیں تصنیف کیں جن میں "سبحتہ المرجان فی آثار ہندوستان" "ماثر الکرام" اور "شرح صحیح البخاری" وغیرہ یادگار تصانیف ہیں (۳۸)

حضرت مشائخ عظام

علماء کرام نے عموماً بڑے بڑے شہروں کو اپنی علمی و ادبی سرگرمیوں کا مرکز بنایا اور اپنے علم و فضل سے لوگوں کو ظاہری طور پر مستفید فرمایا۔ لیکن حضرات مشائخ عظام نے شہروں کے ساتھ ساتھ دیہات اور دور دراز مقامات پر بھی اپنی توجہ مبذول فرمائی اور وہاں پر علم و عرفان کی ایسی مشعلیں روشن فرمائیں جن سے نہ صرف کفر و شرک اور جہالت و ضلالت کے اندھیرے دور ہوئے بلکہ بارہویں صدی ہجری کے انتشار و زوال کے دوران یہ آستانے رشد و ہدایت اور امید و رجا کے بہترین مراکز ثابت ہوئے اور حضرات مشائخ عظام ایک طرف حزن و یاس اور اخلاقی و معاشرتی پستی کے اس تاریک دور میں اصلاح انسانیت، تزکیہ نفوس اور تصفیہ قلوب کی جدو جہد میں مصروف دکھائی دیتے ہیں تو دوسری طرف علم و ادب کی سرپرستی اور اس کے فروغ

کی کوششوں میں بھی نمایاں نظر آتے ہیں۔ حضرات صوفیاء کرام کی انہی مساعی جمیلہ کا اعتراف کرتے ہوئے شیخ محمد اکرام صاحب لکھتے ہیں۔

"زوالِ حکومت کے زمانے میں البتہ تصوف کو پھر فروغ ہوا اور خانقاہ نشین بزرگوں میں نہ صرف سربرآوردہ ہستیاں پیدا ہوئیں بلکہ کئی نقشبندی بزرگوں مثلاً وحدت، گلشن اور مظہر نے فارسی ادب میں نام حاصل کرنے کے علاوہ مقامی زبان کی سرپرستی کی اور اس عمل کو تقویت دی" (۳۹)

جبکہ ابوالحسن علی ندوی رقم طراز ہیں۔

"یہ زمانہ سلاسل ثلاثہ قادریہ، چشتیہ، نقشبندیہ کے شیوع وانتشار (ترویج واشاعت) کا زمانہ تھا اور تینوں سلسلوں کے شیوخ کاملین موجود تھے" (۴۰)

حضرت شیخ المشائخ حافظ عبدالغفور صاحب نقشبندی پشاوری

(۱۰۵۲ھ۔ ۱۱۱۶ھ)

آپ کشمیر میں پیدا ہوئے۔ علم ظاہری سے آراستہ ہونے کے بعد حضرت شیخ سعدی لاہوری رحمت اللہ علیہ سے سلسلہ نقشبندیہ قادریہ، چشتیہ اور سہروردیہ میں خلافت حاصل کی اور پشاور کو رونق بخشی۔ آپ تمام رات حبس دم اور مراقبہ میں گزار دیتے۔ آپ کے لنگر سے روزانہ ۵۰۰ آدمیوں کو کھانا مہیا کیا جاتا۔ نیز غرباء ومساکین اور فقراء کو نقد روپے اور لباس بھی فراہم کیا جاتا تھا۔ محدث کبیر حضرت شاہ محمد غوث قادری گیلانی رحمت اللہ علیہ کے ساتھ آپ کے گہرے مراسم تھے۔ مزار اقدس پشاور میں مرجع خلائق ہے (۴۱)

حضرت شیخ اخوند محمد نعیم نقشبندی رحمت اللہ علیہ

(المتوفی ۱۱۲۱ھ)

آپ حضرت حاجی عبداللہ المعروف حاجی بہادر کوہاٹی رحمت اللہ کے خلیفہ اور اپنے زمانے کے اکمل ترین اولیاء اللہ میں سے تھے۔ جب ذکر الٰہی فرماتے تو دیواریں بھی اس ذکر میں مشغول ہو جاتیں جن کی آوازیں تمام لوگ سنتے، محدث کبیر حضرت شاہ محمد غوث صاحب

قادری گیلانی رحمت اللہ علیہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوتے اور علم ظاہری و باطنی سے استفادہ فرمایا۔ آپ کا مزار موضع کامہ جلال آباد افغانستان میں ہے (۴۳)

حضرت حافظ شیخ فرخ شاہ صاحب نقشبندی

(المتوفی ۱۱۲۳ھ)

آپ حضرت مجدد الف ثانی کے پوتے تھے۔ والد کا اسم گرامی حضرت شیخ سعید رحمت اللہ علیہ ہے۔ علوم ظاہری و باطنی کے جامع اکمل ترین عالم، محدث، مصنف اور عارف باللہ تھے۔ ستر ہزار احادیث مع اسناد اور جرح و تعدیل کے آپ کو یاد تھیں۔ جن کے باعث حافظ کے لقب سے مشہور تھے۔ تمام عمر حدیث اور سلوک کی کتابوں کا درس دیتے رہے۔ محدث کبیر حضرت شاہ محمد غوث قادری گیلانی رحمت اللہ علیہ نے اثنائے سفر سرہند پہنچ کر آپ سے ملاقات کی تھی (۴۴)

حضرت شیخ محمد صبغت اللہ مجددی نقشبندی رحمت اللہ علیہ

(المتوفی ۱۱۲۳ھ)

حضرت شیخ محمد معصوم بن حضرت مجدد الف ثانی رحمت اللہ علیہما کے صاحبزادے تھے۔ آپ علوم ظاہری اور باطنی میں یکتا و یگانہ تھے۔ آپ کی ذات تصرفات و کرامات کا منبع تھی۔ محدث کبیر آپ سے ملاقات کا ذکر یوں بیان فرماتے ہیں۔

"حضرت میاں صبغت اللہ حضرت شیخ احمد سرہندی کے پوتے ہیں جو بہت ہی جلیل القدر بزرگ، صاحب ارشاد، تاثیر الحال اور طریقہ نقشبندیہ میں فرد زمانہ ہیں۔ آپ نے بار بار خاص توجہات سے نوازا اور آپ کی صحبت سے پورا اثر پایا" (۴۴)

حضرت شیخ عبد الاحد المعروف میاں گل رحمت اللہ علیہ

(المتوفی ۱۱۲۶ھ)

آپ حضرت شیخ فرخ شاہ کے بھائی تھے۔ کتب کثیرہ کے مصنف اور شاعر بھی تھے۔ وحدت تخلص تھا۔ والد گرامی کے انتقال پر مسند نشین ہوئے اور ۵۶ برس تک جلوہ افروز رہتے

ہوتے دعوت وارشاد میں مشغول رہے۔ محدث کبیر آپ کے متعلق لکھتے ہیں۔

"حضرت میاں عبدالاحد نہایت بزرگ اور کمال درجے پر فائز ہیں۔ قلیل عرصے میں سالک کو سلوک کی تمام منازل طے کروا دیتے ہیں۔ اس فقیر (شاہ محمد غوث) کے ساتھ بہت مہربانی کے ساتھ پیش آتے اور اپنے دادا (مجدد الف ثانی) کی قبر مبارک پر لے جاکر توجہ فرمائی۔ آپ کی صحبت سے بہت سے اثرات ظاہر ہوئے اور رخصت کے وقت اپنی کتاب "معجزات نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عطا فرمائی" (۴۵)

حضرت سرالاعظم شیخ یحیی نقشبندی

المعروف اٹک حضرت جی صاحب رحمت اللہ علیہ (المتوفی ۱۱۳۱ھ)

آپ جلیل القدر عالم و فاضل اور حضرت شیخ سعدی لاہوری رحمت اللہ علیہ کے مرید وخلیفہ تھے۔ افراد زمانہ سے تھے۔ ہروقت یاد الٰہی اور مراقبے میں ڈوبے رہتے تھے۔ آپ کی عظمت اور رفعت کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ آپ کے پیرو مرشد نے تمام مریدین کو آپ کی صحبت اختیار کر کے فیوض وبرکات کے حصول کی تلقین فرمائی۔ حضرت محدث کبیر رحمت اللہ علیہ نے اپنے رسالہ در کسب سلوک میں آپ کی بہت زیادہ تعریف بیان فرمائی اور آپ سے حاصل ہونے والے فیوض وبرکات کا بھی ذکر فرمایا۔ آپ کا مزار فیض آثار دریائے سندھ کے کنارے جی ٹی روڈ پر اٹک پل کے قریب واقع ہے (۴۶)

حضرت سید محمد سعید المعروف میراں بھیک چشتی

(المتوفی ۱۱۳۱)

آپ کا تعلق صحیح النسب ترمذی سادات سے تھا۔ ذوق وشوق، وجد وسماع، استغراق اور عشق میں اپنا ثانی نہیں رکھتے تھے۔ آپ کے مریدین بھی ابدال واوتاد کے مراتب پر فائز تھے۔ اکثر ذکر جہر میں مشغول رہتے۔ آپ سے بے شمار کرامات کا صدور ہوا۔ جنہیں آپ کے ایک مرید شاہ لطف اللہ انبالوی نے "ثمرۃ الفواد" کے نام سے جمع فرمایا ہے (۴۷) محدث کبیر حضرت شاہ محدم غوث قادری گیلانی رحمت اللہ علیہ نے آپ سے ملاقات فرمائی اور سلسلہ چشتیہ کے کبار اذکار، ذکر سہ پایہ، ہشت رکنی اور ذکر محمود کی اجازت حاصل کی۔ آپ نے پانچ رمضان المبارک

۱۱۳۱ھ کو وصال فرمایا۔ اور موضع گھڑام مشرقی پنجاب میں مدفون ہیں (۴۸)

حضرت میاں عصمت اللہ قادری نوشاہی

(المتوفی ۱۱۳۷ھ)

آپ سلسلہ عالیہ قادریہ نوشاہیہ کے امام حضرت حاجی محمد نوشہ گنج بخش رحمت اللہ علیہ کے پوتے تھے۔ مختلف بزرگوں سے استفادہ کے بعد آخر میں حضرت شیخ عبدالرحمٰن پاک نوشاہی رحمت اللہ علیہ سے سلوک و معرفت کی تکمیل فرمائی۔ آپ کی صحبت بہت پر تاثیر تھی۔ جو بھی حاضر ہوتا فیوض و برکات حاصل کرتا۔ محدث کبیر شاہ محمد غوث قادری گیلانی رحمت اللہ علیہ اس کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔ "یہ فقیر بھی آپ کی صحبت سے متاثر ہوا اور رقت قلبی جاری ہوا، اگرچہ حرکت قلب پہلے ہی سے کافی موجود تھی لیکن رونا اور درد آپ کی صحبت سے بڑھا۔ چند دن کے بعد اجازت لے کر اپنے وطن واپس لوٹ آیا۔ تو اثر جاتا رہا۔ ۱۲ برس تک ہر سال آپ کی خدمت میں آتا جاتا رہا جب آپ کی صحبت میں ہوتا یہ اثر زیادہ ہوتا، جب واپسی ہوتی یہ اثر زائل ہو جاتا مگر اپنی قدیم نسبت قائم رہتی" (۴۹)

حضرت پیر زہدی قادری چشتی نقشبندی سہروردی

لاہوری رحمت اللہ علیہ (المتوفی ۱۱۴۰)

آپ کا اسم گرامی وجیہہ الدین تھا۔ سلسلہ نقشبندی میں شیخ سعدی لاہوری کے مرید تھے۔ جبکہ سلسلہ سہروردیہ میں حضرت جان محمد لاہوری کے دست گرفتہ تھے۔ چشتیہ سلسلے میں حضرت میراں بھیک چشتی رحمت اللہ علیہ سے خلافت رکھتے تھے اور سلسلہ قادریہ میں محدث کبیر حضرت شاہ محمد غوث قادری گیلانی رحمت اللہ علیہ سے بیعت و خلافت حاصل کی۔ علوم ظاہری و باطنی کے اکمل ترین عالم اور مشائخ عظام میں یگانہ روز ہستی تھے۔ مزار شریف مزنگ لاہور میں واقع ہے (۵۰)

حضرت شیخ کلیم اللہ چشتی جہاں آبادی رحمت اللہ علیہ

(۱۰۶۰ھ۔ ۱۱۴۲ھ)

آپ نے علوم متداولہ کی تکمیل کے بعد مدینہ منورہ میں حضرت شیخ یحییٰ مدنی سے

سلوک و معرفت کی تکمیل فرمائی اور بیعت و خلافت سے آراستہ ہو کر واپس ہندوستان تشریف لاتے اور سلسلہ چشتیہ کی اشاعت شروع کی۔ آپ کی خانقاہ علم و عرفان کا ایسا مرکز تھی۔ جہاں سے فیض یافتہ حضرات نے ہندوستان کے کونے کونے میں رشد و ہدایت کے چشمے جاری کیے۔ اورنگزیب کا بیٹا بہادر شاہ اول شیعہ عقائد سے تائب ہونے کے بعد آپ کا مرید ہوا (۵۱)

حضرت شیخ حامد قادری سہروردی رحمت اللہ علیہ

(المتوفی ۱۱۶۰ھ)

آپ نے سلسلہ عالیہ قادریہ میں حضرت میاں میر رحمت اللہ علیہ سے بیعت و اجازت حاصل کی تھی۔ جبکہ سلسلہ سہروردیہ میں حضرت مولانا تیمور صاحب لاہوری رحمت اللہ کے مرید و خلیفہ تھے۔ آپ نے تمام عمر لاہور میں علوم مروجہ کی تدریس و تعلیم میں گزاری۔ تلاوت قرآن حکیم ایسی خوش الحانی سے کرتے کہ پنجاب بھر میں کوئی آپ کا ثانی نہ تھا۔ اسی طرح اپنے زمانے کے بے مثل استاذ درویش منش بزرگ اور مرشد وقت تھے۔ محدث کبیر نے آپ سے اپنی ملاقات کا ذکر یوں بیان فرمایا ہے۔

"میں نے رات میاں میر رحمت اللہ علیہ کے مزار پر گزاری انہوں نے خواب میں ایک شغل (ورد) عنایت فرمایا، ساتھ ہی یہ بھی فرمایا کہ اس کا کسی سے ذکر نہ کرنا۔ چنانچہ صبح اٹھ کر حضرت سید علی ہجویری رحمت اللہ علیہ المعروف داتا گنج بخش کے مزار اقدس پر حاضر ہوا وہاں ایک بزرگ حامد نامی سے ملاقات ہوئی میں نے ان سے سلوک و معرفت کے حصول کی خواہش کی۔ تو آپ نے فرمایا کہ حضرت میاں میر رحمت اللہ نے آپ کو جو شغل بتایا ہے، وہی کافی ہے (۵۲)

حضرت شاہ محمد فخرالدین چشتی

دہلوی رحمت اللہ علیہ (۱۱۲۶-۱۱۹۹ھ)

آپ حضرت شاہ نظام الدین ولی اورنگ آبادی کے صاحبزادے تھے۔ جب پیدا ہوئے تو حضرت شاہ کلیم اللہ رحمت اللہ علیہ نے نام تجویز فرماتے ہوئے پیشن گوئی کی یہ بچہ دہلی میں رشد و ہدایت کی شمع روشن کرے گا۔ چنانچہ یہ بشارت سو فی صد سچ ثابت ہوئی اور آپ نے

جب دہلی میں درس و تدریس اور رشد و ہدایت کا سلسلہ شروع فرمایا تو دہلی کے تمام مدارس و علمی مراکز کی رونق ماند پڑ گئی۔ اور آپ کی مساعی جمیلہ سے چشتی نظامی سلسلے کو نئی زندگی ملی اور ملتان شریف، چاچڑاں شریف، تونسہ شریف، خیر آباد شریف، مکھڈ شریف، سیال شریف اور گولڑہ شریف جیسی عظیم الشان خانقاہیں وجود میں آئیں۔ بادشاہ وقت اکبر شاہ ثانی بھی آپ کا مرید تھا اور آپ کے حالات نظام الملک کے پوتے نواب غازی الدین خان وزیر سلطنت نے "مناقب فخریہ" کے نام سے جمع کئے ہیں۔ (۵۴)

بارہویں صدی ہجری کے اس دور انحطاط میں محدث کبیر حضرت شاہ محمد غوث قادری گیلانی رحمت اللہ علیہ نے دین اسلام کی تبلیغ، سلسلہ عالیہ قادریہ کی اشاعت اور رشد ہدایت کا جو بلند ترین فریضہ سرانجام دیا اس کی نورانی و روحانی کرنیں ہندوستان، پاکستان، کشمیر اور افغانستان تک پھیلی ہوئی ہیں۔ ان کی تفصیلات اس مختصر مضمون میں بیان کرنا ممکن نہیں البتہ اس کی ایک جھلک دیکھنے کے لئے امیر الثقلین، بقیۃ السلف، حجۃ الخلف، استاذی و مرشدی حضرت علامہ سید محمد امیر شاہ قادری گیلانی مدظلہ العالی المعروف بہ "مولوی جی صاحب" مدیر اعلیٰ "الحسن" کی زندگی اس وقت ایک کھلی کتاب کی مانند دنیا والوں کے سامنے موجود ہے۔ آپ حسب و نسب میں ممتاز ہونے کے علاوہ شریعت و طریقت کے جامع اور اخلاق و کردار میں اپنی مثال آپ ہیں۔ آپ نے اسلاف کے نقشِ قدم پر چلتے ہوئے آستانہ عالیہ قادریہ حسنیہ حضرت آقا پیر جان صاحب رحمت اللہ علیہ یکہ توت پشاور کو بیک وقت مسجد، تربیت گاہ اور لنگر غوثیہ سے آراستہ فرما رکھا ہے۔

آپ کی یہ خانقاہ معلی نمازیوں کے لئے مسجد کی ضرورت پوری کر رہی ہے۔

علوم اسلامیہ کے طلباء کے لئے درس گاہ کا کام کر رہی ہے۔

سلوک و معرفت کے طلب گاروں کے لئے روحانی تربیت گاہ کی حیثیت رکھتی ہے۔

غذائی ضروریات کے لئے لنگر خانہ اور لاعلاج مریضوں کے لئے شفاخانہ ہے۔

بلکہ دنیا بھر کے ستائے اور مصائب و آلام کے مارے ہوؤں کے لئے ایک ایسی پناہ گاہ ہے جہاں انہیں سکون و اطمینان نصیب ہوتا ہے۔

الغرض قبلہ و کعبہ حضور مولوی جی صاحب مادیت اور قحط الرجال کے اس دور میں فیوض

وبرکات کا منبع اور دنیا والوں کے لئے اللہ تبارک و تعالیٰ کی ایک بہترین نعمت ہیں اور آپ کی حیات طیبہ دعوتِ فکر دے رہی ہے کہ جس عظیم ہستی کی آٹھویں پشت میں سجادہ نشین کی یہ کیفیت ہے کہ زمانہ اس کی نظیر پیش کرنے سے قاصر ہے تو بارہویں صدی ہجری میں خود محدثِ کبیر حضرت شاہ محمد غوث صاحب رحمت اللہ علیہ کی شان و مرتبہ اور مقام کیا ہو گا؟

حواشی

۱ اشتیاق حسین قریشی، علماء میدان سیاست میں، اردو ترجمہ بلال احمد زبیری، شعبہ تصنیف و تالیف کراچی یونیورسٹی، ۱۹۹۴ء، ص ۱۲۸

۲ ایضاً ص ۱۲۹

۳ ایضاً ص ۱۳۲

۴ اردو دائرہ معارف اسلامیہ، دانش گاہ پنجاب لاہور، ج ۵، ص ۳۸۶

۵ صاحبزادہ عبدالرسول، تاریخ پاک و ہند، ایم آر برادرز لاہور، ص ۱۸۹

۶ ایضاً اشتیاق حسین قریشی، ص ۱۳۷

۷ ایضاً صاحبزادہ عبدالرسول ص ۱۸۹

۸ نقوش لاہور نمبر، ادارہ فروغ اردو لاہور، فروری ۱۹۶۲، ج ۱، ص ۷۴-۷۵

۹ ایضاً صاحبزادہ عبدالرسول ص ۱۹۰

۱۰ ایضاً دائرہ معارف اسلامیہ، ج ۲۰ ص ۴۸۶

۱۱ ایضاً دائرہ معارف اسلامیہ ج ۷، ص ۱۶

۱۲ ایضاً اشتیاق حسین قریشی ص ۱۳۱

۱۳ ایضاً نقوش لاہور نمبر، ج ۱، ص ۸۷

۱۴ ایضاً ج ۱، ص ۸۷

۱۵ مفتی غلام سرور لاہوری، خزینۃ الاصفیاء، نول کشور، لکھنؤ ۱۸۷۳ء، ج ۱، ص ۱۸۵

= مولانا حکیم احمد علی خان اسرار و تصوف مطبع فیض منبع لاہور، ۱۳۱۱ھ ص ۱۱۵-۱۱۴

= ڈاکٹر ام سلمیٰ گیلانی، محدث کبیر شاہ محمد غوث کی دینی و علمی خدمات، مکتبہ الحسن پشاور ۱۹۹۰ء، ص ۱۹-۱۸

۱۶ ایضاً اشتیاق حسین قریشی، ص ۱۳۱

۱۷ ایضاً صاحبزادہ عبدالرسول، ص ۱۸۰

۱۸ ایضاً اشتیاق حسین قریشی، ص ۱۳۶-۱۳۵

۱۹ ایضاً اردو دائرہ معارف اسلامیہ، ج ۵، ص ۳۸۷

۲۰ ابوالحسن ندوی، تاریخ دعوت و عزیمت، مجلس نشریات اسلام کراچی ۱۹۸۴ء، ج ۵، ص ۵۹
۲۱ مولوی رحمٰن علی، تذکرہ علمار ہند، اردو ترجمہ ڈاکٹر محمد ایوب قادری، پاکستان ہسٹاریکل سوسائٹی کراچی، بار اول ۱۹۶۱ء، ص ۴۰۵
۲۲ ایضاً ابوالحسن علی ندوی، ص ۵۹،
۲۳ ڈاکٹر زبید احمد، عربی ادبیات میں پاک و ہند کا حصہ، اردو ترجمہ شاہد حسین رزاقی، ادارہ ثقافت اسلامیہ بار دوم ۱۹۸۷ء، ص ۴۸
۲۴ ایضاً مولوی رحمٰن علی، ص ۱۱۹
۲۵ ایضاً ڈاکٹر زبید احمد، ص ۲۴۲
۲۶ ایضاً ص ۶۸
۲۷ ایضاً مولوی رحمٰن علی، ص ۱۲۱،
۲۸ ایضاً ص ۴۷۱
۲۹ ایضاً ص ۱۶۹
۳۰ ایضاً ص ۵۴۶
۳۱ ایضاً ص ۲۶۳
۳۲ ابو سراج محمد طفیل، تحفۃ الزائرین، حصہ چہارم، ص ۲۴۶ تا ۳۲۵
۳۳ ایضاً ڈاکٹر زبید احمد ص ۴۹۔۵۰
۳۴ مولوی رحمٰن علی، ص ۱۹۰
۳۵ ایضاً ص ۴۱۶
۳۶ ایضاً، ۴۵۴
۳۷ ڈاکٹر زبید احمد، ص ۲۴۵
۳۸ مولوی رحمٰن علی، ص ۳۶۳۔ ۳۶۲
۳۹ شیخ محمد اکرام، رود کوثر، فیروز سنز لاہور، اشاعت سوم ۱۹۵۸ء، ص ۶۳۲
۴۰ ابوالحسن علی ندوی، ج ۵، ص ۶۰
۴۱ ڈاکٹر ام سلمیٰ گیلانی، ص ۲۸۸۔۲۸۶
۴۲ ایضاً ص ۲۹۰۔۲۸۹
۴۳ ایضاً ص ۲۹۲۔۲۹۱
۴۴ ایضاً ص ۲۹۵۔۲۹۴
۴۵ ایضاً ص ۲۹۷۔۲۹۶
۴۶ ایضاً ص ۲۹۹۔۲۹۸
۴۷ مولوی رحمٰن علی، ص ۴۰۱
۴۸ ڈاکٹر ام سلمیٰ گیلانی، ص ۳۰۰
۴۹ ایضاً ص ۳۰۲۔۳۰۱
۵۰ ایضاً ص ۳۰۲
۵۱ شیخ محمد اکرام، ص ۶۳۳۔۶۳۲
۵۲ ڈاکٹر ام سلمیٰ گیلانی، ۳۱۲۔۳۱۱
۵۳ شیخ محمد اکرام، ص ۳۳۳

پنجاب میں سلسلہ قادریہ کے علمی اور روحانی مراکز

خصوصاً شیخ المحدثین حضرت شاہ محمد غوث قادری گیلانی

پشاوری ثم لاہوری رحمت اللہ تعالیٰ علیہ

پیرزادہ اقبال احمد فاروقی

سلسلہ قادریہ نے دنیائے اسلام کو اپنے علمی اور روحانی فیوض و برکات سے مالا مال کیا ہے۔ لیکن پنجاب کی سرزمین پر اس سلسلہ کے بزرگوں نے جن علمی اور روحانی تصرفات کے اثرات مرتب کئے ہیں اس کی مثال نہیں ملتی۔ سلسلہ قادریہ کے بانی حضرت غوث اعظم الشیخ سید عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ تھے۔ آپ نے عالم اسلام کے سیاسی مرکز بغداد میں اپنی ساری زندگی عوام کی علمی اور روحانی تربیت میں گزاری۔ آپ ۴۷۰ھ ر ۱۰۷۸ء کو گیلان میں پیدا ہوئے اور ۵۶۰ھ ر ۱۱۶۴ء کو بغداد میں واصل بحق ہوئے۔ آپ کی نوے سالہ زندگی علمی اور روحانی منازل طے کرتے گزری۔ پھر ان روحانی اور علمی ترقیوں کے ساتھ ساتھ آپ نے مخلوق خدا کی رہنمائی میں جو کردار ادا کیا اس پر ساری امت مسلمہ آپ کی مرہون منت ہے۔ آپ نے اپنے علمی اور روحانی خزانوں سے لوگوں کو اتنا حصہ دیا کہ ہزاروں نہیں لاکھوں افراد آسمان ولایت کے آفتاب و ماہتاب بن کر چمکے اور اسلام کی روحانیت کو چار دانگ عالم میں پھیلاتے چلے گئے۔ مؤرخین نے حضرت شیخ سیدنا عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ کی زندگی کو تین حصوں میں تقسیم کیا ہے۔ ابتدائی سترہ سال اپنے شہر گیلان میں رہے۔[۱] پھر ۴۸۸ھ ر ۱۰۹۵ء میں بغداد پہنچے اور آٹھ سال کے اندر اندر مروجہ علوم دینیہ پر مکمل عبور حاصل کرلیا۔ بغداد ان دنوں مدینۃ العلوم تھا اور دنیا بھر میں علم دین کا مرکز تھا اور یہاں اپنے وقت کے بلند پایہ ارباب علم و فن موجود تھے۔ حضور سیدنا غوث الاعظم عبدالقادر رضی اللہ عنہ نے ان حضرات کی علمی مجالس سے بھرپور فائدہ اٹھایا اور علم کی تمام مروجہ شاخوں میں کمال حاصل کیا۔

ظاہری علوم سے فارغ ہو کر آپ اسلامی ممالک کی سیاحت پر نکلے اور اس طرح آپ

نے کئی سال مشاہیر اسلام سے ملاقاتوں کا ایک سلسلہ قائم کیا۔ سیرو سیاحت سے فارغ ہونے کے بعد ۲۵ سال کے طویل عرصے تک آپ ﷺ عراق کے جنگلات میں ریاضت و مجاہدہ میں مشغول رہے۔ ان مجاہدات میں آپ نے روحانیت کے بلند ترین مقامات حاصل کئے۔ ان روحانی منازل کی تفصیلات آپ پر لکھی جانے والی کتابوں میں ملتی ہیں۔

آپ کی زندگی میں اگرچہ عالم اسلام ایک سپرپاور کی حیثیت سے ساری کائنات ارضی پر چھایا ہوا تھا اور بغداد اسلامی خلافت کا پایہ تخت تھا مگر اخلاقی اور معاشرتی طور پر اسلامی سلطنتیں انحطاط کا شکار ہو رہی تھیں اور عوام میں بے راہ روی عام ہو گئی تھی۔ بغداد میں عباسی حکومت کے عیاش اور ست رو حکمران اقتدار پر براجمان تھے۔ اندلس میں بنوامیہ کی حکومت تھی۔ مصر میں بنو فاطمہ (شیعہ) حکمران تھے اور اسلامی حکومت کے مشرقی ممالک میں محمود غزنوی کی فتوحات کا سلسلہ پھیلا ہوا تھا۔

آپ ﷺ ریاضتوں اور مجاہدوں سے ۱۱۲۷ء میں فارغ ہوئے اس ۲۵ سالہ دور میں آپ نے روحانی منازل بھی طے کیں اور عالم اسلام کی رو بہ زوال حالت کا بھی مطالعہ کیا۔ چنانچہ آپ نے بغداد میں اپنے پیر و مرشد ابو سعید مبارک مخزمی کی جامع مسجد میں ایک عالم دین اور شیخ طریقت کی حیثیت سے ۱۶رشوال ۵۲۱ھ/۱۱۲۷ء کو تقریروں اور خطابات کا ایک ایسا سلسلہ شروع کیا جو زندگی کے آخری ایام میں چالیس سال کے عرصہ تک جاری رہا۔ آپ نے اس طویل عرصہ میں ہزاروں ارباب علم و روحانیت کو تربیت دی۔ اسلامی معاشرت کو سنوارنے کے لئے ایک انقلابی جدوجہد کی جس کے ثمرات تمام عالم اسلام تک پہنچے۔

آپ کے خلفاء خصوصاً آپ کی اولاد کے مقتدر افراد نے آپ کے "سلسلہ قادریہ" کے فروغ و اشاعت میں بھرپور حصہ لیا۔ مؤرخین نے آپ کے قابل قدر فرزندوں کی ان علمی خدمات کا تفصیلی جائزہ لیا ہے اور اپنی کتابوں میں ان کی تفصیلات بیان کی ہیں جو ان حضرات نے دنیا کے مختلف حصوں میں سرانجام دی تھیں۔

"تاریخ الاقطاب" کے مؤلف علام نے لکھا ہے کہ سب سے پہلے جس شخص نے

برصغیر پاک و ہند میں قدم رکھا' وہ حضرت سیدنا غوث الاعظم کے پوتے سید جمال اللہ "حیات المیر" زندہ پیر بن سید تاج الدین عبدالرزاق رحمت اللہ علیہ تھے انہیں بڑی طویل زندگی ملی ہے وہ لاہور پہنچے۔ صاحب تذکرہ "مشائخ قادریہ" کی تحقیق کے مطابق سید جمال حیات المیر لاہور کے اس محلہ میں قیام فرما ہوئے جہاں ان دنوں قبرستان میانی ہے۔ چونکہ آپ بہت طویل العمر تھے اس لئے آپ مختلف ادوار میں اہل اللہ کو فیض یاب کرتے رہے' چنانچہ اسی مقام پر حضرت محکم الدین شاہ صاحب حجرہ شاہ مقیم رحمت اللہ علیہ آپ کے سلسلہ قادریہ میں آپ سے بیعت ہوئے۔ اسی طرح شاہ عبداللطیف بری امام بھی آپ کے خلیفہ تھے۔ چونکہ آپ طویل العمر ہیں' اس لئے پنجاب کے مختلف قادری خاندانوں کے بانی حضرات آپ سے ہی سلسلہ قادریہ کی نسبت رکھتے ہیں۔

سید محمد غوث اوچی قادری رحمت اللہ علیہ

حضرت غوث الاعظم کی اولاد میں سید محمد غوث اوچی رحمت اللہ علیہ غالباً پہلے بزرگ ہیں جو ۸۸۷ھ/۱۴۸۲ء میں ملتان تشریف لائے اور اس صوبہ کے ایک مردم خیز شہر اوچ شریف کو اپنا مرکز ارشاد بنایا۔ صاحب "خزینۃ الاصفیا" نے لکھا ہے کہ سید محمد غوث قادری رحمت اللہ علیہ نے ہزاروں لوگوں کے علاوہ اس وقت کے مسلمان حکمرانوں میں سے سلطان حسین مرزا گورنر سندھ' ملتان اور سلطان سکندر لودھی والئی دہلی کو اپنا مرید بنایا' جس کی وجہ سے سلسلہ قادریہ کو بڑا فروغ ملا۔ تھوڑے ہی عرصہ میں اوچ شریف سارے پنجاب میں قادریوں کا مرکز روحانیت بن گیا۔ حضرت سید محمد غوث اوچی نے سلسلہ قادریہ کے فیضان کو دور دور تک پھیلایا۔ ملک میں قادری خانقاہیں قائم کیں' جس سے لوگوں کی علمی اور روحانی تربیت ہونے لگی۔ آپ کی کوششوں سے صرف علمی دنیا میں ہی انقلاب نہیں آیا بلکہ آپ کے روحانی تصرفات سے ملک کے سیاسی حالات پر بھی اثر پڑا "بحرالسرائر" کے مصنف نے لکھا ہے کہ سلطان بہلول لودھی نے جب اپنے بیٹے کی کمان میں نوے ہزار کا لشکر دے کر ملتان پر حملہ کرنے کو بھیجا' تو ملتان کے والی سلطان حسین مرزا کے پاس صرف دس ہزار سپاہی تھے۔ وہ بہت گھبرایا ہوا حضرت سید محمد غوث کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ نے فرمایا! مقابلے کے لئے میدان میں نکلو! فتح تمہاری ہوگی۔

حضرت سیدنا غوث الاعظمؓ نے تمہاری فتح کا پیغام ہمیں بھجوا دیا ہے۔ جنگ ہوئی بہلول لودھی کے عظیم لشکر کے پاؤں اکھڑ گئے اور وہ دہلی سے پہلے کہیں نہ ٹھہر سکا۔

حضرت سید محمد غوث رحمت اللہ علیہ اوچی کے سجادہ نشینوں نے آپ کے سلسلہ کو قائم رکھا' مزید وسعت دی اور اسے سارے ملک میں مربوط کر دیا۔ آپ کے دو سجادہ نشین سید مخدوم محمد غوث گیلانی اور مخدوم سید عبدالقادر ثانی ۸۶۲ھ؍ ۹۴۰ھ نے سلسلہ قادریہ کو علمی اور روحانی اشاعت کا ذریعہ بنا دیا۔ شاہ و گدا تمام ان کے فیوضات سے فیض یاب ہوئے۔ انہی بزرگوں کی اولاد "مخادیم گیلانیہ" کہلائی اور انہی "مخادیم گیلانیہ" کا سلسلہ حسب و نسب سارے پنجاب اور سندھ میں پھیلا اور انہی بزرگوں کی روحانی نسبت سے سارے ملک میں "قادری خانوادے" شہرت یافتہ ہوئے۔

قادری سلسلہ طریقت کی ایک انفرادی حیثیت رہی ہے کہ ان حضرات نے اگرچہ حکمرانوں کو اپنا مرید بنایا' مگر نہ ان سے کبھی جاگیر حاصل کی نہ انعام و اکرام' اگر کسی بادشاہ یا حکمران نے آگے بڑھ کر "عنایت خسروانہ" سے متاثر کرنے کی کوشش کی انہوں نے یہ کہہ کر رد کر دیا کہ یہ کام ہمارے بزرگوں کے خلاف ہے۔

مخدوم سید حامد گنج بخش رحمت اللہ علیہ

اوچ کے سجادہ نشینوں میں سے حضرت مخدوم سید حامد محمد گنج بخش رحمت اللہ علیہ نے روحانی تربیت میں بڑا کام کیا۔ وہ اپنے والد سید عبدالرزاق کے جانشین تھے اور اپنے دادا سید محمد غوث اوچی رحمت اللہ علیہ کی تعلیمات کو پھیلانے میں سرگرم عمل رہے۔ وہ ۹۷۸ھ میں فوت ہوئے اور اپنے پیچھے اولاد کے علاوہ سینکڑوں خلفاء سلسلہ قادریہ کی اشاعت کے لئے یادگار چھوڑ گئے۔ ان کے دو بیٹے سید عبدالقادر ثالث اور سید موسیٰ پاک شہید رحمت اللہ علیہ سلسلہ قادریہ کے جلیل القدر مشائخ میں سے ہوئے ہیں۔

حضرت سید حامد گنج کے دو خلفاء بڑے مشہور ہوئے ان میں ایک تو شیخ شیر شاہ اور دوسرے شیخ داؤد کرمانی شیر گڑھی رحمت اللہ علیہ بڑے صاحب کرامت بزرگ ہوئے ہیں۔ شیخ داؤد کرمانی (م۔ ۹۸۲ھ) نے سلسلہ قادریہ کو مربوط و مضبوط کرنے میں بڑا اہم

کردار ادا کیا۔ آپ کرمان سے چل کر ملتان آئے اور ملتان کے قریب قصبہ "بیت پور" میں مقیم ہوئے اور کچھ عرصہ بعد "چونی وال" میں سکونت اختیار کرلی۔ آپ نے اپنے پیرو مرشد سید حامد گنج بخش قادری اوچی رحمت اللہ علیہ کی نگرانی میں مقامات سلوک طے کئے اور بڑی ریاضتوں اور مجاہدات سے گزر کر بلند مقامات پر فائز ہوئے ایک وقت آیا کہ آپ ضلع ساہیوال کے قصبہ شیر گڑھ میں مسند ارشاد پر تشریف فرما ہوئے اور مخلوق خدا کی رہنمائی میں مصروف رہے۔ مخدوم الملک عبداللہ سلطان پوری نے وقت کے بادشاہ سلیم شاہ سوری سے آپ کے خلاف شکایت کی مگر سلیم شاہ سوری نے آپ کی وضاحت سن کر مخدوم الملک کے الزامات کو رد کردیا اور حضرت کے عقیدت مندوں میں شامل ہوگئے۔

حضرت خیرالدین شاہ ابوالمعالی قادری لاہوری رحمت اللہ علیہ

شاہ ابو المعالی قادری (م۔۱۰۲۴ھ) رحمت اللہ علیہ حضرت سید داؤد کرمانی کے برادر زادہ تھے اور خلیفہ مجاز بھی۔ وہ اتنے صاحب تصرف بزرگ تھے کہ آپ سے جو شخص بھی بیعت ہوتا رات کو جناب سیدنا غوث الاعظمؓ کی زیارت سے مشرف ہوجاتا۔ شہزادہ داراشکوہ قادری جو شاہجہان بادشاہ کا فرزند ارجمند تھا' لاہور آتا تو حضرت شاہ ابوالمعالی کی خدمت میں سراپا عقیدت بن کر حاضر ہوا کرتا تھا۔ شاہ ابوالمعالی رحمت اللہ علیہ نے سلسلہ قادریہ کے فروغ میں بڑا اہم کردار ادا کیا اور حضرت سیدنا غوث الاعظمؓ کے مناقب اور کمالات پر بڑی اہم کتابیں لکھیں۔

حضرت نوشہ گنج بخش قادری رحمت اللہ علیہ

حضرت حاجی نوشہ گنج بخش قادری سلسلہ نوشاہیہ کے بانی ہیں آپ ۹۵۹ھ میں پیدا ہوئے اور قادریہ طریقہ میں منازل سلوک طے کرنے لگے۔ آپ قادریہ سلسلہ میں بڑے باکمال بزرگ تھے۔ آپ نے حضرت سخی شاہ سلیمان نوری رحمت اللہ علیہ کی نگرانی میں سلسلہ قادریہ میں تربیت پائی۔ حضرت شاہ سلیمان نوری نے حضرت شاہ معروف خوشابی رحمت اللہ علیہ سے خلافت حاصل کی تھی۔ یہ وہی شاہ معروف خوشابی ہیں جو چشتیاں شریف میں پیدا ہوئے مگر جوانی میں خوشاب کے ایک جنگل میں ریاضت میں مشغول

ہو گئے۔ ۹۰۶ھ میں مخدوم سید مبارک حقانی گیلانی اوچی رحمت اللہ علیہ سے سلسلہ قادریہ میں بیعت ہو گئے تھے۔ حضرت شاہ سلیمان قادری کی شہرت سارے ملک میں پھیلی ہوئی تھی۔ روحانیت کے پیاسے جوق در جوق آپ کی خانقاہ "بھلوال" پہنچے۔ حضرت نوشہ گنج بخش بھی ملا کریم الدین جوکالوی کے ساتھ حضرت کے دربار میں پہنچے۔ آپ نے دیکھتے ہی حضرت نوشہ گنج بخش کا ہاتھ پکڑا اور بیعت سے مشرف فرما کر کہا' "آج ہم نے امانت اس کے حقدار کو پہنچا دی ہے"۔ نوشاہی خانوادہ کے مختلف تذکرہ نگاروں نے لکھا ہے کہ آپ نے اپنے پیر و مرشد کی صحبت میں تین ماہ کے اندر اندر تمام مقامات سلوک طے کر لئے تھے۔ آپ خرقہ خلافت سے سرفراز ہو کر نوشہرہ تارڑاں میں سکونت پذیر ہوئے۔ حضرت نوشہ کے قیام اور سلسلہ قادریہ کے فیضان کی وجہ سے "نوشہرہ" مرکز اولیاء بن گیا اور ہزاروں کی تعداد میں اولیاء کاملین اور طالبان حق مختلف جوانب سے آنے لگے۔

سلسلہ نوشاہیہ کے خطی اور مطبوعہ لٹریچر کا مطالعہ کیاجائے تو ہمیں حضرت حاجی محمد نوشہ رحمت اللہ علیہ کے احوال و مقامات سلوک کی تفصیل ملتی ہے۔ بزرگان سلسلہ قادریہ کے مکاشفات اور آپ کی ذات کے متعلق مختلف اقوال سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت نوشہ گنج بخش نے سلسلہ قادریہ نوشاہیہ کی اشاعت کے لئے اپنے آپ کو مختص کر لیا تھا۔ جناب سید شرافت نوشاہی مرحوم نے اپنی کتاب "شریف التواریخ" کی "تاریخ الاقطاب" کی ضخیم جلد میں حضرت نوشہ گنج بخش کے احوال و مقامات کو بڑی تفصیل سے لکھا ہے۔ آپ نے روحانی فیضان کے ساتھ ساتھ بادشاہان عصر پر بھی اپنے تصرفات ڈالے۔ شاہ جہاں بادشاہ ہند نے اپنے بیٹے داراشکوہ کو قندھار پر لشکر دے کر بھیجا تو وہ ناکام واپس آیا مگر جب یہی لشکر اورنگ زیب عالمگیر کی کمان میں حملہ آور ہوا تو حضرت حاجی محمد نوشہ گنج بخش نے وضو کرتے ہوئے اپنے کوزے سے چند چھینٹے قندھار کی طرف پھینکتے ہوئے فرمایا' "اورنگزیب تمہیں فتح مبارک ہو!"۔ اورنگزیب کے ہاتھوں واقعی قندھار فتح ہو گیا۔ حضرت نوشہ گنج بخش نے ایک طرف لاکھوں لوگوں کی روحانی تربیت کی' دوسری طرف ایک لاکھ اسی ہزار غیر مسلم افراد آپ کی کوششوں سے مسلمان ہوئے۔ قادری سلسلہ کی اس خانقاہ کا یہ کارنامہ اتنا بڑا ہے کہ غیر مسلم مورخین بھی حضرت نوشہ گنج بخش کے کمالات اور عوام کے

دلوں پر تصرف کے قائل ہوئے بغیر نہیں رہ سکے۔ حضرت نوشہ گنج بخش زندگی کے آخری سالوں میں اپنے وطن "رنمل شریف" تحصیل پھالیہ، ضلع گجرات میں قیام فرما ہوئے۔

سلسلہ قادریہ نوشاہیہ اپنے سلوکی منازل میں اگرچہ خالصتاً حضرت سیدنا الشیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ کے خاص قادریہ طریقہ کو نہیں اپناتا اور وجد و حال کے کئی طریقے اختیار کر کے آگے بڑھتا ہے، تاہم اس سلسلہ قادریہ نوشاہیہ نے آگے جا کر بے پناہ شہرت حاصل کی اور مختلف اوقات میں خاصان زمانہ کو متاثر کر کے انہیں راہ طریقت پر لگا لیا۔ حقیقت یہ ہے کہ حضرت نوشہ گنج بخش رحمت اللہ علیہ کی اولاد اور آپ کے خلفاء نے پنجاب کے مختلف علاقوں میں اپنی خانقاہیں قائم کیں اور بے شمار لوگوں کو طریقہ میں تربیت دی۔ ایک وقت آیا کہ علماء کرام اور صوفیاء عظام کے علاوہ مہاراجہ رنجیت سنگھ کے مسلمان وزراء اور امراء بھی سلسلہ نوشاہیہ قادریہ سے منسلک ہو گئے۔

حضرت نوشہ گنج بخش رنمل شریف گجرات میں منارۂ نور بنے رہے۔ جب آپ نے ۱۰۶۴ھ میں وصال پایا تو آپ کی اولاد اور خلفاء نے سلسلہ نوشاہیہ کی نگرانی کی اور اسے ملک کے دور دراز علاقوں تک پھیلایا۔ ان حضرات نے چلتی پھرتی خانقاہوں اور بارگاہوں کی وساطت سے ملک کے گوشے گوشے میں نوشاہی سلسلہ عام کیا۔ اور یہ بات حقیقت سے دور نہیں کہ آج پاکستان میں لاکھوں کی تعداد میں لوگ سلسلہ نوشاہیہ سے وابستہ ہیں۔

حضرت شیخ المشائخ سید شاہ محمد غوث قادری الگیلانی رحمت اللہ علیہ

پنجاب میں سلسلہ قادریہ کے جہاں کئی مراکز روحانی تربیت میں مصروف تھے اسی زمانے میں محدث کبیر حضرت شاہ محمد غوث قادری پشاوری ثم لاہوری رحمت اللہ علیہ نے سلسلہ قادریہ کے فروغ کے لئے لاہور کو رشد و ہدایت کا مرکز بنایا۔ آپ ابوالبرکات سید حسن گیلانی ٹھٹھوی پشاوری رحمت اللہ علیہ کے نامور فرزند تھے جو حضرت سید عبداللہ شاہ صحابی بغدادی ثم ٹھٹھوی کے بیٹے تھے۔ حضرت شاہ محمد غوث رحمت اللہ علیہ ۱۰۹۱ھ میں سلطان پور پشاور میں پیدا ہوئے۔ اٹھارہ سال تک علوم دینیہ اور فنون مروجہ پر عبور حاصل کرنے کے بعد آپ اپنے والد مکرم کے دست اقدس پر سلسلہ قادریہ پر بیعت

ہوئے۔ آپ نے ظاہری علوم کے حصول میں بڑی جدوجہد کی' افغانستان کے جید علماء احادیث سے اکتساب علم کیا۔ پھر مدینۃ الاولیاء لاہور میں آکر ملاجیون مؤلف "تفسیر احمدی" کے شاگرد مولانا نور محمد مدقق کے دارالعلوم میں احادیث و تفسیر پر مکمل عبور حاصل کیا۔ ڈاکٹر ام سلمٰی گیلانی ایم اے' پی ایچ ڈی نے اپنی کتاب "محدث کبیر شاہ محمد غوث" میں آپ کے اساتذہ اور مختلف علوم پر دسترس کا تفصیلی تجزیہ کیا ہے اور لکھا ہے کہ آپ نے وقت کے کن کن بلند پایہ اہل علم سے اکتساب علم کیا تھا۔ اگرچہ آپ اپنے والد مکرم سے سلسلہ قادریہ میں بیعت تھے مگر آپ نے بزرگان دین کی روایت پر چلتے ہوئے اس وقت کے تمام سلاسل کے اہل سلوک تک رسائی حاصل کرنے کے لئے مختلف ممالک کا دورہ کیا۔ چنانچہ سرحد' پنجاب اور افغانستان کے تمام مشائخ خواہ وہ کسی سلسلہ طریقت سے تعلق رکھتے تھے' کی زیارت کے لئے بذات خود پہنچے۔ اپنے والد سے سلوک کی ابتدائی تربیت کے بعد آپ نے تمام اولیاء وقت کو اپنایا اور اکتساب فیض کیا چنانچہ آپ حافظ عبدالغفور نقشبندی پشاوری' پوٹھوہار میں حضرت شاہ چراغ' شاہ حسین شافعی (سلسلہ کبرویہ)۔ حضرت یحیٰی المعروف اٹک حضرت جی بابا اٹک میں' حضرت شاہ عبداللطیف بری امام قادری (نور پور شاہاں اسلام آباد) میں' میاں عصمت اللہ نوشاہی گجراتی' جناب سید بھیک چشتی سرہندی الشیخ عبدالاحد نقشبندی سرہندی' شاہ کلیم اللہ جہاں آبادی' شاہ عبدالنبی شامی مجددی رحمۃ اللہ علیہم اجمعین ایسے بلند پایہ بزرگان طریقت سے ملاقاتیں کیں۔ آپ نے ان بزرگان دین کے علاوہ سابقہ اولیاء طریقت کے مزارات سے بھی کشفی اکتساب فیض کیا۔ آپ نے ان روحانی اسفار کے بعد لاہور کو سلسلہ قادریہ کا مرکز بنا کر روحانی تربیت کا آغاز کیا۔ آپ چونکہ ظاہری اور باطنی علوم کے ماہر تھے اس لئے آپ نے علماء و صوفیا کو بیک وقت علمی و روحانی فیضان سے نوازا۔ محدث کبیر ہونے کی وجہ سے احادیث کی تعلیم میں اہل علم و فضل کو تربیت دی اور بخاری شریف کی ایک بے مثال شرح لکھی۔

نادر شاہ درانی کے حملہ کے وقت آپ لاہور میں موجود تھے اور اپنے تصرفات روحانی سے نادر شاہ کی فوجوں کا رخ موڑ کر لاہور میں قتل عام کو روک دیا۔ دنیائے روحانیت میں حضرت شاہ محمد غوث کی یہ کرامت کہ ایک سرکش بادشاہ کے طوفانی لشکر کا رخ بدل دیا

نہایت اہمیت کی حامل ہے۔ آپ کی تسخیر القلوب کی دوسری کرامات تذکروں میں ملتی ہیں جس سے آپ کی روحانی قوت کا اندازہ ہوتا ہے۔

سلسلہ قادریہ کی علمی خدمات کے سلسلہ میں حضرت شاہ محمد غوث لاہوری رحمت اللہ علیہ کی خانقاہ اہل علم و فضل کی آماج گاہ تھی۔ آپ نے علم حدیث کے فروغ میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ آپ کے حلقہ تدریس' خصوصاً تدریس حدیث سے بے پناہ علماء نے اکتساب کیا۔ آپ نے بخاری شریف کی مفصل شرح لکھی۔ یہ شرح سلسلہ قادریہ کی ایک اہم کتاب ہے آپ نے اپنے زمانہ میں ابھرنے والی ان تحریکوں کی سرکوبی میں اہم کردار ادا کیاجو اسلام کے خلاف اٹھی تھیں۔ "تحریک روشنائی" اور "تحریک ایرانی رافضیت" اٹھی تو آپ نے انکے خلاف علم جہاد بلند فرمایا۔ پھر ایسی خلاف اسلام تحریکوں کے مقابلے میں "تحریک سید علی ترمذی" نے بڑا اہم کردار ادا کیا جس میں حضرت شاہ محمد غوث لاہوری نے بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ ہم اس مختصر سے مقالہ میں ان حضرات کا تفصیلی ذکر کرنے سے قاصر ہیں جنھوں نے حضرت شاہ محمد غوث رحمت اللہ علیہ کی خدمت میں رہ کر علمی اور روحانی تربیت حاصل کی تھی۔ آج آپ کے سجادہ نشین حضرت سید محمد امیر شاہ قادری الگیلانی یکہ توت پشاوری مدظلہ العالی حضرت شاہ محمد غوث کی علمی اور روحانی یادگار ہیں اور آپ کی روحانی اور علمی تعلیمات کے امین ہونے کی حیثیت سے حضرت کے علمی اور روحانی افکار کی اشاعت میں مصروف ہیں۔

سلسلہ قادریہ فاضلیہ

حضرت مولانا محمد فاضل الدین قادری بٹالوی رحمت اللہ علیہ "چک قاضی" شکر گڑھ پنجاب میں پیدا ہوئے۔ آپ کے آباؤ اجداد عراق سے ہجرت کر کے پنجاب آئے۔ آپ کے جد اعلیٰ بدیع الدین شہید حسن جیلانی رحمت اللہ علیہ پہلے بزرگ ہیں جنھوں نے سلسلہ قادریہ کی اشاعت میں حصہ لیا۔ مولانا فاضل الدین سلسلہ قادریہ فاضلیہ کے بانی تھے۔ انھوں نے بٹالہ شہر میں اس سلسلہ کو رواج دیا اور علم و عرفان کے دریا بہا دیئے ایک طرف روحانیت کو عام کرتے گئے دوسری طرف اپنے دستر خوان کو اتنا وسیع کردیا کہ بلا

امتیاز عام و خواص کھانا کھاتے۔ آپ نے ایک طرف اہل علم و فضل کو روحانیت بخشی دوسری طرف عوام الناس میں سلسلہ قادریہ کی اشاعت کر کے لاکھوں لوگوں کو اس سلسلہ میں داخل کیا۔ آپ نے اپنی خانقاہ کو مسجد مدرسہ اور لنگر خانہ سے مربوط کر دیا تھا۔ آپ نے شیخ محمد افضل قادری کلانوری رحمت اللہ علیہ سے خلافت حاصل کی جو حضرت شیخ ابو محمد قادری خلیفہ مجاز حضرت طاہر بندگی لاہوری کے قادری سلسلہ میں خلیفہ مجاز تھے۔

حضرت مولانا فاضل الدین بٹالوی رحمت اللہ علیہ نے محمد شاہ رنگیلا مغل بادشاہ کے عہد اقتدار میں ۱۱۵۱ھ/۱۷۳۸ء میں وفات پائی۔ آپ کا سلسلہ آپ کی اولاد نے جاری رکھا اور خلفاء نے بھی مختلف مقامات پر کام کیا۔ سلسلہ قادریہ فاضلیہ میں شیخ نصر الحق قادری بٹالوی سید غلام غوث قادری فاضلی (۱۱۹۷ھ/۱۷۸۳ء) سید ظہور الحسین شاہ قادری (م۔۱۹۰۰ء) رحم اللہ علیہم اجمعین ایسے بزرگوں نے اپنے اپنے دور میں سلسلہ قادریہ فاضلیہ کو بڑی ترقی دی اور پنجاب کے اطراف میں اپنے مریدوں کو اس سلسلہ سے وابستہ رکھا۔ پاکستان بننے کے بعد بھی اس خانوادہ کے جانشینوں میں سے سید بدر محی الدین قادری فاضلی، سید نذر محی الدین قادری فاضلی نے سلسلہ قادریہ فاضلیہ کی اشاعت و ترویج میں بھرپور حصہ لیا۔ آج بھی اس خانوادے کے ساتھ لاکھوں لوگ روحانی طور پر وابستہ ہیں۔

حضرت بلھے شاہ قادری قصوری رحمت اللہ علیہ

سلسلہ قادریہ میں قصور کے ایک سید زادے حضرت بلھے شاہ قادری نے بڑی شہرت حاصل کی۔ آپ حضرت شاہ عنایت قادری لاہوری کے جلیل القدر خلفاء میں سے تھے۔ آپ سادات کی ایک ایسی شاخ سے تعلق رکھتے تھے جو سلسلہ قادریہ کی اشاعت کے لئے اوچ شریف کے سادات میں سے تھی۔ آپ بھاٹی دروازہ لاہور کے اندر اونچی مسجد میں حضرت شاہ عنایت قادری شطاری رحمت اللہ علیہ کے زیر تربیت رہے۔ آپ نے سلسلہ قادریہ شطاریہ کو رواج دیا اور اپنے عارفانہ کلام سے ہر خاص و عام کو متاثر کیا۔ آپ سکھوں کے بے رحمانہ دور میں اپنی بات رمز و کنایہ میں کہہ جاتے۔ حضرت بلھے شاہ اگرچہ روحانی طور پر حضرت عنایت شاہ قادری شطاری رحمت اللہ علیہ سے فیض یافتہ تھے مگر آپ

نے حضرت خواجہ غلام مرتضٰی قصوری سے اکتساب علم کیا تھا۔ وہاں آپ سید وارث شاہ قادری کے ہم سبق تھے۔ خواجہ غلام مرتضٰی قصوری فرمایا کرتے تھے۔ "مجھے یہ دونوں سید شاگرد عجیب ملے ہیں بلھے شاہ نے علم پڑھا تو سارنگی پکڑلی' وارث شاہ نے علم پڑھا تو ہیر رانجھا کی عاشقانہ داستان قلمبند کرلی"۔

بلھے شاہ صرف سلسلہ قادریہ کے بزرگ ہی نہیں تھے بلکہ وہ پنجاب کے زبردست صوفی اور شیریں نوا شاعر بھی تھے۔ اہل علم میں بیٹھتے تو علمی نکات بیان کرتے' مجذوبوں میں جاتے تو وہ انہیں اپنا ہم نوا پاتے' بلھے شاہ قصوری نے اپنی زندگی میں مغلوں کی اسلامی تہذیب کو تہ و بالا ہوتے دیکھا' مسلمانوں کی اجتماعی قوت کو بکھرتے دیکھا' پھر قصور شہر اور اس کے مضافات پر سکھ وحشیوں کو لوٹ مار کرتے دیکھا۔ آپ کے کلام میں یہ سارے حوادث اپنے رنگ میں پائے جاتے ہیں۔ بلھے شاہ قصوری سلسلہ قادریہ کی اشاعت و ترویج تو نہ کرسکے اور نہ ہی اپنے شاگردوں یا خلفاء کا سلسلہ جاری کرسکے مگر ان کے کلام کی چاشنی پنجاب کے قریہ قریہ میں پائی جاتی ہے۔

سلسلہ قادریہ کی اشاعت کا مستقل نظام

ہم اوپر صفحات میں ایسے چند خانوادوں کا تذکرہ کر آئے ہیں جنہوں نے مستقل طور پر سلسلہ عالیہ قادریہ کی علمی اور روحانی اشاعت میں بھرپور حصہ لیا' خانقاہیں قائم کیں' حلقے بنائے اور ایسی درسگاہوں کو فروغ دیا جو علم و فضل کے چشمے جاری کرتی رہیں۔ ان مراکز کے ساتھ ساتھ پنجاب کی سرزمین کو حضرت میاں میر لاہوری رحمت اللہ علیہ نے لوگوں کو اپنے روحانی فیوض سے نوازا۔ حضرت شاہ لطیف "بری امام" رحمت اللہ علیہ نے اپنے فیضان سے دلوں کو سیراب کیا۔ حضرت سلطان باہو رحمت اللہ علیہ نے سلسلہ قادریہ کی اشاعت میں اہم کردار ادا کیا۔ "قادری نوشاہی" سلسلے کے حضرت پیمار قادری نوشاہی نوشہروی' حضرت شیخ عبدالرحمٰن قادری بھڑی شاہ رحمان نے اپنے اپنے حلقوں میں سلسلہ قادریہ نوشاہیہ کو فروغ دیا۔ انیسویں صدی میں آوان شریف ضلع گجرات کے ایک نامور ولی اللہ قاضی سلطان محمود قادری' حضرت فقیر نور محمد سروری قادری اور پیر آفیم ماگی

شریف نے سلسلہ قادریہ کی روحانی اور علمی اشاعت میں بے پناہ کام کیا ان خانقاہوں کے خلفاء اور نسبت یافتہ حضرات نے ایسے قادری حلقے قائم کئے جسے تصوف کی تاریخ میں سنہری حروف میں لکھا جاتا ہے۔ آج بھی سلسلہ قادریہ کے کئی خانوادے اپنے بزرگان طریقت کے نقش قدم پر رواں دواں ہیں اور عوام کی روحانی تربیت میں مصروف ہیں۔

شرح غوثیہ کا فقہی پہلو

حضرت علامہ مفتی خلیل الرحمن صاحب
قادری نقشبندی، گلوزوی پشاوری

شرح غوثیہ کے متعلق کچھ لکھنے سے پہلے مصنف شرح غوثیہ کے بارے میں کچھ لکھنا ضروری سمجھتا ہوں تاکہ قارئین حضرات مصنف کتاب کے حالات سے آگاہ ہو کر کتاب کی اہمیت اور شان ارفع واعلیٰ کو بخوبی سمجھ لیں۔

مقتدائے زمان، رہنمائے سالکان، رہبر شریعت، کامل طریقت، رئیس المفسرین، فخر محدثین، محدث کبیر حضرت شاہ محمد غوث قادری گیلانی پشاوری ثم لاہوری قدس سرہٗ اپنے زمانے کے اکابرین علماء کرام و مشائخ عظام میں ممتاز مقام پر فائز تھے۔ آپ کو تمام علوم متداولہ بالخصوص تفسیر و معانی و رموز قرآن کریم و جملہ تفاسیر واحادیث نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور فقہ پر، بہت زیادہ عبور حاصل تھا اور سب مذاہب حقہ کے بہت بڑے عالم تھے۔

یوں تو آپ کا گھرانہ پشت در پشت پہلے سے علم و فضل اور سلوک و عرفان کا مرکز تھا ہی ..... لیکن حضرت محدث کبیر شاہ محمد غوث قادری گیلانی نے جب سات سال کی عمر میں حفظ قرآن کریم سے فراغت پائی اور بفضلہ تعالیٰ اٹھارہ سال کی عمر میں تمام علوم اسلامیہ عربیہ متداولہ سے فارغ ہوئے اور اس کے بعد چھ سال تک اپنے والد محترم امام الاولیاء، فخر العلماء حضرت سید حسن قادری گیلانی رحمت اللہ علیہ کے زیر سایہ سلوک و معرفت کی تربیت حاصل کی اور انہوں نے اپنی نگرانی میں مجاہدات وریاضات کروائے۔ جب حضرت محدث کبیر رحمت اللہ علیہ نے منازل سلوک و عرفان طے فرمائے اور معرفت کے مقامات ارفع پر فائز ہو گئے تو والد محترم ومکرم نے آپ کو مسند ارشاد پر متمکن فرما کر خلافت سے نوازا۔

ذلک فضل اللہ یوتیہ من یشاء

تنبیہ

برادران اسلام کو معلوم ہونا چاہئے کہ فخر المفسرین، شیخ المحدثین، رئیس الاتقیاء، امام لاولیاء، فخر العلماء حضرت سید حسن رحمت اللہ علیہ قادری گیلانی پشاوری نور اللہ مرقدہٗ اپنے عصر کے

اولیاء کرام میں نہایت عظیم المرتبہ ولی اللہ تھے اور خوارق وکرامات میں دنیائے عالم میں مشہور ومعروف تھے۔ آپ کا مرقد اقدس پشاور شہر میں مرجع خلائق ہے۔

جامع علوم ظاہرو باطن، کاشف رموز طریقت و حقیقت حضرت شاہ محمد غوث قادری گیلانی رحمت اللہ علیہ جب مسند ارشاد پر جلوہ افروز ہوتے تو اپنی آبائی خانقاہ ومدرسے کو اعلیٰ بنیادوں پر استوار فرما کر بہت زیادہ وسعت دی۔ اور اس میں حدیث شریف کا درس بہ نفس نفیس پڑھاتے تھے۔ رئیس المحدثین سند الفقہاء، امام الاتقیاء حضرت محدث کبیر شاہ محمد غوث قادری گیلانی رحمت اللہ علیہ کی ذات بابرکات میں اللہ تبارک و تعالیٰ نے علم و عمل کی تمام خوبیاں جمع کردی تھیں۔ وہ میدان علم میں تحقیق و تدقیق کے شاہسوار تھے۔ اخلاق و عادات میں لائق تقلید اور عبادت و ریاضت میں یگانہ روزگار تھے۔ مسائل فقہ میں ان کی سطوت اور اجتہاد و استنباط میں ان کا سکہ اہل عصر میں تمام برگزیدہ علماء کرام ومشائخ عظام نے مانا ہے۔

خداوند ذوالجلال نے اپنے محبوب حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اُمت میں اولیاء کرام کو یہ عظمت و رفعت عطا فرمائی ہے کہ وہ ہر دور میں شمع توحید کے پروانے اور عشق مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دیوانے رہے ہیں اور مطلع صدق وصفا اور پیکر زہد و تقویٰ بن کر جلوہ گر ہوتے اور اپنے فیوضات ظاہری وباطنی سے عالم دنیا کو مستفیض و منور فرماتے رہے۔

توضیح

اولیاء اللہ خواہ اپنی ظاہری زندگی میں ہوں یا برزخی زندگی میں۔ ان کے فیوض وبرکات میں کوئی فرق نہیں پڑتا۔ بلکہ بقول حضرت زبدۃ الاولیاء میاں میر لاہوری رحمت اللہ علیہ کے "برزخی زندگی میں اولیاء کرام کے تصرفات پہلے کی نسبت کہیں زیادہ ہوجاتے ہیں۔ محدث کبیر رحمت اللہ علیہ نے درس حدیث شریف پڑھاتے پڑھاتے اور کتب حدیث و شروح بخاری شریف کا مطالعہ کرتے کرتے اصح الکتب بعد القرآن صحیح بخاری شریف کی شرح لکھنے کا ارادہ فرمایا۔ جیسے کہ خود محدث کبیر رحمت اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

میگوید بندہ ضعیف محمد غوث بن سید حسن غفرلہ الخ۔ واصح الکتب المصنفتہ فی علم الحدیث کتاب صحیح بخاری است لہذا فقیر را شوق مطالعہ او غالب بود۔

اکثر اوقات اشتغال بہ او داشت و در ایں ایام قصد بر آں شد کہ شروح آنرا ملاحظہ نمودہ ترجمہ او بزبان فارسی باید نوشت تا نفع او عام شود

ترجمہ

"کہتا ہے یہ بندہ ضعیف محمد غوث بن سید حسن اللہ تعالیٰ دونوں کو معاف فرمائے الخ۔ یہاں تک فرماتے ہیں کہ علم حدیث میں تصنیف شدہ کتابوں میں صحیح ترین کتاب صحیح بخاری شریف ہے۔ اسی وجہ سے فقیر کو بخاری شریف کے مطالعے کا شوق زیادہ تھا اور اکثر اوقات بخاری شریف کے مطالعے میں مشغول رہتا تھا۔ انہیں دنوں یہ ارادہ کیا کہ بخاری شریف کے شروح کو ملاحظہ کیا جائے اور ترجمہ یعنی تشریح و تفسیر بخاری شریف کی فارسی زبان میں لکھنا چاہیے تاکہ نفع اس کا عام ہو جائے اور زیادہ سے زیادہ لوگ اس سے استفادہ کریں۔

بحوالہ "شرح غوثیہ" ص ۳)

احادیث شریف کا ترجمہ و تشریح مطالب و معانی کی توضیح استنباط مسائل کی صحیح تعبیر پر قدرت کے ساتھ ساتھ حدیث فہمی کی فقہی بصیرت شروح و تاویلات کا گہرا مطالعہ اسلاف کی دینی و فکری مزاج شناسی اور ذات اقدس نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ غایت عشق وعقیدت اور والہانہ جذبہ و احترام کا تعلق بھی ازحد ضروری ہے۔ اور چونکہ یہ سب صفات حضرت محدث کبیر شاہ محمد غوث قادری گیلانی رحمت اللہ علیہ کی ذات بابرکات میں پہلے ہی خداوند قدوس نے ودیعت فرما دی تھیں اور آپ رحمت اللہ علیہ تو محبوب کبریا امام الانبیاء حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ایسے عاشق تھے کہ آپ کا کوئی قول و فعل ذرہ بھر سنت نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ادھر ادھر نہ ہوتا تھا۔ اور اپنے تلامذہ و متعقدین کو سنت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر سختی سے عمل پیرا رہنے کا حکم فرماتے تھے۔ ظاہر ہے کہ تاجدار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے ایسے عشاق پر نظر کرم فرما کر منظور نظر بنالیتے ہیں اور جو سرکار عالمیان کے منظور نظر ہو جاتے ہیں ان کے لئے رب لایزال اپنی رحمتوں کے دروازے کھول دیتے ہیں۔ اور انہیں کائنات میں تصرف کی قدرت اور اختیار عطا فرما دیتے ہیں۔

خدا اس کا. بہشت اس کی زمین و آسمان اس کے
سب اس کا ہے محمد کی نگاہ رحم جس پر ہے

محدث کبیر حضرت شاہ محمد غوث قادری گیلانی نے جب بخاری شریف کی شرح لکھنے پر توجہ مبذول فرمائی تو پھر کیا تھا، عنایات رب رحیم وکریم تو پہلے سے شامل حال تھیں۔ کچھ ہی عرصہ بعد ایک عظیم شاہکار بزبان فارسی بخاری شریف کی شرح بنام (شرح غوثیہ) قلم بند فرماکر اہل علم حضرات کے سامنے پیش فرمادیے اور اس طرح آپ نے ایک عظیم کارنامہ انجام فرماکر محدثین عظام فقہائے کرام اور جملہ اہل علم اور علم دوست حضرات پر بہت عظیم احسان فرمایا۔ انشاء اللہ رہتی دنیا تک علماء کرام اس مبارک کتاب شرح غوثیہ سے مستفیض ہوتے رہیں گے۔

محدث کبیر حضرت شاہ محمد غوث رحمت اللہ علیہ پشاور ثم لاہوری کے نہایت مختصر حالات قارئین حضرات کے سامنے ان کے علو مرتبت کو ظاہر کرنے کی غرض سے پیش کئے، تاکہ ان کے علمی اور روحانی مقامات کو مدنظر رکھتے ہوئے شرح غوثیہ کی اہمیت کو بہ آسانی سمجھا جاسکے اور بالخصوص اہل علم حضرات اس مبارک کتاب سے استفادہ کے لئے مائل ہوں۔ ورنہ محدث کبیر کا مقام اکابر علماء اسلام، صوفیائے عظام، اولیاء کرام میں اتنا ارفع واعلی ہے کہ ان کی علمیت و ولایت اور کرامات سے اہل علم حضرات ہی واقف ہیں۔ اگر ان کے فضائل، خوارق وکرامات کو قلم بند کیا جائے تو ایک ضخیم کتاب معرض وجود میں آسکتی ہے۔ لہذا اس موضوع پر بخوف طوالت کچھ لکھنا مناسب نہ سمجھا۔

حضرت محدث کبیر رحمت اللہ علیہ کی تحریر کردہ شرح غوثیہ متعدد خوبیوں سے مملو ومشحون ہے لیکن بعض خوبیاں ایسی ہیں جو بکثرت شروح بخاری شریف کے ہوتے ہوئے بھی وہ خوبیاں ان میں مفقود ہیں۔ مثال کے طور پر راوی کی شان کو اجاگر کرنا، رواۃ کے اسماء کو اعراب کے لحاظ سے صحیح طور پر ظاہر فرمانا، کلمات عربی کو قواعد نحوی کے روسے از جہت اعراب واضح کردینا، ہر ایک روای کے مرتبے کو واضح فرمانا کہ وہ صحابی ہے یا تابعی ہے، بمعہ نسب وقبیلہ راوی، رواۃ کی تاریخ پیدائش و تاریخ وفات بمعہ مقام واضح کرنا، راوی حدیث شریف

کے متعلق یہ واضح کرنا کہ اس راوی نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کل کتنی حدیثیں روایت کی ہیں اور پھر یہ واضح کر دینا کہ اس راوی کی کل حدیثوں میں سے امام بخاری رحمت اللہ علیہ نے کتنی حدیثیں بخاری شریف میں نقل کی ہیں۔ یہ سب ایسے اوصاف ہیں کہ بخاری شریف کی اکثر شروح اس سے خالی ہیں۔ اسلوب بیان ایسا فصیح اور دلنشین ہے کہ مطالعہ شرح غوثیہ سے تصور میں ایسا نقشہ ابھر آتا ہے گویا راوی حدیث شریف ہمارے سامنے موجود ہے اور تاجدار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اس نے جو سنا اور دیکھا تھا وہ خود مجھے سنا رہا ہے۔ اسی طرح قرآن کریم کی آیات اگر ایک مسئلہ پر مختلف المعانی بخاری شریف میں مذکور ہیں تو ان کی نہایت نفیس عام فہم تطبیق فرماکر قارئین بخاری شریف پر احسان عظیم فرمایا۔ جیسے

"باب من قالا ان الایمان هو العمل" ص ۷ پر اللہ تعالیٰ کے اس قول میں "فوَ رَبک لنسالنهم اجمعین" اور درمیان اس قول رب عزوجل "فیومئذلا لایسال عن ذنبه اِنس وَلَاجَانّ" "دونوں مذکورہ آیتوں میں حضرت موصوف نے جو تطبیق فرمائی ہے تو اس سے آپ کا تبحرِ علمی نمایاں نظر آتا ہے۔ یہاں صرف نشاندہی کی گئی ہے تاکہ علماء حضرات آسانی سے ملاحظہ فرماکر حضرت محدث کبیر رحمت اللہ علیہ کے علمی مقامات کا بہ آسانی اندازہ لگاسکیں۔ مضمون بوجہ طوالت ترک کرنا پڑا۔ اور باب "وَاِنْ طَائِفَتَانِ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اَقْتَتَلُو ص ۸۸" پر اذا التقی المسلمان بسیفهما فالقاتلو ولمقتول فی النار

ترجمہ۔

"جب دو مسلمان آپس میں تلواروں سے لڑائی کریں تو قاتل و مقتول دونوں دوزخی ہیں"

ملاحظہ فرمائیں کہ یہاں محدث کبیر رحمت اللہ علیہ نے کتنی نفیس توضیح اور استنباط فرمایا، فرماتے ہیں جان لینا چاہئے کہ یہ اس صورت میں ہے کہ جنگ بغیر اجتہاد اور دین کی درستگی کے گمان سے نہ ہو۔ اور اگر دین کی اصلاح کے گمان سے ہو اور مضبوط اجتہاد سے، تو جنگ جائز ہے۔ بلکہ باعث ثواب ہے۔ اور صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی جنگ اسی قبیل سے تھی نہ کہ پہلے قبیل سے لہٰذا ان کی جنگ باعث ثواب اور جنتی ہونیکا سبب ہے۔ اس

لئے کہ خطا اجتہاد میں بھی ایک ثواب ہے۔

باب "سوال جبرئیل النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم" ص ۱۰۴ پر اس حدیث شریف کو ابی ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے روایت کیا۔ فرماتے ہیں کہ "ایک شخص نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے، جو حقیقت میں (جبرئیل علیہ السلام) تھے۔ سوال کیا کہ ایمان کیا ہے۔ تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جواب فرمایا کہ ایمان یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے وجود کی اس کے صفات کاملہ کے ساتھ تصدیق کر اور اس کے فرشتوں کی تصدیق کر اور اللہ تعالیٰ کی لقاء پر ایمان لا اور پیغمبران الٰہی کی تصدیق کر اور اللہ تعالیٰ کی کتابوں کی تصدیق کر اور قبروں سے مردوں کے اٹھنے کی تصدیق کر۔ پھر اس شخص (جبرئیل) نے پوچھا کہ اسلام کیا ہے؟ تو حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جواب فرمایا۔ ان تعبدواللہ ولا تشرک بہ

ترجمہ

اسلام یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کر اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک نہ کر۔ اور فرض نماز کو قائم کرنا اور فرض زکوٰۃ کو ادا کرنا۔ اور رمضان کے روزے رکھنا"۔ دوسری روایت میں حج کا بھی ذکر آیا ہے۔

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ایمان اور اسلام کو جدا جدا بیان فرمایا۔ حالانکہ امام بخاری رحمت اللہ علیہ اس بات کے قائل ہیں کہ ایمان اسلام اور دین ایک ہی ہیں۔

یہاں محدث کبیر رحمت اللہ تعالیٰ علیہ نے ایسی نفیس وضاحت فرمائی اور دوسری احادیث سے استنباط فرما کر مسئلہ کو ازحد آسان اور عام فہم بنا دیا۔ فرماتے ہیں، جان لینا چاہیے کہ اس حدیث میں ایمان سے مراد ایمان قلبی ہے اور اسلام سے مراد ظاہر طور پر فرمانبردار ہونا اور مطیع ہونا ہے۔ اس سے مراد ایمان مطلق نہیں ہے۔ اس لئے کہ مطلق ایمان اور اسلام لانے کے ایک ہی معنی ہیں جیسے کہ دوسری احادیث شریف اور آیات قرآنی سے مستفاد ہوتا ہے۔ واقعی ایسے ہی علماء کے حق میں فرمایا گیا ہے۔

«درامت محمد علماء چو انبیاء اند»

یہی نہیں کہ حضرت محدث کبیر شاہ محمد غوث رحمت اللہ علیہ قادری گیلانی نے اپنی دُرِنایاب کتاب "شرح غوثیہ" میں حرف متنازع فی المعنیٰ آیات قرآنی میں تطبیق فرمائی اور احادیث شریف کے مغلات کو واضح کر کے آسان فہم کر دیا۔ بلکہ آئمہ مذاہب اور فقہاء کرام کے آپس میں مختلف فیہ مسائل پر بھی بھرپور روشنی ڈالی اور ہر ایک مذہب کے دلائل کو بوضاحت بیان فرمایا۔

جیسے:۔

باب الکتابۃ العلم ص ۱۹۴ پر حضور پاک صاحب لولاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد مذکور ہے۔ "ولا یقتل مسلم بکافر"

ترجمہ

(قتل نہ کیا جائے مسلمان کو کافر کے بدلے)۔

اس مسئلہ میں حضرت امام شافعی اور امام مالک وغیرہ ایک طرف ہیں اور امام اعظم ابوحنیفہ دوسری طرف۔ یعنی ان آئمہ حضرات کا اس مسئلہ میں اختلاف ہے۔

حضرت محدث کبیر شاہ محمد غوث صاحب قادری گیلانی رحمت اللہ علیہ نے ہر مذہب کے دلائل الگ الگ بیان فرما کر ہر ایک مذہب کی پوری توضیح فرمائی اور مسئلہ میں کوئی خفا نہ چھوڑی۔

اسی طرح باب (لا تستقبل القبلۃ بغائط او بول ص ۲۴۱

ترجمہ

(قبلہ کی طرف کوئی شخص منہ نہ کرے چھوٹا پیشاب یا پاخانہ کرتے ہوئے)۔ مگر اس حال میں کہ قضائے حاجت کی جگہ میں دیوار ہو۔ یا اسی طرح کی کوئی چیز جیسے کوئی ستون یا لکڑی یا بڑا پتھر۔

چونکہ اس مسئلہ میں حضرات آئمہ مذاہب کا اختلاف ہے۔ جس کی وضاحت اور استنباط حضرت محدث کبیر شاہ محمد غوث قادری گیلانی رحمت اللہ علیہ نے بہترین پیرائے پر کی۔

فرماتے ہیں "جان لینا چاہیے کہ امام شافعی کے نزدیک دیوار یا اسی طرح کی کسی چیز کی طرف منہ قبلہ کی سمت کر کے پیشاب کرنا جائز ہے۔ اور امام احمد بن حنبل رحمت اللہ علیہ کے نزدیک بھی اسی طرح منہ کرنا جائز ہے۔ اور امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہ مذہب ہے کہ مکروہ ہے۔ قبلہ کی طرف منہ کرنا یا پیٹھ کرنا بول وغائط کے وقت صحرا میں ہو یا گھر میں۔ جیسے کہ دوسری احادیث سے ثابت ہے۔ بعض مواقع پر۔ جبکہ حدیث کا معنی ومطلب بخاری شریف میں دین الخفا ہو اور سامع حدیث شریف تو۔ جہات کثیرہ کی وجہ سے خود متردد ہو تو وہاں پر محدث کبیر رحمت اللہ تعالیٰ علیہ نے اجلہ آئمہ دین اور شراح حدیث کے اقوال کو بیان فرمایا اور جو تشریح انہوں نے حدیث شریف کی بیان فرمائی ہو محدث کبیر رحمت اللہ علیہ نے اس کو مزید واضح فرما کر حدیث کے معنی ومطلب کو نہایت آسان فہم کر کے اہل علم حضرات پر احسان فرمایا۔ مثال کے طور پر

باب الانصات العلماء۔ یہ باب علماء کی بات کان لگا کر سننے میں ہے۔

اس باب میں حضرت جریر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی یہ حدیث روایت کی ہے کہ "حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حجتہ الوداع کے موقع پر ارشاد فرمایا۔ لوگو! میرے بعد کافر نہ ہو جانا کہ بعض تمہارے بعض کی گردنیں ماریں"۔ یہاں حدیث شریف سے بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ اگر کسی نے کسی کو قتل کر دیا تو وہ کافر ہو گیا۔ حالانکہ جمہور علماء اُمت اس کے خلاف ہیں۔

یہاں حضرت شاہ محمد غوث قادری گیلانی رحمت اللہ علیہ نے آئمہ حدیث حضرات کے اقوال سے مقصد حدیث شریف کو ایسا واضح فرمایا کہ کم علم حضرات بھی مقصد حدیث شریف کو سمجھنے میں کوئی دشواری محسوس نہ کریں۔ محدث کبیر فرماتے ہیں۔

امام محی السنہ نے کہا ہے کہ اس سے یہ مراد ہے کہ ایک دوسرے کی گردن مارنے میں تمہارے اعمال کافروں کے مشابہ نہ ہوں۔ امام نووی رحمت اللہ علیہ نے کہا ہے کہ اس حدیث کی چند توجیہیں ہیں (۱) یہ کہ قتل کو حلال جاننا، چونکہ حلال جانتے والے کے حق میں کفر ہے۔ (۲) اور دوسرا یہ کہ مراد کفر سے کفران نعمت (ناشکری) ہے اور حق اسلام ہے (۳) تیسرا یہ

کہ اس سے مراد قرب کفر ہے الخ۔ ان توجیہات کی وضاحت کے بعد کوئی خفا باقی نہ رہی اور حدیث شریف کے تمام پہلو روشن ہو گئے۔

غرض محدث کبیر رحمت اللہ علیہ نے شرح غوثیہ میں جہاں جہاں متفاوت المعنی آیات قرآنی کو پایا۔ ان کی بہترین توضیحیں فرما کر انہیں آسان اور عام فہم کر دیا۔ یہاں تک کہ فقہی مسائل اور بالخصوص وہ مسائل جن میں آئمہ مذاہب کا اختلاف موجود ہے خصوصی طور پر محدث کبیر نے ہر مذہب کے ادلہ کو واضح فرمایا اور کسی قسم کے مغلقات کو واضح کئے بغیر نہیں چھوڑا۔ ساتھ ہی آئمہ مذاہب کے اجتہاد اور استنباط کو بھی بیان فرمایا۔ موقع بموقع محدث کبیر نے اپنے تبحر علمی کے تحت آیات قرآنی کے مغلقات کی تفسیر و تشریح اس انداز سے فرمائی کہ اکابر مفسرین کے تفسیر کے عین مطابق بھی ہے۔ اور نہایت آسان اور عام فہم بھی ہے۔ ایسی ہی احادیث نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں بعض احادیث جو مختلف المعنی اور متنازعہ فیہ ہیں ان میں احسن پیرائے پر تطبیق فرمائی۔ اس کے ساتھ ہی مقلدین مذاہب کے لئے اپنے اپنے مذہب کی مستند دلیلیں پیش فرمائیں۔ اور فقہی مسائل کو ہر مسلک والے کے لئے ایسا آسان فرمایا جس کی مثال ملنا مشکل ہے۔ جیسے کہ نمونہ کے طور پر چند مثالیں مذکور ہو چکی ہیں۔ مختصر یہ کہ بخاری شریف کی تمام شروح میں شرح غوثیہ اپنی مثال آپ ہے۔ اس کی کون کون سی خوبی کو گنا جائے۔ حقیقت یہ ہے کہ شرح غوثیہ ایک ایسی جامع شرح ہے جس کی افادیت سے انکار سورج کو ہاتھ سے چھپانے کے مترادف ہے۔

گر نہ بیند بروز شپرہ چشم
چشمئہ آفتاب راچہ گناہ؟

حضرت محدث کبیر شاہ محمد غوث قادری گیلانی رحمت اللہ علیہ جو رہبر شریعت، رہنمائے طریقت، علوم ظاہری و باطنی سے بہرہ ور عظیم المرتبت ولی اللہ تھے اور اہل دنیا سے پردہ فرمانے کے بعد بھی وہ دنیا والوں میں زندہ جاوید ہیں بمصداق شعر

موت التقی حیات حیات لانفاد لہا
قدمات قوم وہم فی الناس احیا۔

اسی طرح ان کی یہ عظیم شاہکار کتاب "شرح غوثیہ" اہل علم حضرات کے لئے رہتی دنیا تک اپنی ضیاپاشیاں بکھیرتی رہے گی اور علماء حضرات و صوفیائے کرام و نیز جملہ مؤمنین کو اپنے فیوضات ظاہری و باطنی سے مستفیض فرماتی رہے گی۔

رب ذوالجلال اس دُرِ نایاب کتاب شرح غوثیہ سے اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اُمت کے خواص و عوام کو فائدہ پہنچائے اور ہم سیاہ کاروں کی فلاح اُخروی کے لئے وسیلہ بنائے (آمین)

آخر میں گذارش

مترجم "شرح غوثیہ" کے بارے میں چند کلمات خواص و عوام مؤمنین کی خدمت میں پیش کرتا ہوں۔ حضرات برادران اسلام! جیسے کہ محدث کبیر رحمت اللہ علیہ شاہ محمد غوث قدس سرہٗ کی تصنیف شرح غوثیہ ایک لاجواب اور بے مثل کتاب ہے اور ان گنت خوبیوں سے مملو و مشحون ہے۔ لیکن چونکہ یہ کتاب بزبان فارسی تصنیف کی گئی ہے۔ اور یہ اس لئے کہ فارسی زبان کا رواج اس زمانے میں خواص و عوام میں۔ بہت زیادہ تھا۔ ہر بتدی اپنی ابتدائی تعلیم شروع کرتے وقت فارسی کی کوئی نہ کوئی کتاب ساتھ ضرور شروع کرتا۔ مثلاً پنج گنج، تحفہ نصائح سے لے کر کم از کم سکندر نامہ تک فارسی کی کتابیں درس میں شامل ہوا کرتی تھیں۔ ظاہر ہے کہ ایسی حالت میں فارسی کو سمجھنا کوئی دشوار بات نہ تھی۔ خاص کر مغل بادشاہوں کے درباروں فارسی کی بول چال بکثرت بولی جاتی تھی۔

اب جبکہ حالات بالکل بدل گئے ہیں کہ فارسی زبان کی درس و تدریس باقی نہیں رہی۔ نہ تو اذہان متعلمین فارسی پڑھنے کی طرف مائل ہوتے ہیں اور نہ ہی والدین اپنے بچوں پر فارسی پڑھنے کے لئے کوئی دباؤ ڈالتے ہیں۔ تو ظاہر ہے کہ ایسے حالات میں "شرح غوثیہ" کی تصنیف کا اصلی مقصد فوت ہونے اور اس کی افادیت کو عظیم خطرہ لاحق تھا اور حقیقت میں یہ ایک المیے سے کم نہ تھا۔

لیکن اللہ تعالیٰ اپنے محبوبین کے فیوضات کو دنیا والوں سے کب روکتا ہے چونکہ رب رحیم

وکریم اپنے پیارے محبوب تاجدار مدینہ باعث ایجاد عالم نور مجسم محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اُمت کے لئے ہر زمان ومکان میں ایسے اسباب مہیا فرماتا رہتا ہے۔ اُمت محمدیہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فلاح دارین حاصل کرنے میں کوئی دشواری پیش نہ آتے اور کیوں نہ۔ جبکہ یہ امت۔ امت مرحومہ ہے!

یہ اللہ تبارک وتعالیٰ سے خصوصی عنایات اور رحمت کاملہ کا نزول ہی سمجھئے کہ رب لایزال نے حضرت محدث کبیر رحمتہ اللہ علیہ کے خاندان ہی کے چشم وچراغ رہبر شریعت، رہنمائے طریقت، محی السنتہ ماحی البدعت، عالم اجل، عامل اکمل، تکیائے بے کسان، ملجائے معتقدین ومریدان حضرت سید محمد امیر شاہ صاحب قادری گیلانی پشاوری مدظلہ ودام فیضہ المعروف بہ (مولوی جی صاحب) کو اس مبارک کتاب شرح غوثیہ کے ترجمہ کے لئے منتخب فرمایا۔

حضرت سید محمد امیر شاہ صاحب ممدوح کی ہستی محتاج تعارف نہیں کیونکہ ان میں اپنے اسلاف کی وہ تمام صفات موجود ہیں جن کی وجہ سے مخلوق خدا ان کے آستانہ عالیہ کی طرف کھچے چلے آتے ہیں اور اپنے دامنوں کو گوہر مقصود سے بھر کر لوٹتے ہیں۔ بمصداق۔

مشک آنست کہ خود ببوید
نہ کہ عطار بگوید بگوید

آپ مدظلہ ودام فیوضاتہ کو اللہ رب العزت نے علوم شریعت وطریقت سے بہرہ ور فرمایا ہے اور آپ باوجود ضعیف العمری کے علوم شریعت کی درس وتدریس میں شب وروز ہمہ تن مشغول رہتے ہیں اور تحریر وتقریر سے دین مقدس اسلام کی خدمت میں منہمک رہتے ہیں۔ مزید برآں طالبان سلوک کے لئے صفائی قلب کے نسخے تجویز فرما کر ان کی رہنمائی فرماتے ہیں اور اس پُرفتن اور پر آشوب زمانے میں محبین طریقت پر اپنی خصوصی توجہ مبذول فرما کر انہیں منازل سلوک طے کرانے کے بعد مقامات ارفع واعلیٰ پر فائز فرماتے ہیں۔ الحمدللہ یہ آپ کا خاندانی ورثہ ہے جو آپ کے حصے میں آیا!۔

اللہ تعالیٰ کی مہربانی سے آپ نے گردش ایام کا صحیح اندازہ فرما کر اور زبان فارسی سے

لوگوں کو اجنبی محسوس فرماتے ہوئے شرح غوثیہ کا اردو زبان میں ترجمہ فرمایا۔

حضرت موصوف نے "شرح غوثیہ" کی پوری عبارت کا من وعن نہایت سلیس، عام فہم ترجمہ فرما کر زمانہ حاضرہ کے اہل علم حضرات اور علم دوست حضرات پر احسان عظیم فرمایا۔ آپ مدظلہ نے "شرح غوثیہ" کا اردو ترجمہ نہایت دلچسپ پیرائے پر فرما کر کتاب کی افادیت میں مزید اضافہ کردیا۔ اللہ تعالیٰ ان کی اس مبارک سعی کو مقبول بارگاہ فرمائے۔ اللہ تعالیٰ اپنے حبیب پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے طفیل رئیس العلماء، والاتقیاء، حجتہ الاسلام، خلیفہ سید الانام حضرت سید محمد امیر شاہ صاحب مدظلہ العالی قادری گیلانی پشاوری کا سایہ جملہ مریدین ومعتقدین وسائر المسلمین کے سروں پر قائم ودائم رکھے۔ آمین

اللہ تعالیٰ آپ کے فیوضات کا صلہ ظاہری و باطنی سے ہم سب متوسلین کو مستفیض فرمائے۔ آمین

اللہ تعالیٰ شرح غوثیہ کا اردو ترجمہ جو حضرت موصوف کا عظیم کارنامہ ہے اپنی بارگاہ میں مقبول فرما کر اور اسے اپنے محبوب پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی امت کو مستفید کرتے ہوئے ان کے لئے ذریعہ نجات اخروی ودنیاوی فرمائے

آمین ثم آمین

بندہ نے جو چند سطور لکھے اللہ تعالیٰ اسے شرف قبولیت عطا فرما کر ہمارے لئے ذریعہ نجات اخروی فرمائے۔ اپنی غلطیوں کے لئے خواستگار معافی ہوں کیونکہ ایسی عظیم المرتبت کتاب پر کچھ لکھنے کا اہل نہ تھا۔ لیکن اس امید پر لکھا کہ خداوند قدس اسی کو ہماری نجات کے لئے ذریعہ بنادے تو کیا عجب۔

شاہان چہ عجب گر بنوازند گدارا

حضرت شیخ المشائخ سید زین العابدین گیلانی

برادر اکبر حضرت محدث کبیر شاہ محمد غوث گیلانی رحمہما اللہ تعالیٰ علیہما

سید علی اکبر شاہ گیلانی
سینئر پروڈیوسر پی ٹی وی اسلام آباد

حضرت ابوالبرکات سید حسن گیلانی قدس اللہ سرہ العزیز کے جلیل القدر فرزند' خانوادۂ سادات گیلانیہ مقیم ہزارہ و کشمیر کے مورث اعلیٰ اور سرزمین ہزارہ میں سلسلۂ عالیہ قادریہ کے سرخیل' حضرت سلطان العارفین شیخ العلماء و المحدثین سیدنا و جدنا پیر سید زین العابدین گیلانی سلطان پوری نور اللہ مرقدہ' ۱۰۹۰ھ میں بمقام موضع سلطان پور قصبہ بگرام فی الحال نزد کوہاٹ روڈ پشاور متولد ہوئے۔ آپ کی والدۂ ماجدہ حضرت سید جمال ترندی بن سید عبدالوہاب بن سید مصطفیٰ بن سید علی ترندی ا۔ کی صاحبزادی تھیں رضی اللہ عنہم اجمعین۔ آنجناب نے اپنے والد ماجد کے علاوہ حضرت میاں عنایت اللہ گجراتی اور بعض دوسرے بلند پایہ علماء و محدثین سے تعلیم و تربیت پائی۔ علوم ظاہری کی تحصیل کے ساتھ ہی تقریباً اٹھارہ سال کی عمر میں آپ نے روحانی تربیت کے لئے اپنے والد و مرشد کی نگرانی میں گوشہ نشینی اختیار کی اور تین سال خلوت گزیں رہ کر اشتغال باطنی میں کمال حاصل کیا' اس کے بعد خلافت موروثی سے سرفراز ہو کر جادۂ سلوک میں قدم رکھا۔ کسب سلوک کی ابتداء سیرو سیاحت سے ہوئی۔ عرب و عجم کے مختلف بلادو امصار میں اولیاء اللہ کے مزارات پر حاضر ہوکر انوار و تجلیات الٰہی کا مشاہدہ کیا اور اکابر علماء و مشائخ کی صحبت میں رہ کر ظاہری و باطنی فیض حاصل کیا۔ اس کے بعد والد و مرشد کے مرحمت کردہ منشور خلافت کے مطابق تبلیغ دین اور اصلاح مریدین کی جانب متوجہ ہوئے۔ ابتداء ڈیڑھ سال تک کابل میں مقیم رہے جہاں بے شمار بندگان خدا نے آپ سے دینی و روحانی فیض حاصل کیا۔ کابل کا مشہور مغل گورنر نواب محمد امیر خان آپ کا معتقد تھا۔ کابل سے واپسی پر ہزارہ و کشمیر کی درمیانی

شاہراہ کے کناروں پر واقع مختلف آبادیوں میں تبلیغ کا سلسلہ جاری کیا۔ اس مشن کے تحت آپ ہر سال پشاور سے سری نگر تک سفر کرتے۔ سری نگر میں خانیار کے مقام پر آپ کے عم بزرگوار حضرت سید شاہ محمد فاضل گیلانی ۱۰۹۰ھ سے دینی خدمات انجام دیتے چلے آرہے تھے۔ اس آمد و رفت کے دوران آپ کا معمول تھا کہ مختلف بستیوں میں جاکر اسلامی اعمال و افکار کی ترویج کے لئے محافل تذکیر و مواعظ منعقد فرماتے جس سے اس علاقہ میں دور دور تک آپ کا چرچا تھا۔ قرائن سے پتہ چلتا ہے کہ آپ نے اپنے والد و مرشد کی اجازت سے ہزارہ و کشمیر کا پہلا تبلیغی دورہ ۱۱۱۵ھ میں کیا جب کہ اس عرصہ میں کشمیر پر اورنگ زیب عالم گیر کی جانب سے مشہور مغل صوبیدار ابراہیم خان متعین تھا۔ اس کا یہ تیسرا اور آخری دور ۱۱۱۲ھ تا ۱۱۱۸ھ کے زمانی رقبہ کو محیط ہے اس کے بعد یہاں مغل تاج کی جانب سے تقریباً ۵۰ سال کے عرصہ میں سترہ گورنر متعین ہوئے جن کی تفصیل کتب تواریخ میں دیکھی جاسکتی ہے۔(۲)

۱۱۶۶ھ مطابق ۱۷۵۳ عیسوی میں مغل اقتدار کے خاتمہ کے بعد احمد شاہ ابدالی (۱۷۵۳ء تا ۱۷۷۲ء) کی طرف سے عبداللہ خان کابلی کشمیر کا پہلا گورنر مقرر ہوا پھر یکے بعد دیگرے سکھ جیون مل' بلند خان بامزئی' نورالدین بامزئی' لعل خان خٹک' خرم خان' میر فقیر اللہ کنہ' امیرخان عرف جواں شیر قزلباش اور حاجی کریم داد خان نے تقریباً ۳۰ سال تک یہاں پر حکومت کی۔ حاجی کریم داد خان نے تیمور شاہ درانی کی طرف سے ۱۱۹۰ھ تا ۱۱۹۷ھ تک کشمیر پر حکومت کرنے کے بعد داعی اجل کو لبیک کہا اس کے بعد ان کا بیٹا آزاد خان تقریباً اٹھارہ سال کی عمر میں کشمیر کا گورنر ہو(۳)۔ اسی سال یعنی ۱۱۹۷ھ میں حضرت سیدنا پیر زین العابدین گیلانی رحمت اللہ علیہ نے سلطان پور حویلیاں میں رحلت فرمائی۔ بعض اہل قلم نے اس آزاد خان (م:۱۱۹۹ھ) اور حضرت سید زین العابدین رحمت اللہ علیہ گیلانی (م:۱۱۹۷ھ) کے باہمی تعلقات کا ذکر کرتے ہوئے آزاد خان کو سید موصوف کا سسر قرار دیا ہے مگر یہ ایک خلاف تاریخ روایت ہے جو کسی غلط فہمی کا نتیجہ دکھائی دیتی ہے البتہ اس کے برعکس ایک تاریخی اشارہ ملتا ہے جس سے اس عرصہ میں ایک اور سلطان آزاد خان نامی شخص کی اس علاقہ میں موجودگی کا پتہ چلتا ہے جس نے ۱۱۶۳ھ اور ۱۱۶۵ھ کے درمیانی

عرصہ میں ترکوں کی قیادت کرتے ہوئے درانیوں کا راستہ روکنے کی ناکام کوشش کی جس کی پاداش میں درانیوں نے علاقہ سلطان پور دوڈ اور مانک رائے پر حملہ کردیا' ترکوں کو شکست ہوئی اور ان کا سردار آزاد خان' بے نام گمری کے مقام پر مارا گیا(۴)۔ ممکن ہے اس ترک سردار اور حضرت سیدنا پیر سید زین العابدین گیلانی کے درمیان کوئی رابطہ و تعلق خاطر رہا ہو تاہم اس سلسلے میں کوئی واضح تاریخی حوالہ ہماری نظر میں نہیں ہے۔ اس سے پیشتر سلطان پور اور رجوعیہ کے علاقے پر فاضل خان نامی ایک ترک کا قبضہ تھا۔ جو شاہراہ کشمیر کی حفاظت کے لئے ۱۰۸۰ھ میں سلطان پکھلی کی جانب سے اس علاقہ میں متعین تھا۔ بعد میں ریاست کے زوال پر اس نے یہاں ذاتی قبضہ جما لیا تھا۔ ترکوں کی مذکورہ بالا آزاد ریاست تین سو سال تک قائم رہنے کے بعد ۱۱۲۵ھ مطابق ۱۷۱۳ عیسوی میں حضرت سید جلال بابا ترمذی رحمت اللہ علیہ کے ہاتھوں ختم ہوگئی۔ ہزارہ گزیٹر کے مطابق سید جلال بابا رحمت اللہ علیہ نے پکھلی پر ۱۱۱۵ھ میں قبضہ کیا تھا۔ چونکہ حضرت سید زین العابدین گیلانی سید جلال بابا کے بھائی حضرت سید جمال ترمذی رحمت اللہ علیہ کے نواسے تھے عین ممکن ہے کہ اس علاقہ میں اقامت گزینی اسی قرابت داری کی بنا پر حضرت سید جلال بابا کی تحریک کے نتیجہ میں وقوع پزیر ہوئی۔ قرائن سے پتہ چلتا ہے کہ آپ ۱۱۲۵ھ تا ۱۱۳۰ھ کے عرصہ میں سلطان پور تشریف لائے۔ علاقہ کے بڑے بڑے خوانین آپ کے حلقہ ارادت میں شامل تھے جن میں نجی صوبہ خان المتوفی ۱۱۹۷ھ کا نام سرفہرست ہے نجی صوبہ خان کا اصل نام زبردست خان تھا۔ صوبہ خان کا خطاب انہیں پانی پت کی جنگ واقع ۱۱۶۱ھ (۱۷۶۸ء) کے دوران قابل قدر عسکری خدمات کے صلے میں احمد شاہ ابدالی کی طرف سے ملا تھا۔ علاوہ ازیں انہیں بادشاہ نے تناول کا حاکم بھی مقرر کیا تھا۔ صوبہ خان موصوف حضرت سیدنا پیر زین العابدین گیلانی کے نہایت مخلص مرید تھے اور اپنے اس خلوص کا اظہار اپنی سرکاری مہر کے ذریعہ بھی کرتے تھے۔ ڈاکٹر شیر بہادر خان پنی نے تاریخ ہزارہ میں سرکاری مواہیر کی عبارات نقل کی ہیں(۵)۔ ان میں صوبہ خان کی مہر کے الفاظ ہیں:

("اے دستگیر' زبردست خان بہادر۔ کن قبول ۱۱۶۰ھ")

صوبہ خان کے سعادت مند بیٹے فتح شیر خان نے بھی اس خانوادۂ غوثیت مآب کے

ساتھ اپنی آبائی نسبت کو برقرار رکھتے ہوئے اپنی سرکاری مہر میں اس نسبت کا بایں الفاظ اظہار کیا ہے:

("خاکپائے رسول رحمانی فتح شیر' غلام محی الدین شد")

حاصل کلام یہ کہ حضرت سید زین العابدین گیلانی کی سلطان پور میں تشریف آوری اور اقامت گزینی خالص دینی ضرورت کے تحت عمل میں آئی جس کا اندازہ کرنے کے لئے اس علاقہ کی مذہبی تاریخ کا مطالعہ لازم ہے۔ ریاست پکھلی و ہزارہ قارلق کے اس علاقہ میں ترکوں سے پہلے یعنی قبل از ۹۸۶ھ بمطابق ۱۳۹۰ء بدھ مت اور ہندو مت کا پرچار ہوتا تھا۔ سلطان شہاب الدین غوری کے ایک جرنیل اصالت خان نے پکھلی کے حکمران سردار مان سنگھ کو شکست دے کر اس علاقہ میں اسلام کا پرچم لہرایا۔ اس کے بعد آنے والے ترک اور ان کے شانہ بشانہ علماء و مشائخ کے طائفے بھی اسلام کی ترویج و ترقی کے لئے کوشاں رہے لیکن اس سلسلے میں انہیں قابل ذکر کامیابی نہ ہوئی۔ بالآخر جب سید جلال بابا رحمت اللہ علیہ کے سیاسی عمل کے نتیجہ میں اسلام کو واضح غلبہ حاصل ہوگیا تو اس غلبہ کو برقرار رکھنے کے لئے جو اولوالعزم شخصیتیں میدان عمل میں رہیں ان میں حضرت سید زین العابدین رحمت اللہ علیہ کا نام سرفہرست ہے۔ آپ ایک بلند پایہ فقیہ' محدث' ماہر علم الرجال' ولی کامل اور معروف شیخ طریقت ہونے کے باعث سنت نبوی علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کے نہایت پابند اور ملت اسلامیہ کے بہی خواہ تھے۔ کبھی کوئی خلاف سنت کام ہوتا تو چہرۂ انور متغیر ہوجاتا تھا۔ ذرا سی غیر شرعی حرکت پر بڑے سے بڑے آدمی کو مجلس سے نکال دیتے تھے۔ آپ کے چہرۂ انور پر رعب و جلال کے آثار بچپن ہی سے نمایاں تھے۔ کابل کے مغل گورنر کو آپ کی موجودگی میں لب کشائی کی جرات نہ ہوتی تھی۔ تذکرہ نگاروں کا بیان ہے کہ حضرت سید زین العابدین توکل و استغناء' بذل و عطا اور کرم و تقویٰ میں یگانہ روزگار تھے۔ حضرت سید حسن رحمت اللہ علیہ کی رحلت کے بعد حکومت مغلیہ کی جانب سے آنجناب کے پس ماندگان کی معاشی امداد کے لئے پشاور میں کچھ اراضی بطور جاگیر عطا کی گئی لیکن آپ نے اس عطیہ شاہی کی طرف کبھی نظر اٹھا کر بھی نہ

دیکھا بلکہ اس سے کنارہ کش ہو کر سلطان پور چلے آئے جہاں مدت العمر درس و تدریس اور تبلیغ دین کا فریضہ انجام دیتے رہے۔ آپ صدر مدرس کی حیثیت سے بڑے صاحب کے لقب سے یاد کئے جانے لگے اور اب تک اسی لقب سے یاد کئے جاتے ہیں۔ آپ نے طلبہ اور مریدین کی خاطر ایک وسیع لنگر خانہ قائم فرمایا جو آپ کے بعد بھی ایک عرصہ تک جاری رہا۔ حضرت سید والاصفات نے جس طرح خود شاہراہ کشمیر پر واقع اس اہم تاریخی مقام کو اپنی تبلیغی مساعی کا مرکز بنایا اسی طرح اپنے لائق فرزندوں کو بھی اس خطے کی دوسری گزرگاہوں پر واقع بعض اہم مقامات مثلاً بھیکوٹ' سیالکوٹ' ہزارہ' مانگل پوہار (تناول) اور دو میل (مظفر آباد) میں اقامت اختیار کرنے کا حکم دیا اور ان سے درس و تدریس و لنگر خانہ کا سلسلہ جاری کروایا تاکہ اس طرح مقامی باشندوں کے علاوہ ان علاقوں سے گزرنے والے مسافروں کو بھی اسلامی اعمال و افکار سے روشناس کیا جاسکے اور ان کی ہر ممکن مدد کی جائے۔ غرض کہ حضرت سید السادات نے مدت العمر اسی علاقے میں رہتے ہوئے ترویج و اشاعت دین کے سلسلے کو جاری رکھا اور اپنے اہل فرزندوں کو اسے جاری رکھنے کی وصیت فرماتے ہوئے ۱۱۹۷ھ میں اپنے خالق حقیقی سے جاملے۔

انا للہ وانا الیہ راجعون ط

آپ کا روضہ اطہر خطیرہ سادات حسنیہ گیلانیہ سلطان پور میں مرجع خلائق ہے۔ مزار شریف پر پہنچنے کے لئے پی او ایف حویلیاں کے صدر دروازے کے سامنے ایک کشادہ سڑک سلطان پور گاؤں کی طرف جاتی ہے جو آپ ہی کے نام نامی سے منسوب ہے اور جنرل طلعت مسعود کے خصوصی احکامات کے تحت پختہ کی گئی ہے۔

ازواج و اولاد:

مندرجہ بالا تحقیقی معروضات سے یہ بات حتمی طور پر طے ہوجاتی ہے کہ حضرت سید والاصفات کا نہ تو حاکم کشمیر خان درانی سے کبھی کوئی واسطہ و تعلق رہا اور نہ اس کی دختر کو آپ نے اپنے حبالۂ عقد میں قبول کیا۔ یہ صریحاً خلاف تاریخ روایت ہے۔ آپ کی زوجہ مطہرہ سیدہ تاج النساء آپ کے عم بزرگوار حضرت سید شاہ محمد فاضل خانیاری قدس اللہ

سرہ العزیز کی صاحبزادی تھیں۔ یہ شادی ۱۹-۱۱۱۸ھ میں ہوئی۔ سید والا صفات کی تمام اولادیں انہی سیدہ علیا کے بطن اطہر سے پیدا ہوئیں۔ حضرت سیدہ موصوفہ خطیرہ سادات گیلانیہ سلطان پور میں سیدالسادات کے پہلوئے اقدس میں آسودۂ لحد ہیں۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہما

حواشی

○ ۱۔ سید قطب عالم نبیرۂ حضرت سید زین العابدین گیلانی رحمت اللہ علیہ "سلک الدرر" فارسی خطی مملوکہ سادات داتہ مانسہرہ۔

نوٹ :۔ تذکرہ مشائخ قادریہ حسنیہ کے مؤلف سیدی محمد امیر شاہ قادری الگیلانی مدظلہ العالی کے مطابق حضرت سید حسن بادشاہ رحمت اللہ علیہ نے دو عقد فرمائے۔ حضرت سید زین العابدین گیلانی آپ کی پہلی زوجہ مطہرہ کے بطن سے تھے۔ (علی اکبر گیلانی)

وضاحتی نوٹ:۔

اس سلسلے میں حضرت سید غلام بن حضرت سید محمد عابد بن محدث کبیر حضرت شاہ محمد غوث قادری گیلانی رحمت اللہ علیہ اپنی قلمی کتاب "خوارق عادات" فرماتے ہیں۔

"حکایت شنیدم از جد امجد خود و مرشد ارشد حضرت سید محمد غوث رحمت اللہ علیہ ..... بعد ازاں سرداری ازقوم افغانان باعث شد۔ کہ دختر مراقبول کنیلو درعقد آرید اجابت کردم و درعقد آوردم ازبطن او حق تعالیٰ فرزند عطا کرد کہ مسمی بہ سید زین العابدین" (خوارق العادات ص ۷۴)

میں نے اپنے دادا جان اور مرشد ارشد حضرت سید محمد غوث رحمت اللہ علیہ سے سنا کہ ..... بعد ازاں پٹھانوں کے ایک سردار نے اصرار کیا کہ آپ میری لڑکی اپنے نکاح میں قبول کریں۔ میں نے اس کی خواہش منظور کرتے ہوئے اس کی لڑکی سے نکاح کرلیا۔ جس سے اللہ تعالیٰ نے مجھے ایک لڑکا عطا فرمایا۔ جس کا نام سید زین العابدین ہے۔

تشریح خوارق عادات کا قلمی نسخہ اس فقیر کے کتب خانے میں محفوظ ہے جبکہ اس کے دو اردو تراجم بھی شائع ہوچکے ہیں۔ ایک ترجمہ حضرت علامہ ابوالحسنات صاحب قادری خطیب جامع مسجد وزیر

سرہ العزیز کی صاحبزادی تھیں۔ یہ شادی ۱۹۔۱۱۱۸ھ میں ہوئی۔ سید والا صفات کی تمام اولادیں انہی سیدہ علیا کے بطن اطہر سے پیدا ہوئیں۔ حضرت سیدہ موصوفہ خطیرہ سادات گیلانیہ سلطان پور میں سیدالسادات کے پہلوئے اقدس میں آسودہ لحد ہیں۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہما

حواشی

○ ا۔ سید قطب عالم نبیرۂ حضرت سید زین العابدین گیلانی رحمت اللہ علیہ "سلک الدرر" فارسی خطی مملوکہ سادات داتہ مانسہرہ۔

نوٹ :۔ تذکرہ مشائخ قادریہ حسنیہ کے مؤلف سیدی محمد امیر شاہ قادری الگیلانی مدظلہ العالی کے مطابق حضرت سید حسن بادشاہ رحمت اللہ علیہ نے دو عقد فرمائے۔ حضرت سید زین العابدین گیلانی آپ کی پہلی زوجہ مطہرہ کے بطن سے تھے۔ (علی اکبر گیلانی)

وضاحتی نوٹ:۔

اس سلسلے میں حضرت سید غلام بن حضرت سید محمد عابد بن محدث کبیر حضرت شاہ محمد غوث قادری گیلانی رحمت اللہ علیہ اپنی قلمی کتاب "خوارق عادات" فرماتے ہیں۔

"حکایت شنیدم از جد امجد خود و مرشد ارشد حضرت سید محمد غوث رحمت اللہ علیہ ..... بعد ازاں سرداری از قوم افغانان باعث شد۔ کہ دختر مراقبول کنید و درعقد آرید اجابت کردم و درعقد آوردم از بطن او حق تعالیٰ فرزند عطا کرد کہ مسمی بہ سید زین العابدین" (خوارق العادات ص۰)

میں نے اپنے دادا جان اور مرشد ارشد حضرت سید محمد غوث رحمت اللہ علیہ سے سنا کہ ..... بعد ازاں پٹھانوں کے ایک سردار نے اصرار کیا کہ آپ میری لڑکی اپنے نکاح میں قبول کریں۔ میں نے اس کی خواہش منظور کرتے ہوئے اس کی لڑکی سے نکاح کرلیا۔ جس سے اللہ تعالیٰ نے مجھے ایک لڑکا عطا فرمایا۔ جس کا نام سید زین العابدین ہے۔

تشریح خوارق عادات کا قلمی نسخہ اس فقیر کے کتب خانے میں محفوظ ہے جبکہ اس کے دو اردو تراجم بھی شائع ہوچکے ہیں۔ ایک ترجمہ حضرت علامہ ابوالحسنات صاحب قادری خطیب جامع مسجد وزیر

خان لاہور نے کیا ہے اور دوسرا ترجمہ اس فقیر نے کیا۔ جس میں فارسی متن بھی شامل کیا گیا ہے۔ یہ دونوں تراجم بھی اس فقیر کے کتب خانے میں موجود ہیں۔ (مدیر اعلیٰ "الحسن")

○ ۲۔ ۔ سید محمد آزاد' تاریخ کشمیر مطبوعہ ادارہ معارف کشمیر ص۵۰۸۔۵۱۲

○ ۳۔ ۔ ڈاکٹر صابر آفاقی' تاریخ کشمیر (اسلامی عہد میں) مطبوعہ سنگ میل پبلیکیشنز لاہور ۱۹۸۲ء ص۲۵۱ و مابعد

○ ۴۔ ۔ محمد ارشاد خان ایم اے' تاریخ ہزارہ جلد اول

○ ۵۔ ۔ شیر بہادر پنی' تاریخ ہزارہ طبع اول' شائی برقی پریس لاہور ۱۹۶۹ء ص۷۵۰

زبدۃ العارفین

حضرت سید شاہ میر گیلانی قادری بن عمدۃ المفسرین

شیخ المحدثین حضرت سید شاہ محمد غوث قادری گیلانی رحمت اللہ علیہما

حضرت محترم سلیم گیلانی
سجادہ نشین آستانہ عالیہ شاہ میر مظفر آباد

حضرت سید شاہ میر گیلانی قادری رحمت اللہ تعالیٰ علیہ کی تعلیم و تربیت اپنے والد بزرگوار حضرت سید شاہ محمد غوث قادری گیلانی رحمت اللہ علیہ کے زیر سایہ ہوئی۔ آپ نے لاہور کے جید علماء سے اسلامی علوم کی تعلیم حاصل کی اور کچھ عرصہ اپنے والد محترم کے دارالعلوم میں درس بھی دیا۔ اپنے والد گرامی کے دست مبارک پر سلسلہ عالیہ قادریہ میں بیعت ہو کر صاحب مجاز اور معنعن ہوئے۔ اپنے والد گرامی سے فیض حاصل کیا۔ آپ عالم و فاضل، متقی، پرہیز گار، زاہد و عابد تھے۔ آپ اپنے برادر اکبر سید محمد عابد شاہ گیلانی قادری رحمت اللہ علیہ کے پاس سری نگر کشمیر گئے۔ کچھ عرصہ وہاں درس و تدریس کا سلسلہ بھی جاری رکھا اور تبلیغ دین میں بھی مصروف رہے۔ حضرت غوث الاعظم محی الدین سید عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا باطن میں حکم ملنے پر سری نگر سے مظفر آباد تشریف لائے جبکہ سلطان مقرب خان مظفر آباد کا والی تھا۔ یہاں پر سکونت اختیار کر کے تبلیغ دین میں مصروف ہو کر درس و تدریس کا سلسلہ شروع کیا۔ حدیث شریف کا درس خود ارشاد فرماتے اور دیگر علماء علوم اسلامیہ کی کتابیں پڑھاتے آپ کے اخلاق حسنہ، حسب و نسب، علم و فضل اور دینی مساعی سے سلطان مقرب خان جو علاقہ کا والی تھا حد درجہ متاثر ہوا اور اپنی بیٹی سے آپ کی شادی کر دی۔ قضا الٰہی سے جب آپ کی یہ بیوی وفات پاگئیں تو سلطان مقرب خان نے اپنی دوسری بیٹی بھی آپ کے حبالہ عقد میں دے دی اور لنگر وغیرہ کے لئے پندرہ ہزار روپیہ کی سالانہ جاگیر بھی دی۔ آپ کا لنگر بڑا وسیع تھا۔ مساکین اور مسافر آپ کے لنگر سے مستفید ہوتے۔

بیواؤں اور یتیموں کے ماہوار وظیفے مقرر تھے۔

(بحرالعمان و تذکرہ مشائخ قادریہ حسنیہ مطبوعہ پشاور)

آپ اپنے بزرگوں کے مسلک پر پوری طرح کاربند رہے اور زندگی بھر تبلیغ اسلام میں کوشاں رہے۔ آپ نے ضلع مظفر آباد کے علاوہ ضلع پونچھ تک اپنی دینی سرگرمیاں جاری رکھیں۔ اور کئی بار تبلیغی دورے کئے۔ "امر بالمعروف و نہی عن المنکر" آپ کا خاص وصف تھا۔ آپ کے سلسلہ مبارکہ میں تمام حضرات حضور محبوب سبحانی غوث الاعظم محی الدین سید عبدالقادر جیلانی رحمت اللہ علیہ تک اپنے اپنے والد کے خلیفہ اور فیض یافتہ ہیں۔ آپ صاحب کشف و کرامت تھے۔ مرجع خاص و عام اور مستجاب الدعوات تھے۔ آپ نے اپنے تایا شیخ العلماء زبدۃ العارفین سید زین العابدین شاہ قادری گیلانی رحمت اللہ علیہ سلطان پوری کی صاحبزادی بی بی زینب کبریٰ سے بھی عقد کیا جو کہ بی بی عائشہ کے بطن سے تھیں۔ بی بی عائشہ گورنر کشمیر آزاد خان درانی کی بیٹی تھیں۔

(بحر العمان ص ۱۱۰' ص ۱۶۸)

آپ کے پانچ فرزند تھے۔ سید میر سلطان شاہ قادری رحمت اللہ علیہ' سید میر حسین شاہ قادری گیلانی رحمت اللہ تعالیٰ علیہ' سید محمد علی شاہ گیلانی رحمت اللہ علیہ' سید میر ولی شاہ گیلانی رحمت اللہ تعالیٰ علیہ اور سید پیر چراغ شاہ گیلانی رحمت اللہ تعالیٰ علیہ۔ حضرت شاہ میر گیلانی قادری رحمت اللہ تعالیٰ علیہ کے بڑے بھائی شیخ الطریقت سید محمد عابد شاہ قادری گیلانی رحمت اللہ علیہ نے ۱۱۹۳ھ میں سری نگر کشمیر میں وفات پائی جن کی تاریخ پیدائش ۱۱۱۱ھ ہے۔ سید شاہ میر گیلانی قادری رحمت اللہ تعالیٰ علیہ کی تاریخ پیدائش ۱۱۱۱ھ کے چند سال بعد ہے اور قرائن سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کی تاریخ وفات ۱۱۸۷ھ اور ۱۱۹۷ھ کا درمیانہ عرصہ ہے۔ آپ نے مظفر آباد میں وفات پائی۔ آپ کا مزار مقدس مظفر آباد میں مرجع خلائق ہے۔

زبدۃ العارفین سید میر سلطان شاہ قادری گیلانی
بن عمدۃ السالکین حضرت سید شاہ میر قادری گیلانی رحمۃ اللہ علیہما

سید میر سلطان شاہ قادری گیلانی رحمت اللہ علیہ جو کہ سید شاہ سلطان گیلانی کے نام سے مشہور ہوئے۔ مظفر آباد میں پیدا ہوئے۔ آپ کی تعلیم و تربیت اپنے والد بزرگوار سید شاہ میر

قادری گیلانی رحمت اللہ علیہ کے زیر سایہ ہوئی۔ آپ عالم و فاضل، اعلیٰ درجہ کے ریاضت کش، عابد، زاہد اور سخی تھے۔ اپنے والد ماجد سے سلسلہ عالیہ قادریہ میں مرید و خلیفہ تھے۔ آپ نے بھی اپنی ساری زندگی اپنے بزرگوں کے مسلک کے مطابق گزاری۔ تبلیغ دین اور اشاعت سنت نبوی کے لئے آپ نے کئی بار علاقہ کے دورے کئے۔ آپ نے لنگر کا سلسلہ بھی شروع رکھا۔ مساکین اور مسافروں کو آپ کے لنگر سے کھانا ملتا تھا۔ سلسلہ عالیہ قادریہ کے فروغ کے لئے بھی آپ کوشاں رہے۔ آپ مہمان نواز، کثیر الکرامت، ذی ہیبت عظیم اور بڑے مستجاب الدعوات تھے

(بحر العمل ص ۱۷۲)

آپ کی اولاد میں سید شاہ عمر گیلانی قادری رحمت اللہ علیہ (مزارلون بگلہ چکلہ) پیر سید امام علی شاہ گیلانی قادری رحمت اللہ علیہ (مزار رتہ ہونز نزد نور پور شاہاں) پیر سید علاؤالدین قادری گیلانی رحمت اللہ علیہ (مظفر آباد) اور پیر سید وہاب الدین گیلانی قادری رحمت اللہ علیہ (مزار سپری) اکابر اولیاء سادات گیلانی سے ہیں۔ حضرت سید شاہ سلطان گیلانی قادری رحمت اللہ علیہ نے مظفر آباد میں وفات پائی اور اپنے والد بزرگوار حضرت سید شاہ میر گیلانی قادری رحمت اللہ علیہ کی تربت کے قریب مظفر آباد میں ہی مدفون ہوئے۔ آپ کے بڑے فرزند سید شاہ عمر گیلانی قادری رحمت اللہ علیہ تھے۔

حضرت سید شاہ عمر گیلانی قادری رحمت اللہ علیہ
بن زبدۃ العارفین حضرت سید میر سلطان شاہ قدس سرہ العزیز

سید شاہ عمر گیلانی قادری رحمت اللہ علیہ بن حضرت سید میر سلطان شاہ رحمت اللہ علیہ جو کہ سید شاہ سلطان مظفر آبادی کے نام سے مشہور ہیں کے بڑے فرزند تھے۔ آپ کی پیدائش مظفر آباد میں ہوئی۔ آپ کی تعلیم و تربیت اپنے والد بزرگوار کے زیر سایہ ہوئی۔ آپ کا خاندان علم و فضل، شریعت اور طریقت کا گہوارہ تھا اس لئے آپ نے نوجوانی میں ہی جملہ علوم درسیہ کی تکمیل کرلی اور کمال استقامت سے منازل سلوک بھی طے کیں اور اپنے والد ماجد

حضرت سید شاہ سلطان قادری رحمت اللہ علیہ سے سلسلہ قادریہ میں مرید و خلیفہ ہوئے۔ آپ کے بزرگوں کا سب سے اہم اور مرکزی اصول تبلیغ و اشاعت اسلام مسلمانوں کی اصلاح، خلق خدا کی خدمت، سنت نبوی صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی پیروی اور اللہ تعالیٰ کی عبادت تھا۔ آپ نے بھی اپنے آباؤ اجداد کے مسلک کے مطابق تبلیغ و اشاعت اسلام اور پیروی سنت نبوی صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کو اپنا شیوہ بنائے رکھا اور اپنی پوری زندگی زھد و عبادت میں گزاری اور تبلیغ دین کے ساتھ اپنے سلسلہ عالیہ قادریہ کے ارشادات کی بھی تبلیغ کرتے رہے۔ آپ کے اخلاق کریمانہ کے لوگ بہت مداح تھے۔ آپ کے معتقدین کا حلقہ کافی وسیع تھا۔ آپ نے ضلع مظفر آباد کے علاوہ ضلع پونچھ میں بھی دین اسلام کے سلسلہ میں گراں قدر خدمات انجام دیں اور ہزاروں لوگوں کو راہ راست پر لائے۔ تبلیغ دین اور اپنے بزرگوں کے مشن کو جاری رکھنے کے لئے چکار کے قریب ایک پر فضا مقام "لون بگلہ" کو مرکز بنا کر عبادت میں بھی مصروف رہے اور ضلع مظفر آباد کے علاوہ ضلع پونچھ میں بھی تبلیغ دین کا سلسلہ جاری رکھا۔ اور تبلیغی دورے بھی کرتے رہے۔ آپ کے تین فرزند تھے۔ بڑے فرزند سید علاؤالدین گیلانی قادری رحمت اللہ تعالیٰ علیہ نے مظفر آباد میں ہی سکونت اختیار کی اور دوسرے فرزند پیر سید وہاب الدین گیلانی قادری رحمت اللہ تعالیٰ علیہ نے باغ پونچھ میں سکونت اختیار کی۔ حضرت سید شاہ عمر گیلانی قادری (بحر الجمال ص ۱۷۲) کے بقول اپنے خاندان کے چراغ اور شرافت و کرامت اور بزرگی موروثی رکھتے تھے۔ بڑے عالم با عمل، متقی و متورع، بردبار، حلیم، سلیم العقل، ذہین و فہیم اور بہت پاک باطن جامع اوصاف ولی کامل تھے۔ آپ کا مزار "لون بگلہ" نزد چکار مرجع خلائق ہے۔ آپ کے بڑے فرزند پیر سید سخی علاؤالدین گیلانی قادری رحمتہ اللہ علیہ جو بڑے جاہ و جلال کے بزرگ تھے اور اکابر اولیاء سادات سے ہیں اپنے روحانی مرتبہ سے ریاست جموں و کشمیر میں بہت شہرت حاصل کی۔

پیر سید سخی علاؤالدین گیلانی قادری بن
عمدۃ السالکین حضرت سید شاہ عمر گیلانی قادری رحمت اللہ علیہ

پیر سید سخی علاؤالدین گیلانی قادری رحمت اللہ تعالیٰ علیہ ریاست جموں و کشمیر کے ان

بزرگان دین میں سے ایک ہیں جنہوں نے ڈوگرہ مہاراجگان کے دور حکومت میں نہایت ناسازگار حالات میں پامردی سے تبلیغ اسلام کا فریضہ انجام دیا اور اپنے بزرگوں کے مسلک پر قائم رہے۔ آپ کو کئی فضیلتیں حاصل ہیں۔ آپ کے آباؤ اجداد میں جتنے بزرگ گزرے ہیں وہ سب ولایت کے درجہ پر فائز تھے۔ آپ نسب طریقت کے لحاظ سے ہی قادری نہ تھے بلکہ آپ کا شجرۂ نسب ۷ویں پشت میں حضرت سید عبداللہ شاہ گیلانی قادری رحمت اللہ تعالیٰ علیہ الملقب صحابی مزار ٹھٹھہ (مکلی) سندھ سے جاملتا ہے۔ سید عبداللہ شاہ قادری رحمت اللہ تعالیٰ علیہ الملقب صحابی کا سلسلہ نسب ۱۶ویں پشت میں حضور غوث الاعظم محی الدین سید عبدالقادر الحسنی الحسینی الگیلانی سے اور ۲۸ویں پشت میں امیرالمومنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے جاملتا ہے۔ سید عبداللہ شاہ قادری رحمت اللہ تعالیٰ علیہ الملقب صحابی گیارہویں صدی ہجری کے اوائل میں بغداد سے ٹھٹھہ (مکلی) سندھ تشریف لائے وہیں سکونت اختیار کی اور آپ کی تبلیغ سے بہت بڑی تعداد میں غیر مسلموں نے دین اسلام قبول کیا۔ آپ کا شمار اکابر اولیاء سندھ میں ہوتا ہے۔ آپ نے ۱۰۶۰ھ مطابق ۱۶۵۰عیسوی میں وفات پائی۔ آپ کا مزار ٹھٹھہ (مکلی) سندھ میں مرجع خلائق ہے۔

سید عبداللہ شاہ قادری رحمت اللہ تعالیٰ علیہ کے دو فرزند سید حسن قادری گیلانی رحمت اللہ تعالیٰ علیہ اور سید شاہ محمد فاضل قادری رحمت اللہ تعالیٰ علیہ تھے۔ سید حسن قادری گیلانی رحمت اللہ تعالیٰ علیہ برصغیر کے اکابر اولیاء میں سے ہیں اور خصوصاً صوبہ سرحد میں آپ نے بہت شہرت حاصل کی۔ آپ نے ۱۱۱۵ ہجری میں پشاور میں وفات پائی۔ آپ کا مزار اقدس پشاور میں مرجع عوام و خلائق ہے۔

سید شاہ محمد فاضل کشمیر کے اکابر اولیاء میں سے ہیں۔ آپ نے ۱۱۱۷ھ میں سری نگر میں وفات پائی۔ اور آپ کی خانقاہ خانیار سری نگر کشمیر میں مسلمانوں کا دینی و سیاسی مرکز ہے۔ حضرت سید حسن بادشاہ قادری گیلانی رحمت اللہ تعالیٰ علیہ کے تین فرزند تھے۔ سید زین العابدین شاہ قادری گیلانی رحمت اللہ علیہ، سید شاہ محمد غوث قادری گیلانی رحمت اللہ علیہ اور سید علی قادری گیلانی رحمت اللہ علیہ۔ آپ کے دو فرزند سید زین العابدین قادری رحمت اللہ علیہ اور شاہ محمد غوث قادری رحمت اللہ علیہ آپ کے خلیفہ بھی تھے۔ سید زین العابدین

قادری گیلانی رحمت اللہ علیہ نے صوبہ سرحد میں بہت شہرت حاصل کی اور صوبہ سرحد کے اکابر اولیاء میں سے ہیں۔ آپ کا مزار سلطان پور حویلیاں میں مرجع خلائق ہے۔

سید شاہ محمد غوث قادری گیلانی رحمت اللہ تعالیٰ علیہ نے پورے برصغیر میں بہت شہرت حاصل کی اور آپ کا شمار برصغیر کے اکابر اولیاء کرام میں ہوتا ہے اور تذکرہ نویسوں نے آپ کے حالات پر کئی کتابیں لکھی ہیں۔ آپ نے ۱۱۵۳ھ کو لاہور میں وفات پائی۔ آپ کا مزار پرانوار بیرون دہلی دروازہ لاہور میں مرجع خلائق ہے۔ ہر سال ۱۷، ۱۸ ربیع الاول کو آپ کا عرس مبارک منایا جاتا ہے اور لاہور میں سرکاری تعطیل ۱۷، ۱۸ ہوتی ہے۔ آپ کے چاروں فرزند سید محمد عابد شاہ، سید میر شاکر شاہ، سید شاہ میر اور سید میر باقر شاہ آپ کے خلفاء نامدار تھے اور سب ولایت کے درجہ پر فائز تھے۔ سید محمد عابد شاہ گیلانی قادری رحمت اللہ علیہ سری نگر کشمیر تشریف لے گئے اور سری نگر میں ۱۱۹۳ھ میں وفات پائی۔ آپ بھی مرتبہ ولایت پر فائز تھے۔ سید میر شاکر شاہ گیلانی قادری رحمت اللہ علیہ جہلم کے قریب جلال پور شریف تشریف لے گئے اور وہیں ۱۱۸۳ھ میں وفات پائی۔ آپ بھی مرتبہ ولایت پر فائز تھے۔

سید شاہ میر گیلانی قادری رحمت اللہ علیہ باطن میں قطب ربانی قندیل نورانی ہیکل یزدانی حضرت شیخ ابو محمد محی الدین سید عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا حکم ملنے پر مظفر آباد تشریف لائے۔ اپنے زمانے کے ولی کامل تھے۔ آپ نے مظفر آباد میں سکونت اختیار کی۔ سلطان مقرب خان نے جو مظفر آباد کا حاکم تھا آپ کے حسب و نسب، علم و فضل اور سیرت سے متاثر ہو کر اپنی بیٹی سے آپ کی شادی کردی۔ آپ نے وہیں وفات پائی اور مظفر آباد میں آپ کا مزار مرجع خلائق ہے۔ آپ سب کے علیحدہ حالات درج ہیں۔ یہ نہایت ہی اختصار کے طور پر تمہیداً لکھا جارہا ہے کہ سید شاہ محمد غوث گیلانی قادری رحمت اللہ علیہ کی اولاد کب اور کس طرح مظفر آباد میں آباد ہوئی۔ سید شاہ میر گیلانی قادری رحمت اللہ علیہ کے پانچ فرزند تھے ان میں سید میر سلطان شاہ قادری رحمت اللہ علیہ جو کہ سید شاہ سلطان کے نام سے بھی مشہور تھے۔ اپنے والد کے خلیفہ بھی تھے۔ مظفر آباد میں مقیم ہو کر اپنے بزرگوں کا سلسلہ جاری رکھا۔ اپنے زمانہ کے ولی تھے۔ مظفر آباد میں ہی وفات پاکر وہیں مدفون ہوئے۔ سید شاہ سلطان گیلانی قادری رحمت اللہ علیہ کے بڑے فرزند سید شاہ عمر گیلانی قادری رحمت اللہ علیہ تھے۔ آپ

کے ہاں تین فرزند پیدا ہوئے۔ آپ اپنے والد کے ہی خلیفہ تھے اور اپنے زمانہ کے ولی کامل تھے۔ ضلع پونچھ اور ضلع مظفر آباد میں تبلیغ دین کے لئے آپ نے "لون بگلہ بھکلہ" تشریف لے گئے وہیں وفات پائی۔ "لون بگلہ (بھکلہ) میں آپ کا مزار مرجع خلائق ہے۔ آپ کے بڑے فرزند سید علاؤالدین گیلانی رحمت اللہ علیہ مظفر آباد میں ہی پیدا ہوئے اپنے والد کے ہی خلیفہ تھے۔ پیر سید سخی علاؤالدین قادری گیلانی رحمت اللہ تعالیٰ علیہ بھو کہ بڑے جاہ و جلال کے ولی گزرے ہیں ریاست جموں و کشمیر میں عموماً اور ضلع ہزارہ، ضلع پونچھ اور ضلع مظفر آباد میں خصوصاً غیر معمولی مقبولیت حاصل کی۔ آپ ساری زندگی اپنے بزرگوں کے مسلک پر کاربند رہے۔ آپ نے اپنے علم و فقر، دینی تبلیغ، خدمت مساکین، جذبہ جہاد، حق گوئی اور سخاوت کی وجہ سے لوگوں میں بہت مقبولیت حاصل کی۔ آپ کے نزدیک انسانی زندگی کا سب سے اچھا مصرف یہ تھا کہ خداوند تعالیٰ کی عبادت کے ساتھ ساتھ بندگان خدا کے حقوق بھی ادا کئے جائیں۔ اور ان کی رہنمائی کے لئے الگ تھلگ نہ رہا جائے۔ اور آپ خداوند تعالیٰ کی عبادت کے ساتھ ساتھ بندگان خدا کی اصلاح بھی کرتے رہے۔ آپ کے حسن اخلاق، جذبہ خدمت اور تبلیغ سے کئی غیر مسلموں اور ڈوگروں نے آپ کے دست مبارک پر دین اسلام قبول کیا۔ اور مظفر آباد شہر میں اس وقت بھی کئی شیخ حضرات کے گھرانے موجود ہیں جن کے اجداد نے پیر سید علاؤالدین قادری رحمت اللہ علیہ کے دست حق پرست پر اسلام قبول کیا تھا اور ان شیخ گھرانوں کے افراد بھی دعا و برکت کے لئے آپ کے مزار پر حاضری دیتے ہیں۔ مغلیہ دور سے نسلاً بعد نسل حق ملکیت کے طور پر وراثت میں آپ کو خاص مظفر آباد شہر میں اراضیات کے علاوہ مواضعات ہوتریڑی، سنبہ، میر ہانڈی، بروڑہ کے علاوہ تحصیل اوڑی میں مواضعات دوبنگ، ککڑواڑہ، دوبی داتھر، کڑتھامہ اور ہانڈی چکاں سمیت ہزار کنال اراضیات حاصل ہوئیں۔ آپ بڑے وسیع القلب اور مخیر بزرگ تھے آپ کا دسترخوان اور لنگر بڑا وسیع تھا۔ صبح سے شام تک لنگر جاری رہتا تھا۔ بیواؤں اور یتیموں کی مالی امداد بھی کرتے۔ ملکیتی اراضیات کی ذاتی آمدنی کے علاوہ جو تحائف و ھدایا آپ کے پیش کئے جاتے وہ سب آپ مساکین اور حاجت مندوں میں تقسیم کرا دیتے۔ توکل اور قناعت کا یہ عالم تھا کہ دوسرے دن کے لئے کچھ بھی نہ رکھتے۔ اپنی سخاوت کی وجہ سے پورے علاقہ میں سخی کے نام سے مشہور

ہوئے اور اب بھی آپ سید تخی علاؤالدین رحمت اللہ علیہ کے نام سے یاد کئے جاتے ہیں۔
آپ اپنی اصلاحی و تبلیغی سرگرمیوں کے سلسلے میں اکثر ضلع مظفرآباد کے علاوہ ضلع پونچھ کے بھی دورے کرتے رہے اور ضلع پونچھ کے مشہور اور نامور سدھن قبیلہ کے لئے قابل قدر دینی خدمات انجام دینے کی وجہ سے اس نامور قبیلہ کے پیر و مرشد کہلائے۔ آپ ہمیشہ اپنے عقیدت مندوں کو سنت نبوی ﷺ کی پیروی کی تلقین فرماتے۔ آپ کو اپنی زندگی میں ریاست جموں و کشمیر میں ڈوگرہ راج کے بانی مہاراجہ گلاب سنگھ اور اس کے بعد مہاراجہ رنبیر سنگھ اور مہاراجہ پرتاپ سنگھ سے واسطہ پڑا جو سخت متعصب کافر حکمران تھے۔ لیکن آپ سختی سے اپنے بزرگوں کے مسلک پر کاربند رہے اور ڈوگرہ راج کی اعلانیہ مخالفت کرتے ہوئے تبلیغ دین کا سلسلہ جاری رکھا۔ اور شرعی فیصلہ جات صادر کر کے ان پر مسلمانوں سے عملدرآمد بھی کراتے رہے۔ آپ صاحب کشف و کرامات بھی تھے اور بعض خوارق عادات کا آپ سے ظہور ہوا۔ ڈوگرہ راج میں ریاست جموں و کشمیر میں ذبح گائے پر پابندی لگا کر اسے ایک سنگین جرم قرار دے دیا گیا۔ پیر سید علاؤالدین قادری رحمت اللہ علیہ جو کہ تخی کے نام سے بھی مشہور ہیں' کے لنگر میں روزانہ گائے بھی ذبح کی جاتی تھی۔ مظفرآباد میں آپ کی اراضیات و رہائش سے تقریباً نصف میل کے فاصلے پر مہاراجہ گلاب سنگھ نے دریائے نیلم کے کنارے پر ایک مضبوط قلعہ تعمیر کرایا تھا۔ جو اب بھی موجود ہے۔ اس قلعہ میں اسلحہ سمیت ڈوگرہ اور سکھ فوج تعینات تھی کہ اگر مسلمان کوئی بغاوت کریں تو فوج فوری طور پر کارروائی کر سکے۔
آپ کے لنگر میں روزانہ ذبح گائے کی شکایت پر ایک دن ڈوگرہ و سکھ فوج نے اچانک چھاپہ مار کر ذبح شدہ گائے کا گوشت برآمد کیا۔ اس پر سید علاؤالدین رحمت اللہ علیہ نے فوجی دستہ کی موجودگی میں ذبح شدہ گائے کا چمڑا گوشت پر ڈال کر کلام پاک پڑھ کر قم باذن اللہ کہا' گائے اللہ تعالیٰ کے حکم سے فوراً زندہ ہو گئی اور تین ٹانگوں کے سہارے اٹھ کھڑی ہوئی ایک ٹانگ کا گوشت اس وقت دستیاب نہ ہو سکا تھا۔ ڈوگرے اور سکھ یہ محیرالعقول واقعہ دیکھ کر سخت سراسیمہ اور متعجب ہوئے اور راہ فرار اختیار کی اور اس واقعہ کے بعد سکھوں اور ڈوگرہ فوجیوں پر اس قدر ہیبت غالب آئی کہ انہوں نے آپ کی اراضیات کی طرف آمد و رفت بالکل ترک کردی۔ اور پھر کبھی کوئی چھیڑ چھاڑ نہیں کی۔ (تذکرۃ السادات' بحرالجمان ص ۱۷۳) اس

واقعہ کو سن کر مہاراجہ گلاب سنگھ بھی مرعوب ہوا۔ آپ کی یہ کرامت اب بھی علاقہ میں مشہور ہے اور لوگ اپنے بزرگوں سے سنتے آئے ہیں۔ سوات کے اخون صاحب جو کہ سید علاؤالدین قادری گیلانی کے ہم عصر تھے۔ ان کے درجہ ولایت کی شہرت سن کر اکابر کی ایک جماعت بغرض امتحان و آزمائش سوات سے مظفرآباد بھیجی۔ انہوں نے واپس جا کر چشم دید حالات سنائے تو اخون صاحب نے فرمایاکہ "بے شک سید علاؤالدین ایک بڑا صاحب کرامت ولی ہے۔" (بحرالجمان) مسلمانوں میں آپ کی عقیدت' اثر و رسوخ اور روحانی مرتبہ سے مرعوب ہو کر مہاراجہ گلاب سنگھ نے ازخود ۲۱ر مگھر ۱۹۱۰بکرمی کو شاہی حکم نامہ جاری کیا جس پر اس کے دستخط ثبت ہیں۔ اس کے الفاظ یہ ہیں:۔

راجہ ہائے ککھہ بمبہ بداننند!

"چون پیر لعب دین (پیر علاؤالدین) جائے ادب است باید کہ ایشان غور پر داخت آن لواحق دارند و آنکہ جائے وزمین از قرار قدیم تحت مشاراً الیہ است بدستور واگذار دارند تاکید است۔

(تحریر ۲۱ مگھر ۱۹۱۰بکرمی)

مہاراجہ گلاب سنگھ کے شاہی حکم سے ظاہر ہے کہ اس نے آپ کے معاملات میں کسی قسم کی مداخلت کی جرات نہیں کی اور پیر سید علاؤالدین رحمتہ اللہ علیہ کی زمانہ قدیم سے جو جائیداد زمین ان کی ملکیت میں تھیں بدستور واگذار رہیں۔ مہاراجہ گلاب سنگھ کے بعد اس کے جانشین رنبیر سنگھ اور مہاراجہ پرتاب سنگھ بھی پیر علاؤالدین گیلانی رحمتہ اللہ علیہ سے مرعوب رہے اور ازخود مہاراجہ گلاب سنگھ کے شاہی حکم کی اپنے دور حکومت میں توثیق کرتے ہوئے اپنے شاہی احکام میں جو کہ ۱۲ر ہاڑ ۱۹۱۷بکرمی اور ۲۷ر پوہ ۱۹۱۹بکرمی کو صادر کئے جن پر ان کے دستخط بھی ثبت ہیں آپ کے روحانی مرتبہ کو ملحوظ رکھتے ہوئے "سیادت پناہ سلالہ دودمان عظمیٰ سید علاؤالدین جی" کے الفاظ سے مخاطب کیا ہے مغل بادشاہوں میں اورنگزیب عالمگیر اور ان کا جانشین و فرزند فرخ سیر بادشاہ' شاہ عالم بادشاہ اور بہادر شاہ خداداد حضرت سید حسن قادری رحمتہ اللہ علیہ کے معتقدین میں شامل تھے اور سید حسن قادری

رحمت اللہ علیہ کے بارہ میں اپنی اپنی شاہی سندات میں "حقائق و معارف آگاہ سید حسن قادری" کے الفاظ سے مخاطب کیا ہے۔ ایران کے مشہور بادشاہ نے تسخیر ہندوستان کے دوران حضرت سید شاہ محمد غوث قادری گیلانی رحمت اللہ علیہ کے روحانی مرتبے سے مرعوب ہو کر لاہور میں ان کے پاس حاضری دی تھی۔ اور اسی دوران اپنی تخت نشینی کے دسویں سال از خود سید شاہ محمد غوث قادری گیلانی کے بارے میں جو شاہی فرمان جاری کیا اس میں "حقائق آگاہ مرشدنا سید محمد غوث" کے الفاظ درج ہیں۔ شاہان مغلیہ کے شاہی فرمان کی اصل سندات۔ نادر شاہ بادشاہ کا اصل شاہی فرمان اور پیر سید علاؤالدین قادری گیلانی رحمت اللہ علیہ کے بارے میں مہاراجگان ریاست جموں و کشمیر کے اصل شاہی احکام کی سندات اور حضرت سید شاہ محمد غوث قادری گیلانی رحمت اللہ علیہ نے اپنے حالات' سلسلہ نسب و سلسلہ طریقت کے بارے میں فارسی میں جو کتاب لکھی ہے اس کتاب کا نادر قلمی نسخہ درگاہ سید علاؤالدین گیلانی قادری رحمت اللہ علیہ کے سجادہ نشین سید محمد سلیم گیلانی کی تحویل میں ہیں۔ سید تخی علاؤالدین گیلانی قادری رحمت اللہ علیہ کو ان کی دینی خدمات' علم و فضل' زہد و تقویٰ سخاوت' حق گوئی اور اللہ تعالیٰ پر توکل جیسی صفات نے اس مرتبہ پر پہنچا دیا کہ آج بھی اس علاقہ کے مسلمان ان کا نام ادب و احترام سے لیتے ہیں اور عوام و خواص کے علاوہ بڑے بڑے حکام بھی مزار پر حاضر ہوتے رہتے ہیں۔ آزاد حکومت ریاست جموں و کشمیر کے صدر جناب سردار عبدالقیوم خان (موجودہ وزیر اعظم) جو کہ صوم و صلوٰۃ کے بھی پابند ہیں مزار پر حاضر ہو کر فیض و برکات سے مستفیض ہوتے رہتے ہیں۔ اولیاء کرام کے حالات پر مبنی کتب تذکرۃ السادات' بحرالجمان اور قول محکم میں مرقوم ہے کہ سید علاؤالدین قادری گیلانی رحمت اللہ علیہ اکابر اولیاء سادات سے ہیں" آپ کی ولادت یوم جمعتہ المبارک ہے اور وفات ۳ شوال ۱۲۹۶ھ بروز جمعتہ المبارک بوقت سحر مظفر آباد میں ہوئی۔ اناللہ وانا الیہ راجعون

آپ مظفر آباد میں ہی اپنے آبائی مقام سید شاہ میر گیلانی رحمت اللہ علیہ کے مزار کے قریب مدفون ہوئے آپ کا مزار مرجع خلائق ہے۔ سید علاؤالدین قادری گیلانی رحمت اللہ علیہ کے تین فرزند سید فضل الدین گیلانی رحمت اللہ علیہ' سید نذر الدین گیلانی رحمت اللہ اور سید شمس الدین گیلانی رحمت اللہ علیہ تھے۔ آپ نے اپنی زندگی میں ہی پیر سید فضل الدین گیلانی

رحمت اللہ علیہ کے بڑے فرزند یعنی اپنے حقیقی پوتے پیر سید سکندر شاہ قادری گیلانی رحمت اللہ علیہ نے اپنا جانشین نامزد کیا اور اس طرح وہ آپ کی درگاہ غوثیہ قادریہ کے پہلے سجادہ نشین ہوئے۔ پیر سید محی علاؤالدین گیلانی قادری رحمت اللہ علیہ کا شجرۂ نسب و حسب درج ذیل ہے۔

پیر سید علاؤالدین گیلانی قادری بن سید شاہ عمر گیلانی بن سید شاہ سلطان گیلانی بن سید شاہ میر گیلانی بن سید شاہ محمد غوث گیلانی قادری بن سید حسن بادشاہ گیلانی قادری بن سید عبداللہ شاہ صحابی گیلانی قادری بن سید محمود گیلانی (بغداد) بن سید عبدالقادر بن سید عبدالباسط بن سید حسین بن سید قطب عالم بن سید احمد بن سید شرف الدین قاسم بن سید شرف الدین یحییٰ بن سید بدرالدین حسن بن سید علاؤالدین علی بن سید شمس الدین محمد بن سید شرف الدین یحییٰ بن سید شہاب الدین احمد بن سید قطب عالم بن سید صالح النصر بن سید عبدالرزاق بن سیدنا غوث الاعظم ابو محمد محی الدین سید عبدالقادر جیلانی الحسنی الحسینی الگیلانی رضی اللہ عنہ

پیر سید فضل الدین گیلانی قادری

بن پیر سید علاؤالدین گیلانی قادری رحمت اللہ علیہما

پیر سید فضل الدین قادری گیلانی رحمت اللہ علیہ سلطان العارفین پیر سید علاؤالدین قادری گیلانی کے سب سے بڑے فرزند تھے۔ آپ نے والد بزرگوار کے زیر سایہ تعلیم و تربیت حاصل کی۔ آپ بڑے عالم و فاضل ' صاحب جود و سخا اور صاحب ورع و تقویٰ تھے۔ آپ نہایت خوبصورت و خوب سیرت اور اعلیٰ کردار کے مالک تھے۔ اپنے بزرگوں کے مسلک کے مطابق تبلیغ دین اور اشاعت سنت نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا سلسلہ جاری رکھا اور دور دراز علاقوں کے دورے کر کے مسلمانوں کی اصلاح کرتے رہے۔ آپ نے پوری زندگی زہد و عبادت اور خدمت خلق میں گزاری۔ شرافت و کرامت موروثی رکھتے تھے۔ ضلع مظفر آباد کے مشہور "کھکھہ" خاندان کے بڑے جاگیردار اور علاقہ کی باثر شخصیت کی صاحب زادی سے آپ کی شادی ہوئی۔ جو کہ آزاد حکومت ریاست جموں و کشمیر کے سابق وزیر اور آل جموں و کشمیر مسلم کانفرنس کے سابق صدر راجہ محمد حیدر خان (مرحوم) کے حقیقی دادا تھے۔ آپ نے

موروثی اور ملکیتی اراضیات کے ایک گاؤں "کڑتھامہ" نزد "چناری" میں وفات پائی۔ اور وہیں مدفون ہوئے۔ آپ کے پانچ فرزند پیر سید سکندر شاہ صاحب گیلانی قادری رحمت اللہ علیہ' پیر سید قطب الدین گیلانی رحمت اللہ علیہ' پیر سید محمد اکبر شاہ گیلانی رحمت اللہ علیہ' پیر سید شہاب الدین گیلانی رحمت اللہ علیہ اور پیر سید عمر شاہ گیلانی قادری رحمت اللہ علیہ تھے۔ پیر سید فضل الدین گیلانی رحمت اللہ کے بڑے فرزند پیر سید سکندر شاہ گیلانی قادری رحمت اللہ علیہ کو ان کے حقیقی دادا حضرت پیر سید علاؤالدین قادری رحمت اللہ علیہ نے اپنی زندگی میں ہی اپنا جانشین نامزد کر دیا تھا۔

پیر سید نذر الدین گیلانی رحمت اللہ علیہ

پیر سید نذر الدین گیلانی حضرت پیر سید علاؤالدین گیلانی رحمت اللہ علیہ کے دوسرے فرزند تھے آپ بھی بڑے عالم و فاضل تھے زندگی بھر اپنے بزرگوں کے مسلک پر قائم رہے اور تبلیغ دین و اشاعت سنت نبوی صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم میں مصروف رہے۔ آپ نے اپنی موروثی و ملکیتی جائیداد کے ایک حصہ موضع گکرواڑہ تحصیل ہٹیاں میں سکونت اختیار کی' وہیں وفات پائی اور موضع گکرواڑہ میں ہی مدفون ہوئے۔ آپ کے دو فرزند پیر سید ایوب شاہ گیلانی اور پیر سید یعقوب شاہ گیلانی قادری تھے جو موضع گکرواڑہ میں ہی آباد ہوئے۔ دونوں برادران کو اسلامی علوم پر پوری دسترس حاصل تھی زندگی بھر تبلیغ دین اور عبادت و ریاضت میں مصروف رہے۔ آپ نے بزرگوں کے مسلک کے مطابق زندگی گزاری' تبلیغ دین اور مسلمانوں کی اصلاح کے لئے کئی بار ضلع پونچھ کے بھی دورے کرتے رہے۔ دونوں برادران گرامی قدر نے گکرواڑہ میں وفات پائی' وہیں مدفون ہوئے آپ کی اولاد موضع گکرواڑہ میں آباد ہے۔

پیر سید سکندر شاہ گیلانی قادری
بن پیر سید فضل الدین گیلانی قادری

پیر سید سکندر شاہ گیلانی قادری رحمت اللہ علیہ پیر سید فضل الدین گیلانی قادری رحمت اللہ علیہ کے سب سے بڑے فرزند تھے۔ آپ کو اپنے حقیقی دادا حضرت پیر سید علاؤالدین

گیلانی قادری رحمت اللہ علیہ نے اپنی زندگی میں ہی اپنا جانشین نامزد کیا تھا۔ ان کی وفات کے بعد ان کی نامزدگی کے مطابق آپ درگاہ غوثیہ قادریہ مظفر آباد کے سجادہ نشین ہوئے آپ کی تعلیم و تربیت اپنے والد محترم کے زیر سایہ ہوئی اور مظفر آباد کے جید علماء سے آپ نے تفسیر و حدیث اور دیگر اسلامی علوم کی تعلیم حاصل کی۔ چونکہ آپ کا خاندان علم و فضل' طریقت و شریعت کا گہوارہ تھا اس لئے جملہ اسلامی علوم پر مکمل عبور حاصل کرلیا۔ پیر سید علاؤالدین گیلانی قادری رحمت اللہ علیہ جو کہ ظاہری و باطنی علوم سے بہرہ ور تھے اور ولی کامل تھے نے خاص توجہ مبذول فرماکر آپ کو فیض و برکات سے مستفیض کیا۔ آپ کے دادا گرامی پیر سید علاؤالدین گیلانی قادری رحمت اللہ علیہ نے تبلیغ دین کے ساتھ ساتھ سلسلہ عالیہ قادریہ کو علاقہ میں خوب فروغ دیا تھا۔ آپ بھی اپنے بزرگوں کے مسلک کے مطابق تبلیغ دین' اشاعت سنت نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں زندگی بھر مصروف رہے۔ مسلمانوں کی اصلاح کے علاوہ سلسلہ عالیہ قادریہ کے فروغ میں بھی کوشاں رہے۔ آپ عالم و فاضل' متقی و پرہیزگار اور صاحب اوصاف حسنہ تھے۔ نہایت ہی وجاہت اور عزت و جاہ کے مالک تھے۔ مسلمانوں میں آپ کی بڑی قدر و منزلت تھی آپ علاقہ کے بڑے زمین دار اور کئی گاؤں آپ کی ملکیت تھے۔ مظفر آباد شہر میں بھی آپ کی کافی ملکیتی اراضیات تھیں۔ آپ بہت متواضع اور مہمان نواز تھے' مساکین' بیواؤں اور یتیموں کی بھی بہت مدد کرتے تھے۔ آپ عبادت گزار اور صاحب خیر و برکت تھے۔ شرافت و کرامت موروثی رکھتے تھے۔ آپ کا حلقہ ارادت بہت وسیع تھا' قصبہ مظفر آباد میں مسلمانوں کے علاوہ غیر مسلم بھی آپ کی نہایت عزت و تعظیم کرتے تھے۔ آپ نے کئی بار ضلع مظفر آباد اور ضلع پونچھ کے تبلیغی دورے بھی کئے اور رسومات بد کو ختم کرنے کی ہر ممکن کوشش کرتے رہے' آپ مسلمانوں کے درمیان نزاع میں شرعی فیصلے بھی صادر کرتے رہے' علاقہ میں آپ کافی اثر و رسوخ رکھتے تھے۔ آپ کئی بار ریاست کشمیر کے دارالحکومت سری نگر تشریف لے گئے۔ علماء و مشائخ سے ملاقاتیں کرتے رہے اور اولیاء کرام کے مزار پر حاضر ہو کر فیض و برکات سے مستفیض ہوتے رہے۔ آپ نے ۱۹۳۰ء میں مظفر آباد میں وفات پائی اور پیر سید علاؤالدین گیلانی قادری رحمت اللہ علیہ کے مزار کے ساتھ ہی مدفون ہوئے۔ پیر سید سکندر شاہ گیلانی قادری رحمت اللہ علیہ کے ایک ہی فرزند پیر سید

حسام الدین گیلانی قادری رحمت اللہ علیہ تھے اور دو دختران تھیں۔ جو پیر سید ایوب شاہ گیلانی اور پیر سید یعقوب شاہ گیلانی قادری رحمت اللہ علیہ ساکنان گکرواڑہ کے عقد میں آئیں۔ آپ کی وفات کے بعد پیر سید حسام الدین شاہ گیلانی قادری رحمت اللہ علیہ آپ کے جانشین اور درگاہ غوثیہ قادریہ پیر سید علاؤالدین قادری گیلانی کے سجادہ نشین ہوئے۔

پیر سید اکبر شاہ گیلانی رحمت اللہ علیہ

پیر سید اکبر شاہ رحمت اللہ علیہ کی تعلیم و تربیت اپنے والد گرامی کی سرپرستی میں ہوئی' آپ نے بھی اپنے آباؤ اجداد کے مسلک کے مطابق زندگی گزاری' آپ نہایت بردبار' پابند شریعت اور صاحب خیر و برکت تھے۔ آپ شرافت و نجابت موروثی رکھتے تھے۔ عوام و خواص میں آپ کو قدر و منزلت حاصل تھی۔ آپ نہایت متواضع اور علم دوست تھے۔ تبلیغ دین کے سلسلے میں اپنے برادر اکبر پیر سید سکندر شاہ گیلانی قادری رحمت اللہ علیہ سجادہ نشین درگاہ غوثیہ قادریہ کے ہمراہ کئی بار مظفر آباد اور ضلع پونچھ کے تبلیغی دورے کئے۔ آپ نے اپنی موروثی ارضیات کے ایک حصہ موضع گکرواڑہ تحصیل ھٹیاں میں سکونت اختیار کی۔ موضع گکرواڑہ میں ہی وفات پائی اور وہیں مدفون ہوئے۔ آپ کی شادی تحصیل ھٹیاں کے بخاری سادات میں ہوئی اور آپ کے ایک ہی فرزند پیر سید غلام مرتضیٰ شاہ گیلانی ہیں۔ جو کہ اچھے تعلیم یافتہ' ادیب' سنجیدہ' بااخلاق اور مہمان نواز ہیں۔ اور شرافت موروثی رکھتے ہیں اور اپنے علاقہ میں اثر و رسوخ کے مالک ہیں۔ بنیادی جمہوریت کے گزشتہ انتخابات میں کونسلر منتخب ہو کر یونین کونسل "لوانگلہ" تحصیل "ھٹیاں" کے بلا مقابلہ چیئرمین بھی منتخب ہوئے تھے۔ آپ موضع گکرواڑہ تحصیل ھٹیاں میں ہی سکونت رکھتے ہیں۔ آپ کی اس وقت ساٹھ سال سے زائد عمر ہے اور آپ کے چار بیٹے ہیں۔

پیر سید حسام الدین گیلانی قادری رحمت اللہ علیہ
سجادہ نشین درگاہ غوثیہ قادریہ مظفر آباد

پیر سید حسام الدین گیلانی قادری رحمت اللہ علیہ سجادہ نشین درگاہ غوثیہ قادریہ مظفر آباد پیر سید سکندر شاہ گیلانی قادری کے اکلوتے بیٹے تھے۔ پیر سید سکندر شاہ گیلانی قادری رحمت

اللہ علیہ کے بعد آپ درگاہ غوثیہ قادریہ مظفر آباد کے سجادہ نشین ہوئے' آپ ۱۸۹۰ء کے لگ بھگ مظفر آباد میں پیدا ہوئے آپ کا گھرانہ شروع سے ہی علم و فضل کا گہوارہ تھا اس لئے آپ کی تعلیم و تربیت اپنے والد بزرگوار کے زیر سایہ ہوئی۔ اور آپ نے مظفر آباد اور کشمیر کے اکابر علماء سے تفسیر' حدیث' فقہ اور اسلامی علوم کی تعلیم حاصل کی۔ اردو' فارسی' عربی پر آپ کو مکمل عبور حاصل تھا اور آپ بلند پایہ عالم و فاضل تھے۔ اپنے زمانے کے بہترین مقرر اور اہل قلم تھے۔ آپ کا سلسلہ نسب تین واسطوں کے بعد پیر سید علاؤالدین گیلانی قادری رحمت اللہ علیہ سے جاملتا ہے۔ اور ساتھ پشتوں کے بعد حضرت سید شاہ محمد غوث قادری گیلانی (لاہور) بن حضرت سید حسن بادشاہ قادری گیلانی رحمت اللہ علیہ (پشاور) بن سید عبداللہ شاہ قادری رحمت اللہ علیہ الملقب (صحابی) ٹھٹھہ (مکلی) سے جاملتا ہے۔ آپ نجیب الطرفین سید تھے۔ آپ نے سلسلہ قادریہ میں اپنے والد بزرگوار سے فیض حاصل کیا اور حضرت بو علی شاہ قلندر رحمت اللہ علیہ کے سجادہ نشین حضرت شاہ گل حسن پانی پتی رحمت اللہ علیہ سے بھی فیض و برکات سے مستفیض ہوئے۔ ریاست کشمیر کے مایہ ناز فرزند شاعر ڈاکٹر علامہ محمد اقبال بھی حضرت شاہ گل حسن پانی پتی رحمت اللہ علیہ کے معتقد تھے۔ ریاست جموں و کشمیر کے علماء آپ کے علم و فضل کے معترف تھے۔ آپ نے کئی بار پنجاب' سرحد' کشمیر' سندھ اور دہلی کا سفر کیا۔ علماء و مشائخ کے علاوہ سیاسی و دینی رہنماؤں سے بھی ملتے رہے اور اولیاء کرام کے مزارات پر حاضر ہو کر فیض و برکات سے مستفیض ہوتے رہے۔ دہلی میں آپ کا قیام درگاہ حضرت خواجہ سید نظام الدین اولیا رحمت اللہ علیہ کے سجادہ نشین حضرت خواجہ سید حسن نظامی کے پاس ہوتا تھا جو کہ برصغیر کے مسلمانوں کے دینی رہنماء بھی تھے۔ حضرت خواجہ حسن نظامی رحمت اللہ علیہ اپنے مشہور رسالہ "منادی" میں پیر سید حسام الدین گیلانی رحمت اللہ علیہ کا ذکر رسالہ کے مختلف شماروں میں تفصیل سے کیا ہوا ہے اور رسالہ "منادی" دہلی سے آج بھی باقاعدگی سے شائع ہوتا ہے۔ آپ نہایت ہی مہمان نواز' متواضع' پابند صوم و صلوٰۃ' علم دوست' خوب صورت' نیک سیرت دوسروں کی مصیبت میں کام آنے والے اور عفو و درگزر کرنے والی شخصیت رکھتے تھے۔ آپ نہایت ہی پرکشش شخصیت اور اخلاق حسنہ کے مالک تھے۔ راہ طریقت میں تیزگام حقیقت و معرفت کے رموز و حقائق کے عالم تھے۔ آپ کے

بزرگوں کا سب سے اہم اصول تبلیغ و اشاعت اسلام مسلمانوں کی اصلاح' اللہ تعالٰی کی عبادت' سنت نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پیروی اور خلق خدا کی خدمت تھا۔ آپ نے بھی اپنی زندگی اپنے اباؤ اجداد کے مسلک کے مطابق گزاری۔ اور ڈوگرہ راج میں جب مسلمانوں پر ظلم و تشدد کا دور دورہ تھا' ان کے حقوق بالکل سلب تھے ان حالات میں آپ نے سیاست کو عبادت سمجھتے ہوئے سیاست میں بھرپور حصہ لیا۔ آپ ضلع مظفر آباد کے سب سے بڑے زمین دار تھے۔ اور درگاہ غوثیہ قادریہ مظفر آباد کے سجادہ نشین ہونے کی بناء پر ضلع مظفر آباد اور ضلع پونچھ میں بہت اثر و رسوخ رکھتے تھے۔ آپ کئی بار حضرت خواجہ حسن نظامی' علامہ محمد اقبال' مولانا ظفر علی خان' مولانا غلام رسول مہر' مولانا سالک' علامہ مشرقی' سید عطاءاللہ شاہ بخاری' مولانا مظہر علی اظہر' مولانا داؤد غزنوی' نواب ممدوٹ وغیرہ سے ملاقاتیں کرتے رہے۔ اور ان سب مشاہیر نے بھی آپ کو ڈوگرہ شاہی کے خلاف اور مسلمانوں کے حقوق کے لئے سیاست میں بھرپور حصہ لینے کا مشورہ دیا۔ اس کے علاوہ آپ نے برصغیر کے کئی دوسرے دینی و سیاسی رہنماؤں سے ملاقاتیں کیں۔ ۱۹۲۸ء سے آپ نے دینی معاملات کے علاوہ سیاست میں بھی سرگرم حصہ لینا شروع کیا اور آل انڈیا مجلس احرار کے سٹیجوں سے آپ فتنہ قادیانیت کے خلاف ہندوستان کے مسلمانوں کو متنبہ کرتے رہے۔ ریاست جموں و کشمیر کے مسلمان ۱۸۴۶ء کے رسواء زمانہ بیعہ نامہ امرتسر کے تحت قائم ہونے والی ڈوگرہ حکومت کے تحت بے پناہ ظلم برداشت کر رہے تھے قائد کشمیر چوہدری غلام عباس اور شیر کشمیر شیخ محمد عبداللہ نے اس ظلم و تعدی کے خلاف جب تحریک شروع کی تو پیر سید حسام الدین گیلانی رحمت اللہ علیہ نے اس تحریک میں بھرپور کردار ادا کرتے ہوئے مسلمانوں کو بیدار و منظم کیا۔

آپ کا شمار تحریک آزادی کشمیر کے اولین علم برداروں میں ہوتا ہے۔ ۱۳ جولائی ۱۹۳۱ء کا واقعہ تحریک آزادی کشمیر میں سنگ میل کی حیثیت رکھتا ہے۔ جب کہ سنٹرل جیل سری نگر کے باہر ڈوگرہ فوج نے نہتے مسلمانوں پر گولی چلائی جس سے بائیس مسلمان شہید ہوئے اور درجنوں زخمی ہوئے۔ اس سانحہ کے بعد چوہدری غلام عباس' شیخ محمد عبداللہ اور دوسرے رہنماؤں کو بھی ڈوگرہ حکومت نے گرفتار کرلیا۔ اس دلخراش سانحہ اور دیگر روح فرسا واقعات کے خلاف پیر سید حسام الدین گیلانی رحمت اللہ علیہ اور ان کے ساتھیوں نے ضلع مظفر آباد کے مسلمانوں

کو بیدار و منظم کر کے قصبہ مظفرآباد میں احتجاجی جلسے اور جلوس منعقد کر کے ان کو خطاب کرتے ہوئے مسلمانوں پر ظلم و تشدد کی مزمت کی اور ڈوگرہ شاہی کو للکارا۔ ڈوگرہ حکومت نے ضلع مظفرآباد کے وزیر وزارت پنڈت پریم ناتھ کو پیر سید حسام الدین گیلانی اور ان کے ساتھیوں کی فوری گرفتاری کا حکم دیا۔ وزیر وزارت نے حکومت کو آگاہ کیا کہ پیر سید حسام الدین گیلانی رحمت اللہ علیہ کو ضلع مظفرآباد کی انتظامیہ گرفتار کرنے سے قاصر ہے کیونکہ ضلع بھر کے عوام عموماً اور مظفرآباد کے مسلمان خصوصاً ان کے زبردست حامی ہیں

چنانچہ ریاست جموں و کشمیر کے وزیر مال ٹھاکر کرتار سنگھ صوبہ کشمیر کے گورنر خواجہ سلام شاہ اور بریگیڈیئر مدرلینڈ ڈوگرہ فوج کے ہمراہ سری نگر سے روانہ ہو کر رات کو مظفرآباد پہنچے اور سحری کے وقت مکان کو گھیر کر پیر سید حسام الدین گیلانی رحمت اللہ علیہ کو گرفتار کر کے سری نگر لے گئے اور سنٹرل جیل (قلعہ ہیری پربت) کی سنگین کوٹھڑی میں بند کر دیا اور ان کے دیگر رفقاء جن میں پیر سید قلندر شاہ گیلانی صاحب' ماسٹر عبدالعزیز' مولانا عبدالرحمٰن صاحب' منشی عبدالعزیز اور محمد زمان عباسی شامل تھے گرفتار کر لئے گئے۔ پیر حسام الدین گیلانی کی گرفتاری کی اطلاع صبح سویرے جب مظفرآباد کے مسلمانوں تک پہنچی تو ان میں ہیجان پیدا ہوگیا۔ زبردست ہنگامے ہوئے جس میں گورنر کشمیر بھی زخمی ہوا اور ڈوگرہ فوج کو انتباہ کے طور پر کئی بار فائرنگ کرنا پڑی۔ مضافات کے مسلمانوں نے جگہ جگہ دومیل سری نگر روڈ پر رکاوٹیں کھڑی کیں اور قصبہ اوڑی میں ڈوگرہ فوج کی فائرنگ سے پانچ مسلمان شہید ہوئے۔ ڈوگرہ حکومت نے پیر سید حسام الدین پر نہایت ہی سنگین مقدمات قائم کئے بعض مقدمات میں قید سخت کی سزا دی اور سنٹرل جیل میں بہت اذیتیں پہنچائیں۔ لیکن آپ تمام سختیاں برداشت کرتے ہوئے اپنے موقف پر قائم رہے۔ مسلمانان ریاست جموں و کشمیر ڈوگرہ شاہی سے اپنے حقوق حاصل کرنے کے لئے بیدار ہو چکے تھے۔ پوری ریاست میں تحریک زور پکڑ گئی اور کشمیر کے مسلمانوں کی حمایت کے لئے ہندوستان سے مجلس احرار کے سرفروش دستے سینکڑوں کی تعداد میں ریاست میں داخل ہونے کے لئے آنے لگے۔ آخر کار وائسرائے ہند کو مداخلت کرنا پڑی اور ایک انگریز کرنل کالون کو کشمیر کا وزیر اعظم بنا کر بھیجا گیا اور بعد میں گلینسی کمیشن کے ذریعے مسلمانان کشمیر کے بہت سے مطالبات ڈوگرہ حکومت کو ماننا پڑے اور ہری سنگھ مہاراجہ

کشمیر کو تمام سیاسی قیدیوں اور مسلمان رہنماؤں کو غیر مشروط طور پر رہا کرنا پڑا جن میں قائد کشمیر چوہدری غلام عباس' شیر کشمیر شیخ محمد عبداللہ اور ریاست کے دیگر سرکردہ رہنما جن میں پیر حسام الدین گیلانی بھی شامل تھے۔

اس تحریک کے ضمن میں آل جموں و کشمیر مسلم کانفرنس کے سابق صدر اور نیشنل کانفرنس کے بانی اور مقبوضہ کشمیر کے سابق وزیر اعلیٰ شیخ محمد عبداللہ نے اپنی خود نوشت سوانح عمری "آتش چنار" کے صفحہ نمبر۱۵۱ میں لکھتے ہیں کہ ڈوگرہ بربریت کے دوران میں مظفر آباد سے پیر سید حسام الدین گیلانی حاجی پیر قلندر شاہ' ماسٹر عبدالعزیز بھی گرفتار کر کے سنٹرل جیل سری نگر پہنچا دیئے گئے تھے۔ ریاست گیر تحریک کے بعد قائد کشمیر چوہدری غلام عباس اور شیر کشمیر شیخ محمد عبداللہ اور تحریک میں نمایاں حصہ لینے والے رہنماؤں کے درمیان ایک ریاست گیر تنظیم قائم کرنے کے لئے بات چیت ہوتی رہی۔ پیر حسام الدین نے بھی ان رہنماؤں کے ساتھ ریاست میں مسلمانوں کی ایک نمائندہ تنظیم کے قیام کے لئے سرگرم حصہ لیا۔ چنانچہ ریاست کے مسلم نمائندگان کا ایک تاریخی اجلاس ۱۴'۱۵'۱۶ اکتوبر ۱۹۳۲ء کو سری نگر کی تاریخی پتھر مسجد کے احاطہ میں منعقد ہوا۔ اجلاس میں شمولیت کے لئے نمایندگان کا باقاعدہ انتخاب کیا گیا تھا۔ پیر سید حسام الدین گیلانی رحمت اللہ علیہ نے بھی ضلع مظفر آباد کے نمائندہ وفد کے ہمراہ اس تاریخ ساز اجلاس میں شرکت کی۔ نئی جماعت کا نام آل جموں و کشمیر مسلم کانفرنس تجویز ہوا۔ اتفاق رائے سے شیر کشمیر شیخ محمد عبداللہ کو جماعت کا صدر اور رئیس الاحرار چوہدری غلام عباس کو جماعت کا جنرل سیکرٹری منتخب کر لیا گیا' پیر سید حسام الدین گیلانی مرکزی مجلس عاملہ (ہائی کمان) کے ممبر مقرر ہوئے۔ آل جموں و کشمیر مسلم کانفرنس کی مجلس عاملہ کے ممبران کی کل تعداد ۲۱ تھی۔ شیر کشمیر شیخ محمد عبداللہ "آتش چنار" کے صفحہ نمبر۱۶۲ میں ذکر کرتے ہیں کہ حکومت ہمارے مطالبات پر ہی نہیں بلکہ اپنی یقین دھانیوں پر بھی عمل کرنے سے گریز کر رہی تھی۔ اسمبلی کے قیام کے سلسلہ میں بھی کوئی پیش رفت نہیں ہو رہی تھی۔ ان تمام امور پر غور کرنے کے لئے ۵ مارچ ۱۹۳۳ء کو سرینگر میں مجلس عاملہ کی ایک اور میٹنگ طلب کر لی۔ اس کے علاوہ مندرجہ ذیل ساتھیوں پر مشتمل ایک کمیٹی بھی تشکیل دی جو خواجہ سعید الدین شال' چوہدری غلام عباس' آغا سید حسین شاہ جلالی' مولوی محمد عبداللہ وکیل'

پیر سید حسام الدین گیلانی' خواجہ غلام احمد پنڈت' میاں احمد یار خان' مولوی محمد حسین' منشی عبدالعزیز اور عبدالمجید قریشی پر مشتمل تھی۔

"آتش چنار" کی اس عبارت کے حوالہ سے عیاں ہے کہ پیر سید حسام الدین گیلانی رحمت اللہ علیہ بھی تحریک آزادی کشمیر کے مرکزی قائدین میں سے تھے۔ آپ نے مسلم کانفرنس کے سالانہ اجلاس منعقدہ بمقام سوپور میں بھی اپنے رفقاء کے ساتھ شرکت کی۔ اور ۱۹۳۵ء میں مسلم کانفرنس کے چوتھے سالانہ اجلاس منعقدہ سری نگر میں ضلع مظفر آباد کے ایک نمائندہ وفد کے ہمراہ جس میں مولانا عبدالرحمٰن صاحب پیر قلندر شاہ گیلانی صاحب' سید سیدن علی شاہ صاحب' منشی محمد زمان عباسی صاحب' بہادر خان صاحب اور منشی عبدالعزیز شامل تھے' کے ہمراہ شرکت کی۔ اس اجلاس میں چوہدری غلام عباس صاحب کو صدر اور شیخ محمد عبداللہ کو جنرل سیکرٹری منتخب کیا گیا آپ بدستور ہائی کمان کے رکن رہے۔ ۱۹۳۷ء میں بھی آپ نے مسلم کانفرنس کے سالانہ اجلاس میں شرکت کی۔ ۱۹۳۸ء اور ۱۹۳۹ء میں مسلم کانفرنس کو نیشنل کانفرنس میں تبدیل کئے جانے کے فیصلہ سے آپ نے سخت اختلاف کیا تھا اور اسی بناء پر نیشنل کانفرنس میں شمولیت نہیں کی اور شیخ محمد عبداللہ سے بھی سخت اختلافات ہو گئے۔ جو قیام پاکستان تک جاری رہے۔

ضلع مظفر آباد جو کہ صوبہ کشمیر کا ایک حصہ تھا آپ کی کوششوں سے ضلع کے مسلمانوں کی اکثریت نیشنل کانفرنس سے دور رہی۔ تحریک کے آغاز میں پیر سید حسام الدین گیلانی نے کشمیر میں قادیانیت کے فتنہ کے سدباب کے لئے "کشمیر کمیٹی" کو قادیانیوں سے پاک کئے جانے کے لئے سخت کوشش کر کے اہم کردار ادا کیا تھا۔ مسلمانان کشمیر کی مدد کے لئے ہندوستان کے مسلمانوں نے ایک کمیٹی جس کا صدر مرزا بشیر الدین محمود کو مقرر کیا گیا تھا "کشمیر کمیٹی" کے نام سے تشکیل دی تھی۔ مرزا بشیر الدین محمود قادیانی فرقہ کے بانی مرزا غلام احمد قادیان کا پوتا تھا۔ آپ نے علامہ ڈاکٹر محمد اقبال اور آل انڈیا مجلس احرار کے رہنماؤں جو کہ قادیانیوں کے سخت خلاف تھے کو بروقت آگاہ کیا کہ قادیانی "کشمیر کمیٹی" کی آڑ میں کشمیر میں اپنی تبلیغی سرگرمیاں شروع کر کے مسلمانوں کو گمراہ کر دیں گے۔ چنانچہ مجلس احرار کے رہنماؤں نے اس بات پر سخت زور دیا کہ غیر قادیانی کو کمیٹی کا سربراہ مقرر کیا جائے۔ آخر کار مرزا بشیر

الدین محمود کو کمیٹی کی صدارت سے استعفیٰ دینا پڑا۔ "کشمیر کمیٹی" کی صدارت کے لئے ڈاکٹر علامہ محمد اقبال کا نام پیش کیا گیا اور انہوں نے کشمیر سے اپنے گہرے شغف اور اہل کشمیر سے دلی ہمدردی کی وجہ سے قبول کرلیا۔ آپ نے تحریک پاکستان کی بھی بھرپور حمایت کی اور ریاست جموں و کشمیر کو جہاں مسلمانوں کی غالب اکثریت ہے پاکستان کا قدرتی حصہ سمجھتے ہوئے پوری ریاست کے پاکستان کے ساتھ الحاق کے لئے کوشاں رہے۔ قیام پاکستان سے پہلے آل انڈیا مسلم لیگ کے جنرل سیکرٹری نواب زادہ لیاقت علی خان صاحب کی قیادت میں ایک نمائندہ وفد صوبہ سرحد کا دورہ کرتے ہوئے کشمیر کے ساتھ صوبہ کے سرحدی مقام برار کوٹ پہنچا تو پیر سید حسام الدین گیلانی رحمت اللہ علیہ نے مظفر آباد کے مسلمانوں کی قیادت کرتے ہوئے برار کوٹ پہنچ کر ان کا پرجوش استقبال کیا جس سے نواب زادہ لیاقت علی خان اور ان کے ساتھی بہت متاثر ہوئے۔ اپریل ۱۹۴۴ء میں رئیس الاحرار چوہدری غلام عباس اور شیر کشمیر شیخ محمد عبداللہ کی دعوت پر قائداعظم محمد علی جناح براستہ جموں و سرینگر تشریف لائے تو ان کا شاہانہ استقبال ہوا۔

سرینگر میں قیام کے دوران قائداعظم محمد علی جناح نے کافی کوشش کی کہ شیخ محمد عبداللہ مسلمانان ہند کی نمائندہ جماعت مسلم لیگ کے وقت کی پوری حمایت کریں لیکن شیخ محمد عبداللہ اپنی نیشنل کانفرنس کے مؤقف پر ہی قائم رہے اور قائداعظم نے مسلم کانفرنس کی مکمل حمایت کا اعلان کیا جس پر نیشنل کانفرنس کے ارکان اور شیخ محمد عبداللہ نے قائداعظم کی سخت مخالفت شروع کردی اور جولائی ۱۹۴۴ء کو جب قائداعظم سرینگر سے راولپنڈی روانہ ہوئے تو راستے میں بارہ مولا کے مقام پر نیشنل کانفرنس کے کارکنوں نے مقبول شیروانی کے ہمراہ مظاہرہ کرنے کی کوشش کی۔ قائداعظم محمد علی جناح' محترمہ فاطمہ جناح اور جناب چوہدری غلام عباس کے ہمراہ جب دومیل مظفر آباد پہنچے (رشید آباد جہاں کسٹم کی بڑی چیک پوسٹ تھی) تو پیر سید حسام الدین گیلانی رحمت اللہ علیہ کی رہنمائی میں مسلمانان مظفر آباد نے ان کا پرجوش استقبال کیا اور رشید آباد سے ایک بڑے جلوس کے ساتھ دومیل کے ڈاک بنگلہ میں لایا گیا۔ پیر سید حسام الدین گیلانی کی کوشش اور مشورہ سے نیشنل کانفرنس مظفر آباد کے صدر خواجہ عبدالقادر صاحب نے قائداعظم کی خدمت میں سپاسنامہ پیش کیا۔ قائداعظم نے پیر سید حسام الدین گیلانی

رحمت اللہ علیہ کی دعوت بھی قبول فرمائی اور قائد اعظم کے اعزاز میں ڈاک بنگلہ دومیل میں ایک پر تکلف دعوت دی گئی جس میں معززین شہر نے بھی شرکت کی۔ قائد اعظم نے سپاسنامہ کے جواب میں فرمایا کہ ریاست کشمیر میں مسلم کانفرنس ہی ایسی جماعت ہے جو کہ مسلم لیگ کے نصب العین کی حامی ہے۔ قائد اعظم نے رات کو مظفر آباد (دومیل) کے ڈاک بنگلہ میں ہی قیام کیا اور دوسرے دن بعد از دوپہر دوسری دعوت کے بعد راولپنڈی روانہ ہوئے۔ پیر سید حسام الدین گیلانی نے مظفر آباد میں قائد اعظم کا پرجوش استقبال کر کے اور نیشنل کانفرنس مظفر آباد کے صدر سے سپاسنامہ پیش کرا کے نیشنل کانفرنس والوں کی جسارت کا منہ توڑ جواب دیا۔ آپ نے تحریک پاکستان کی بھرپور حمایت کی۔

آپ درگاہ غوثیہ قادریہ کے سجادہ نشین تھے دینی اور سیاسی رہنما بھی تھے اس لئے خصوصاً ضلع مظفر آباد میں بہت اثر و رسوخ رکھتے تھے اور ضلع پونچھ کے مسلمان بھی آپ کا بہت احترام کرتے تھے۔ آپ نے ضلع مظفر آباد اور ضلع پونچھ کے کئی بار تبلیغی دورے بھی کئے ضلع مظفر آباد کے مسلمانوں کی فلاح و بہبود کے لئے آپ نے جو خدمات انجام دیں اس کے سب معترف ہیں۔ ڈوگرہ شاہی میں نہایت نامساعد حالات میں سیاست کو عبادت سمجھتے ہوئے اس میں نمایاں حصہ لے کر خصوصاً مسلمانان ضلع مظفر آباد میں سیاسی شعور اور بیداری پیدا کی۔ آپ کو ضلع مظفر آباد میں سیاست کا بانی سمجھا جاتا ہے۔ آپ کی سرپرستی میں مظفر آباد کے اولین ہفت روزہ اخبار "زمیندار آرگن" جس کے ایڈیٹر منشی عبدالعزیز چکاروی تھے کی اشاعت شروع ہوئی جس میں آپ کے مضامین بھی شائع ہوتے تھے۔ اس کے علاوہ انجمن سادات کے زیر اہتمام جس کے آپ سرپرست اعلیٰ بھی تھے' ماہانہ رسالہ "انوار السیادت" جس کے ایڈیٹر سید علی اکبر شاہ تھے شائع ہونا شروع ہوا۔ "انوار السیادت" میں بھی آپ کے فصیح و بلیغ مضامین شائع ہوتے تھے۔ اس طرح مظفر آباد میں سب سے پہلے آپ نے ہی صحافت کی بنیاد رکھی۔ آپ نے اپنے حسب نسب' علم و فضل' اعلیٰ کردار اور اپنی صلاحیتوں کی بناء پر سادات عظام کو بھی منظم کیا اور انجمن سادات کے نام سے تنظیم قائم کی تاکہ سادات عظام اپنے آباؤ اجداد کے نقش قدم پر چلتے ہوئے مسلمانوں کی صحیح رہنمائی کریں۔ مظفر آباد میں انجمن سادات کے سالانہ تبلیغی اجلاس ہوتے تھے جس سے آپ خود بھی خطاب کرتے تھے اور ہندوستان کے

سرکردہ علماء کرام کو بھی مدعو کیا جاتا تھا۔ آپ بے لوث و بے غرض دینی ملکی سیاسی معاملات میں حصہ لیتے رہے اور پاکستان میں اسلامی نظام کے نفاذ اور اسلامی فلاحی معاشرہ کے قیام کے زبردست حامی تھے۔ ڈوگرہ شاہی کے خلاف تحریک آزادی کشمیر میں آپ نے جو بھرپور حصہ لیا۔ ریاست کے دو ممتاز ترین رہنما رئیس الاحرار چوہدری غلام عباس اور شیر کشمیر شیخ محمد عبداللہ اس کے بہت معترف تھے۔ آپ کی وفات پر ۹ مئی ۱۹۵۷ء کو چوہدری صاحب نے اخبارات کے نام جو تعزیتی پیغام جاری کیا اس میں آپ کی دینی وسیاسی خدمات کے لئے زبردست خراج عقیدت پیش کیا تھا اور آپ کی وفات کو مسلمانوں کے لئے ایک ناقابل تلافی نقصان قرار دیا تھا۔ یہ بیان ۹، ۱۰ مئی کے روزنامہ نوائے وقت راولپنڈی میں بھی شائع ہوا ہے۔ مقبوضہ کشمیر کی آزادی اور پوری ریاست جموں و کشمیر کا پاکستان کے ساتھ الحاق آپ کی زندگی کا نصب العین تھا قائد ملت نواب زادہ لیاقت علی خان کے قتل کے بعد پاکستان کے سیاسی حالات سے آپ بہت متفکر رہتے تھے۔ آل جموں و کشمیر مسلم کانفرنس کے سابق صدر اور سابق وزیر راجہ محمد حیدر خان مرحوم نے سیاسی تربیت آپ سے ہی حاصل کی تھی۔ آپ نے ۱۹۵۰ء کے بعد عملی سیاست میں حصہ لینا چھوڑ دیا اور زیادہ وقت دینی امور، فلاحی کاموں اور یادالٰہی میں گزارتے تھے۔ ۱۹۵۱ء سے مجاہد اول سردار محمد عبدالقیوم خان مظفر آباد میں ہمیشہ آپ کے پاس ہی قیام کرتے تھے اور پیر حسام الدین گیلانی رحمت اللہ علیہ کی وفات ۱۹۵۷ء کے بعد بھی ان کا یہی معمول رہا۔ سردار صاحب مقبوضہ کشمیر کے سابق وزیر اعظم شیر کشمیر شیخ محمد عبداللہ ۱۹۶۴ء میں پنڈت جواہر لال نہرو وزیر اعظم ہندوستان کے ایماء پر نہایت اہم مشن پر جب پاکستان آئے اور ۲۵ مئی ۱۹۶۴ء کو مظفر آباد پہنچنے کے فوراً بعد پنڈت نہرو کی وفات کی خبر ملی تو مظفر آباد کے کالج گراؤنڈ میں ایک بہت بڑے جلسہ سے خطاب کے دوران اپنے اہم مشن پر روشنی ڈالی اور الوداعی خطاب میں یہ بھی کہا کہ میں نے تحریک کشمیر کے رہنماء اور اپنے مخلص دوست پیر حسام الدین گیلانی مرحوم کے گھر تعزیت کے لئے بھی جانا تھا لیکن پنڈت نہرو کی وفات کی وجہ سے فوری طور پر واپس جا رہا ہوں جس کا مجھے بہت افسوس ہے۔ ۱۹۵۵ء کے بعد آپ کی صحت خراب رہی اور ۷ مئی ۱۹۵۷ء کو بعد از دوپہر آپ نے مظفر آباد میں وفات پائی۔

انا للہ وانا الیہ راجعون ط

آپ کی وفات کی خبر فوراً مظفرآباد شہر میں پھیل گئی اور بڑی تعداد میں لوگ آپ کی رہائش گاہ نزد درگاہ پیر سید علاؤالدین گیلانی قادری رحمت اللہ علیہ پہنچنے شروع ہوگئے ہر شخص غمگین اور اشکبار نظر آتا تھا۔ دوسرے دن ۸ مئی کو آپ کا جنازہ اٹھایا گیا۔ نماز جنازہ میں شرکت کے لئے مظفرآباد شہر کے تمام بازار بند ہوگئے۔ بھاری تعداد میں لوگ مظفرآباد کے مضافات اور ضلع کے دوسرے علاقوں سے پہنچ گئے۔ حکومت آزاد جموں و کشمیر نے بھی آپ کی وفات کے سوگ میں تعطیل کردی اور آزاد حکومت ریاست جموں و کشمیر کے صدر سردار محمد ابراہیم خان کابینہ کے ارکان' اعلیٰ حکام' عدالت عالیہ کے جج صاحبان' سیاسی رہنما جن میں مجاہد اول سردار محمد قیوم خان بھی شامل تھے' سادات برادری کے جملہ اصحاب اور عوام نے ہزاروں کی تعداد میں شرکت کی۔ اور اس قدر اجتماع ہوا کہ درگاہ علاؤالدین قادری رحمت اللہ علیہ کے متصل و قریب تمام اراضیات میں لوگوں کی لمبی لمبی قطاریں لگ گئیں اور مظفرآباد میں اس قدر اجتماع دیکھنے میں نہیں آیا۔ مشہور عالم دین اور روحانی بزرگ حاجی سید سکندر شاہ کی اجازت سے خطیب عیدین قاضی صاحبزادہ غلام یاسین صاحب نے نماز جنازہ پڑھائی۔ آپ کے آخری دیدار کے لئے ہزاروں لوگوں کے اجتماع کو بڑی مشکل سے صدر آزاد کشمیر سردار محمد ابراہیم خان اور مجاہد اول سردار محمد قیوم خان نے کنٹرول کیا۔ آپ کو درگاہ پیر سید علاؤالدین گیلانی القادری رحمت اللہ علیہ کے احاطہ میں مدفون کیا گیا۔ پیر سید حسام الدین گیلانی رحمت اللہ علیہ کی پہلی شادی سادات گیلانیہ ضلع مظفرآباد کی سرکردہ شخصیت پیر سید حبیب شاہ گیلانی رحمت اللہ علیہ کی بڑی دختر سے ہوئی۔ آپ نے دوسری شادی اپنے ماموں پیر سید حیات شاہ گیلانی کی بیٹی سے کی۔ آپ کے ۵ بیٹے رفیع الدین گیلانی' شفیع الدین گیلانی' سید محمد سلیم گیلانی' سید رفیق شاہ گیلانی اور الطاف حسین شاہ گیلانی ہیں۔ پیر سید حسام الدین گیلانی رحمت اللہ علیہ نے اپنی زندگی میں ہی فرمان برداری' تعلیم اور اہلیت کی بناء پر اپنے تیسرے بیٹے پیر سید محمد سلیم گیلانی کو اپنا جانشین اور درگاہ پیر سید علاؤالدین گیلانی قادری رحمت اللہ علیہ کا سجادہ نشین نامزد کرلیا تھا۔ اور قصبہ و مظفرآباد میں واقع جملہ ملکیتی اراضیات بھی واحد تا ان کو منتقل کرگئے تھے اور دیہات کی اراضیات میں سب بیٹوں کو مساوی حصہ ملا۔

آپ کی وفات کے بعد پیر سید محمد سلیم گیلانی درگاہ سید پیر علاؤالدین گیلانی قادری رحمت

علیہ کے سجادہ نشین ہیں۔ پیر سید حسام الدین گیلانی اعلیٰ پائے کے مقرر، عالم و فاضل، اہل قلم اور قادر الکلام بھی تھے۔ آپ کے کلام کے چند اشعار جو کہ رسالہ "انوار السیادت" مظفر آباد سے ۱۳ رجب المرجب ۱۳۵۹ھ کے صفحہ ۲۳، ۲۴ پر بعنوان "مسلم نوجوانوں سے خطاب" شائع ہوئے بطور نمونہ تحریر کیے جاتے ہیں۔

حضرت شیخ العلماء و الفضلاء
میر سید عابد شاہ گیلانی لاہوری ثم
خانیاری کشمیری بن محدث کبیر
حضرت شاہ محمد غوث گیلانی رحمت اللہ علیہ

سید قربان شاہ قادری بخاری
بی ایڈ، ایم اے تاریخ، ایم اے سیاسیات

محدث کبیر حضرت شاہ محمد غوث قادری گیلانی کو اللہ تعالیٰ نے چار فرزند مرحمت فرمائے تھے۔ جن کے اسمائے گرامی مندرجہ ذیل ہیں۔

۱ میر سید عابد شاہ خانیاری (کشمیر)
۲ میر سید شاکر شاہ صاحب (۔جہلم)
۳ میر سید باقر شاہ صاحب
۴ سید شاہ میر صاحب (مظفر آباد)

زیر نظر سطور میں حضرت میر سید عابد شاہ رحمت اللہ علیہ خانیاری (کشمیر) اور آپ کی اولاد امجاد کا ذکر خیر پیش کیا جا رہا ہے۔

حضرت میر سید عابد شاہ صاحب (کشمیر)

والدین نے آپ کا اسم گرامی میر عابد شاہ رکھا، لیکن آپ نے شاہ محمد عابد خانیاری کے نام سے شہرت پائی۔ آپ کا گھرانہ صدیوں سے علم و فضل، تقویٰ و طہارت اور جود و سخا کا محور چلا آ رہا تھا۔ اور آپ کے والد گرامی قدر حضرت محدث کبیر شاہ محمد غوث قادری گیلانی رحمت اللہ علیہ نے تو اس کی عظمت و رفعت کو بام عروج تک پہنچا دیا۔ لاہور میں بیرون دہلی دروازہ

آپ کی خانقاہِ معلی اس دور کا عظیم الشان علمی و روحانی مرکز تھا۔ جس کی طرف ہندوستان، کشمیر اور خراسان تک کے علماء و مشائخ اور عوام و خواص کھچے چلے آرہے تھے۔ چنانچہ حضرت میر سید عابد شاہ صاحب رحمت اللہ علیہ نے بھی اسی بلند پایہ درسگاہ سے اپنے والد ماجد کے زیر سایہ علوم کی تکمیل فرمائی۔ قرآن مجید کی تجوید اور حفظ کے بعد علوم عقلیہ اور نقلیہ کی تحصیل فرمائی اور علوم ظاہری سے فراغت کے بعد والد گرامی قدر کے دست اقدس پر اپنے آبائی سلسلۃ الذھب سلسلہ عالیہ قادریہ میں بیعت کر کے عبادت وریاضت میں مغول ہو گئے۔ اس کے بعد والد محترم نے اپنی رہنمائی میں سلوک کی منازل طے کروانے کے بعد خلافت واجازت مرحمت فرمائی۔

چنانچہ شریعت و طریقت کی اس جامع ترین ہستی نے والد گرامی کی اجازت سے تبلیغ اسلام اور سلسلہ عالیہ قادریہ کی اشاعت کے لئے کشمیر کا علاقہ منتخب فرمایا اور سری نگر پہنچے جہاں محلہ خانیار میں آپ کے داداجان حضرت ابوالبرکات سید حسن صاحب قادری گیلانی رحمت اللہ علیہ کے برادر اصغر حضرت سید فاضل شاہ صاحب قادری گیلانی رحمت اللہ علیہ کا مزار پُرانوار مرجع خلائق ہے۔ آپ نے آنجناب کے مزار اقدس پر حاضر ہونے کے بعد خانیار کے قریب ہی محلہ پیری باغ میں اپنی دینی اور روحانی سرگرمیوں کا آغاز فرمایا۔ درس و تدریس او دعوت وارشاد کا سلسلہ شروع کیا۔ ساتھ ہی غرباء، مساکین، فقراء، طلباء اور سالکین کے لئے لنگر غوثیہ جاری فرمایا۔ آپ نے اپنے اخلاص، للہیت اور اخلاق کریمانہ سے اپنے آباؤ واجداد کی یاد تازہ کردی۔ اہلیان کشمیر جوق در جوق حاضر ہو کر آپ کے کمالات علمی اور فیوضات باطنی سے مستفیض ہونے لگے۔ آپ کو اللہ تعالیٰ نے اس قدر مقبولیت عطا فرمائی کہ آپ کی عظمت وشہرت کا ڈنکا کشمیر کے حکام بالا کے ایوانوں میں بھی بجنے لگا۔ اور انہوں نے بھی آپ کی قدم بوسی کو اپنا شعار بنایا اور درج ذیل ۱۳ گاؤں آپ کے نام کردیئے۔

کانز، کچھ، لاموره، ڈاڈھ، آویزہ، کھڈھہ، کرم سیر، سمپورہ، والورہ، برندار، باجی، حیدر اور انگر۔

آپ کی جودوسخا کا یہ عالم تھا کہ اس تمام جاگیر کی آمدنی فقراء، غرباء، مساکین اور طلباء پر خرچ کردیتے تھے۔ علامہ محمد دین فوق رحمت اللہ علیہ اپنی کتاب "تاریخ اقوام کشمیر" میں اس

جاگیر کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ

"آپ کے نام شاہان مغل کی طرف سے جاگیر وعطیات کی سندات راقم الحروف نے سری نگر میں دیکھی ہیں۔ اہالیان کشمیر نے آپ کی ذات ستودہ صفات سے بھرپور فیض حاصل کیا۔ یہاں تک زندگی کے ہر مکتبہ فکر کے لوگ امراء، غرباء، علماء، و مشائخ سب آپ پر جان چھڑکتے تھے۔ کشمیری عوام کی اس وسیع اور گہری عقیدت کے پیش نظر کشمیر کے سیاسی مسائل بھی آپ کے مشورے سے طے کئے جاتے تھے۔ خصوصاً جب بھی کسی حاکم یا گورنر کی تبدیلی کا مسئلہ پیش آتا تو آپ کی رائے کو ہمیشہ مقدم سمجھا جاتا تھا۔ آپ سے بے شمار کرامات کا ظہور ہوا جن کا شہرہ آج بھی زبان زد خلائق ہے۔ آپ اسی طرح دین اسلام اور سلسلہ عالیہ قادریہ حسنیہ کی خدمات سرانجام دیتے ہوئے ۱۳ ربیع الاول ۱۱۹۳ھ کو واصل بحق ہوئے"۔

انا للہ وانا الیہ راجعون

آپ کا سال وفات "ہشت ۔ ہشت جائے او" سے بنتی ہے۔ آپ کے وصال کے بعد دفن کرنے کے مقام کے بارے میں اختلاف رونما ہوا۔ مؤرخ کشمیر جناب مفتی محمد شاہ صاحب اس کا ذکر کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں۔

"آپ کی دفن گاہ کی تخصیص میں عجیب قسم کا اختلاف پیدا ہوا۔ بعض یہ کہتے تھے کہ محلہ خانیار میں بمقام سید شاہ محمد فاضل صاحب قادری گیلانی رحمت اللہ علیہ دفن ہونا چاہئے۔ اور بعض یہ کہتے تھے کہ آپ کی جسد اقدس کو لاہور پہنچا کر حضرت سید شاہ محمد غوث قادری گیلانی رحمت اللہ علیہ کی قبر انور کے پاس دفن کیا جائے۔ مختصر یہ کہ جان محمد صاحب سیالکوٹی نے یہ رائے پیش کی کہ قرعہ اندازی کی جائے، قرعہ اندازی کی بناء پر آپ کا مدفن جناب شیخ عبدالرشید صاحب قادری کا صحن (خانیار) قرار پایا۔ احباب نے قبر شریف کے گرد روضہ کی صورت میں عمارت بنوائی تھی۔ جو کہ منہدم ہو گئی ہے"۔

آپ کی وفات کے بعد جب درانی عہد ختم ہوا اور سکھوں کا دور شروع ہوا تو انہوں نے تمام جاگیر پر قبضہ کرلیا۔ اور انقلاب زمانہ کی بدولت آپ کی اولاد کو جن حالات کا سامنا کرنا پڑا اس کا ذکر کرتے ہوئے علامہ محمد دین صاحب فوق رقم طراز ہیں۔

"خانیار کے متصل بیری باغ ایک محلہ ہے۔ وہاں بھی سادات گیلانیہ کے کئی گھر آباد ہیں ان کے مورث اعلیٰ سید شاہ محمد غوث قادری گیلانی رحمت اللہ علیہ ہیں۔ لیکن افسوس ہے کہ ایسے جلیل القدر سلف کے خلف زمانہ کے انقلاب سے بے حس ہیں۔ بلکہ سنا ہے کہ انہوں نے اپنی مفلوک الحالی کی وجہ سے اپنے خاندانی کاغذات شجرے جاگیروں کے پٹے، شاہی احکامات اور کئی قلمی کتابیں کہیں فروخت کر دیں ہیں"

مدیر اعلیٰ "الحسن" قبلہ و کعبہ حضرت علامہ سید محمد امیر شاہ صاحب قادری الگیلانی مدظلہ العالی نے ۱۹۴۷ء میں کشمیر کا دورہ کیا تھا۔ آپ میر سید عابد شاہ صاحب رحمت اللہ علیہ کے مزار اقدس پر بھی حاضر ہوئے۔ چنانچہ مزار شریف کی کیفیت آپ نے ان الفاظ میں بیان فرمائی۔ "جب یہ فقیر زیارت کے لئے گیا تو زیارت شریف بالکل گری ہوئی تھی۔ اور قبر شریف سے تمام پتھر اٹھا کر مجاور نے اپنا مکان تعمیر کر لیا تھا۔ عمارت کا صرف ایک بڑا دروازہ بطور یادگار باقی ہے۔

اولاد

اپنے والد ماجد سیدنا شاہ محمد غوث قادری گیلانی رحمت اللہ علیہ کی طرح آپ کو بھی اللہ تعالیٰ نے چار صاحبزادوں سے نوازا تھا۔ جن کے اسمائے گرامی درج ذیل ہیں۔

۱ سید رسول شاہ صاحب قادری گیلانی
۲ سید غلام شاہ صاحب قادری گیلانی
۳ سید موسیٰ شاہ صاحب قادری گیلانی
۴ سید یوسف شاہ صاحب قادری گیلانی

ان تمام صاحبزادگان کے سرسری حالات موجودہ نسل تک قارئین کی خدمت میں پیش کئے جا رہے ہیں۔

حضرت سید رسول شاہ صاحب

آپ میر سید عابد شاہ قادری گیلانی رحمت اللہ علیہ کے بڑے فرزند تھے۔ اور صاحب

تاریخ کبیر کشمیر کے مطابق ۱۱۵۲ھ میں پیدا ہوئے۔ قرآن مجید حفظ کرنے کے بعد علوم عقلیہ ونقلیہ کی تکمیل اپنے والد گرامی اور چچا صاحبان سے کی۔ آپ بہت بلند پایہ عالم و فاضل انسان تھے۔ سلسلہ عالیہ قادریہ میں اپنے والد ماجد کے ہاتھ پر بیعت کر کے خرقہ خلافت حاصل کیا اور اپنے بزرگوں کے نقش قدم پر چلتے ہوئے لنگر غوثیہ جاری فرمایا۔ علماء اور فقراء کی خدمت کرنا اپنا شیوہ بنالیا اور اپنی تمام زندگی سلسلہ مبارکہ کی اشاعت میں گزار دی۔ درس و تدریس اور تزکیہ نفوس کے علاوہ آپ کا کوئی دوسرا شغل نہ تھا۔

آپ شریعت محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بڑے پابند تھے۔ تمام کام سنت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مطابق سرانجام دیتے۔ اگر کسی کو خلاف سنت نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کوئی کام کرتا دیکھتے تو تنبیہ فرماتے۔ چاہے وہ بڑے سے بڑا حاکم ہی کیوں نہ ہوتا۔ آپ نہایت بارعب شخصیت کے مالک تھے۔ آپ داعی اِلیٰ اللہ تھے۔ قرآن و حدیث کی اشاعت اور اتباع سنت کے جذبہ سے سرشار تھے۔ آپ نے ۲۵ شعبان ۱۲۱۵ھ میں انتقال فرمایا اور اپنے والد ماجد کے مزار مبارک کے ساتھ قلعہ شاہی کے اندر دفن ہوئے۔ آپ کے تین فرزند تھے۔

۱ سید اکبر شاہ صاحب
۲ سید اصغر شاہ صاحب
۳ سید مقبول شاہ صاحب

حضرت سید اکبر شاہ صاحب قادری گیلانی

آپ سید رسول شاہ قادری گیلانی رحمت اللہ علیہ کے فرزند تھے۔ بڑے سخی اور فیاض انسان تھے۔ بچپن ہی سے آپ بڑے صاحب ورع و تقویٰ تھے۔ آپ نے بڑی کم عمر پائی، آپ نہایت جوانی کے عالم میں دار فنا سے دار بقاء کی طرف چل دیئے۔ اور ۱۲۲۷ھ میں انتقال فرمایا۔ والد ماجد کے پہلو میں دفن ہوئے۔

حضرت سید اصغر شاہ صاحب قادری گیلانی

آپ سید رسول شاہ صاحب رحمت اللہ علیہ کے دوسرے فرزند تھے۔ آپ کا شمار کشمیر کے چوٹی کے علماء میں ہوتا تھا۔ صاحب "تاریخ کبیر کشمیر" تحریر کرتے ہیں کہ آپ کلام اللہ

اور حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حافظ تھے۔ آپ کی شہرت اور مقبولیت دُور دُور تک پھیلی ہوئی تھی۔ آپ سے اکثر کرامات کا ظہور ہوتا تھا۔ آپ کی آخری آرام گاہ بھی اپنے آبائی قبرستان میں ہے۔

حضرت سید مقبول شاہ صاحب

آپ سید رسول شاہ صاحب رحمت اللہ علیہ کے تیسرے فرزند تھے۔ آپ بھی بلند پایہ عالم و فاضل انسان تھے۔ آپ کی شخصیت میں شریعت و طریقت کا خوبصورت امتزاج پایا جاتا تھا۔ سلسلہ عالیہ قادریہ میں اپنے والد گرامی کے مرید و خلیفہ تھے۔ آپ نہایت عابد و زاہد اور پرہیز گار انسان تھے۔ تمام عمر قرآن پاک اور حدیث شریف کا درس دیتے ہوئے گزار دی۔ آپ نے ۱۲۴۹ھ میں انتقال فرمایا اور اپنے آبائی قبرستان میں دفن ہوئے۔ آپ کی اولاد کا تذکرہ سید محبوب شاہ داتوی ہزاروی نے اپنی کتاب "بحر الجمان" میں کیا ہے۔

حضرت علامہ سید محی الدین المعروف سید غلام شاہ صاحب

آپ زبدۃ العارفین حضرت سید عابد شاہ صاحب رحمت اللہ علیہ کے دوسرے فرزند تھے۔ آپ نے تمام تعلیم و تربیت اپن دادا حضرت شیخ المحدثین قطب الاقطاب محدث کبیر سید شاہ محمد غوث صاحب پشاوری ثم لاہوری کے زیر سایہ حاصل کی۔ آپ قرآن مجید و احادیث نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حافظ تھے۔ اپنے دادا حضرت شاہ محمد غوث رحمت اللہ علیہ کے دست اقدس پر بیعت کر کے خرقہ خلافت حاصل کیا۔ جبکہ قبلہ و کعبہ حضرت علامہ سید محمد امیر شاہ صاحب قادری گیلانی فرماتے ہیں کہ حضرت آغا سید شریف حسین شاکر سجادہ نشین شاہ محمد غوث صاحب نے اس فقیر کو اس سند کی زیارت کروائی تھی۔ جو کہ حضرت سید گنج شاہ محمد غوث رحمت اللہ علیہ نے آپ (سید غلام شاہ رحمت اللہ علیہ) کو بطور خلافت لکھ کر دی تھی۔

آپ نے تمام عمر قرآن مجید اور حدیث شریف کا درس دیتے ہوئے گزار دی۔ زہد و تقویٰ اور ریاضت میں اپنی مثال آپ تھے۔ طلباء اور علماء کو قدر کی نگاہ سے دیکھنا اور ان کی خدمت کرنا آپ کا خاص وصف تھا۔ لنگر سے طلباء، فقراء، اور مسافروں کو روٹی، کپڑا اور ہر قسم کی سہولت مہیا فرماتے۔ تمام زندگی اشاعت سنت نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم و سلسلہ عالیہ قادریہ

کے لئے وقف کر رکھی تھی۔ ہر وقت تزکیہ نفوس اور تہذیب اخلاق میں مصروف رہتے۔

آپ نے حضرت ابوالبرکات سید حسن رحمت اللہ علیہ کی زندگی مبارکہ پر ایک رسالہ بنام "در بعضے خوارق العادات" کے نام سے فارسی میں لکھا جس میں خوارق عادات کے علاوہ آپ نے اپنے دادا اور پیرو مرشد حضرت شاہ محمد غوث رحمت اللہ علیہ کے مختصر حالات بھی درج کئے ہیں۔ اس کے علاوہ حضرت شاہ محمد غوث رحمت اللہ علیہ کا تصنیف کردہ رسالہ "در کسب سلوک و حقیقت معرفت" پر عربی زبان میں ایک مختصر تعارف بھی لکھا ہے۔ اس رسالے کے دو اردو ترجمے ہو چکے ہیں۔ پہلا ترجمہ مفتی پاکستان حضرت علامہ ابوالحسنات قادری رحمت اللہ علیہ سابق خطیب جامع مسجد وزیر خان لاہور نے کیا۔ جبکہ دوسرا ترجمہ وارث علوم و معارف محدث کبیر شاہ محمد غوث رحمت اللہ علیہ، بقیۃ السلف، حجۃ الخلف حضرت علامہ سید محمد امیر شاہ صاحب قادری گیلانی مدظلہ العالی نے فرمایا ہے اور یہ دونوں ترجمے شائع ہو چکے ہیں۔

حضرت علامہ کبیر سید موسیٰ شاہ صاحب

آپ حضرت سید محمد عابد شاہ رحمتہ اللہ کے تیسرے فرزند تھے۔ آپ بھی قرآن مجید و احادیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حافظ تھے۔ علوم عقلیہ و نقلیہ کی تکمیل کے بعد اپنے والد ماجد حضرت سید عابد شاہ صاحب کے دست مبارک پر سلسلہ علیہ قادریہ میں بیعت کر کے خلافت حاصل کی۔ آپ تین برس تک دنیا سے بالکل کنارہ کش ہو کر ذکر الٰہی میں مستغرق رہے اور سلوک و معرفت کی تمام منازل طے کیں یادِ الٰہی میں آپ کے استغراق کا یہ عالم تھا کہ کھانا پینا سب کچھ بھول جاتے تھے۔ آپ مزید تقریباً ساڑھے پانچ برس تک کشمیر کے جنگلوں میں طلب حق کے لئے گھومتے پھرتے رہے اثنائے سفر آپ کی بڑے بڑے اکابر صوفیا کرام اور مشائخ عظام سے ملاقات و صحبت رہی اور استفادہ حاصل کیا۔ سلوک و معرفت کی تمام منازل طے کرنے کے بعد والد ماجد کی مسند ارشاد پر رونق افروز ہوتے اور اپنے بزرگوں کی روش پر قائم رہ کر درس و تدریس، تبلیغ و تلقین اور تزکیہ نفوس کا سلسلہ شروع کیا لنگر غوثیہ سے طلباء وفقراء اور مساکین کو ہر قسم کی سہولت بہم پہنچاتے۔ آپ حدیث شریف کا درس خود دیتے تھے۔ جبکہ

دیگر علوم کے پڑھانے کے لئے آپ نے اساتذہ مقرر فرمائے تھے۔ گویا آپ کی خانقاہ بیک وقت علوم حقہ اور سلوک و معرفت کا مرکز و محور تھی۔

در کفے جام شریعت در کفے سندان عشق
ہر ہوسنا کے نداند جام و سندان باختن

آپ نے تمام زندگی زہد و عبادت اور درس و تدریس میں گزار دی۔ آپ انتہائی پابند سنت اور صاحب زہد و ورع تھے۔ تمام کشمیر آپ کے علوم ظاہری و باطنی کے فیض سے منور تھا آپ کی سخاوت اور فیاضی کا یہ عالم تھا کہ جو بھی آپ کے آستانہ عالیہ پر حاضر ہوتا آپ کی سخاوت سے محروم نہ لوٹتا۔ آپ کے جود و سخا اور غرباء پروری کا شہرہ ہر طرف پھیلا ہوا تھا۔ آپ نے ۱۷ جمادی الثانی ۱۲۳۶ھ میں انتقال فرمایا آپ کے دو فرزند تھے۔

۱ حضرت سید عیسیٰ شاہ صاحب

۲ حضرت سید قطب الدین شاہ صاحب

حضرت شیخ العلماء سید عیسیٰ شاہ صاحب

آپ حضرت علامہ کبیر سید موسیٰ شاہ صاحب کے فرزند تھے۔ آپ سری نگر کشمیر میں پیدا ہوئے۔ تمام تعلیم و تربیت اپنے والد ماجد کے زیر سایہ حاصل کی۔ پہلے قرآن مجید حفظ کیا اور علوم درسیہ کی تحصیل دوسرے علماء کرام سے کی۔ جبکہ حدیث شریف کی تکمیل اپنے والد گرامی سے کی اور سلسلہ عالیہ قادریہ میں اپنے والد ماجد کے ہاتھ پر بیعت کر کے خلافت حاصل کی۔

آپ کو حضور غوث پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف سے اذن ملا کہ پشاور جاکر سکونت اختیار کریں۔ آپ نے پشاور کی طرف رخت سفر باندھا۔ مگر اس کے ساتھ ساتھ آپ نے تمام بزرگان عظام کے مزارات پر حاضری دینے کا بھی فیصلہ کیا۔ سب سے پہلے آپ نے لاہور میں محدث کبیر حضرت شاہ محمد غوث رحمت اللہ علیہ کے مزار پر حاضری دی۔ اس کے بعد آپ جب جہلم پہنچے تو زبدۃ العارفین حضرت سید میر شاکر شاہ رحمت اللہ علیہ کے مزار مبارک پر بھی حاضری دی۔ اسی طرح اثنائے سفر میں بہت سے مشائخ عظام، مجاذیب اور فقراء و علماء سے ملاقاتیں بھی ہوئی۔ اور ہندوستان میں تمام اولیاء کرام کے مزارات پر حاضری کا شرف حاصل

ہوا۔ آپ نے شادی بھی اتر پردیش کے مشہور و معروف سادات رجوعہ کے ہاں سے کی تھی۔ مگر جیسا کہ ذکر ہو چکا ہے کہ آپ کو سرکار بغداد کی طرف سے پشاور میں مستقل سکونت اختیار کرنے کا حکم ملا تھا۔ اس حکم کی تعمیل کرتے ہوئے آپ پشاور تشریف لائے اور حضرت ابوالبرکات سید حسن رحمت اللہ علیہ کے مزار پُرانوار پر حاضر ہو کر فیوض و برکات سے مستفیض ہوئے۔

پشاور شہر میں آپ نے باقاعدہ درس و تدریس کا سلسلہ قائم کیا۔ آپ روزانہ صبح و شام قرآن مجید کا درس دیتے تھے۔ آپ نے لنگر شریف بھی جاری کیا۔ درس میں طلباء کی تعداد زیادہ ہو جانے سے لنگر شریف کا خرچ اتنا بڑھ جاتا کہ آپ اکثر قرض دار ہو جاتے۔ مگر اللہ تعالیٰ غیب سے ایسے اسباب مہیا فرما دیتے کہ تمام قرض اتر جاتا۔ آپ سے اکثر کرامات کا ظہور ہوتا تھا۔ سلسلہ عالیہ قادریہ کی اشاعت بھی آپ نے خوب فرمائی اور حلقہ مریدین بہت وسیع ہو گیا۔ آپ کے حلقہ ارادت میں علماء، فقراء، غرباء، امراء، حکمران اور تاجر وغیرہ شامل تھے مگر آپ کی استغناء کا یہ عالم تھا کہ آپ نہ تو امراء کے دروازے پر جاتے اور نہ کسی قسم کا تحفہ یا ہدیہ قبول فرماتے۔

آپ سچے عاشق رسول تھے جب بھی آپ کے سامنے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اسم گرامی لیا جاتا تو آپ پر رقت طاری ہو جاتی اور چہرہ مبارک سے عجیب و غریب کیفیت کے آثار نمودار ہوتے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ اس سچے عشق و محبت کی وجہ سے لوگ آپ کو اویس قرنی کے نام سے پکارتے تھے۔ آپ نے تمام زندگی دین اسلام کی سربلندی، احکام خداوندی کی پابندی اور اتباع سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں گزار دی۔

آپ نے ماہ شعبان ۱۲۵۶ھ میں انتقال فرمایا اور حضرت ابوالبرکات سید حسن بادشاہ صاحب رحمت اللہ علیہ کے مزار مبارک کے اندرونی احاطے کے دروازہ کے بالکل سامنے دفن ہوئے آپ کے دو فرزند تھے۔

۱ حضرت سید شاہ غلام المعروف بہ آقا میر جی صاحب

۲ حضرت سید اکبر شاہ المعروف بہ آقا پیر جان صاحب

حضرت شاہ غلام صاحب المعروف بہ آغا میر جی صاحب

آپ سید عیسیٰ شاہ صاحب رحمت اللہ علیہ کے فرزند ارجمند تھے۔ آپ نے ابتدائی تعلیم و

تربیت اپنے والد گرامی سے حاصل کی۔ علوم درسیہ کی تکمیل میں دیگر علماء کرام سے بھی استفادہ کیا۔ علوم اسلامیہ کی تکمیل و فراغت کے بعد اپنے والد محترم کے دست حق پرست پر سلسلہ عالیہ قادریہ میں بیعت و خلافت حاصل کی۔ آپ اتنے بلند پایہ عالم و فاضل انسان تھے کہ کابل، قندھار اور ہرات تک علماء آپ کے علم کے معترف تھے اور آپ کے سامنے وہ زانوئے ادب طے کرنا باعث فخر و اعزاز سمجھتے تھے۔

آپ نے سلسلہ عالیہ قادریہ کی اشاعت و ترویج میں بہت کام کیا یہاں تک کہ آپ کے مریدین کا سلسلہ افغانستان، بنگال، کشمیر اور پنجاب تک پھیل گیا۔ آپ نے مسند سجادگی پر جلوہ افروز ہونے کے بعد درس و تدریس کا باقاعدہ سلسلہ قائم کیا اور لنگر غوثیہ بھی جاری کیا جہاں سے سینکڑوں طلباء و غرباء پرورش پاتے تھے۔ آپ نہایت عابد، زاہد اور تقویٰ دار انسان تھے آپ کے اخلاق کریمانہ کی وجہ سے ہر شخص آپ کا مداح تھا۔

آپ کو سخن گوئی سے بھی دلچسپی تھی بلکہ یہ کہنا مناسب ہو گا کہ فارسی کے بلند پایہ شاعر تھے۔ آپ نے کبھی بھی کسی دنیادار کی مدح سرائی نہیں کی۔ بلکہ آپ کی شاعری یادِ الٰہی، محبت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور قندیل نورانی، ہیکل یزدانی حضرت شیخ ابو محمد محی الدین سید عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دیدار و وصل اور عشق و محبت کے ذوق و شوق میں ڈوبی ہوئی ہے۔ آپ کی شاعری آپ کے پاکیزہ خیالات و افکار کی ترجمان ہے۔ آپ سلوک و معرفت کے اعلیٰ و ارفع مقامات اور اسرار و رموز کو نہایت سادہ الفاظ میں بیان فرماتے تھے۔ بارگاہ ایزدی میں آپ کی مناجات کو اتنی مقبولیت حاصل ہوئی کہ اب بھی مساجد اور عروس کے مواقع پر آپ کی مناجات کو پڑھ کر دعائیں مانگی جاتی ہیں۔ ذیل کی سطور میں آپ کے چند اشعار ملاحظہ فرمائیں۔

چوں روز حشر بردارند بنزد حق مرا خوانند
دراں ساعت بایں عاصی ندا کن یا رسول اللہ
چوں از خویشاں جفا دیدم ہمہ مکر و دغا دیدم
بہ پیشت جیب بدریدم وفا کُن یا رسول اللہ

برائے دیدن روئت شفیع آوردہ اَم سویت
جناب چار یارت را ھدا کُن یا رسول اللہ
برائے اہل بیت خود مکن از درمرا تو رد
ازاں لعل لب نوشیں دوا کُن یارسول اللہ
سیاؤ میر جی بردر ستادہ حاجتش بنگر
بپاس شاہ جیلانی روا کُن یارسول اللہ

آپ حضور غوث پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حضور جن الفاظ میں التجا کرتے ہیں وہ ملاحظہ فرمائیں۔

زہجراں دل تباہم من اغثناء یا شہہ جیلاں
زعصیاں رُوسیا ہم من اغثناء یا شہہ جیلاں
زنار عشق افروزم مثال شمع می سوزم
بحال بدشب روزم اغثناء یا شہہ جیلاں
بہ ہجرم تابہ کے مانی، برائے وصل کے خوانی
بکن باذات خود فانی اغثناء یا شہہ جیلاں
سگے سید حسن ہستم گرفتہ در ازل دستم
ز شوقت من ہمیں مستم اغثناء یا شہہ جیلاں
غلام حضرت فاضل سگم از غوث حق کامل
زحق ایں فیض شد نازل اغثناء یا شہہ جیلاں
بحضرت عابد و باقر بحضرت شاہ آن شاکر
سید موسیٰ ذاکر اغثناء یا شہہ جیلاں
سزد اے عیسیٰ عالی چرا اے میرجی نالی
کہ کرداری این چنیں والی اغثناء یا شہ جیلاں

آپ کو سید حسن بادشاہ رحمت اللہ علیہ کے جوار میں دفن کیا گیا۔ آپ کے دو فرزند تھے۔

۱۔ حضرت سید محمد شاہ صاحب

۲۔ حضرت سید فقیر شاہ صاحب

حضرت سید محمد شاہ صاحب

آپ حضرت سید شاہ غلام صاحب المعروف بہ آغا میری صاحب کے فرزند تھے۔ ابتدائی تعلیم و تربیت اپنے والد ماجد سے حاصل کی۔ جبکہ علوم درسیہ کی تکمیل صوبہ سرحد اور پنجاب کے علماء کرام سے کی۔ سلسلہ عالیہ قادریہ میں اپنے والد گرامی کے مرید و خلیفہ تھے۔ آپ نہایت متقی، پرہیز گار اور خوش خلق انسان تھے۔ آپ ظواہر حدیث پر بہت زیادہ عامل تھے۔ پشاور کے تمام حلقوں میں آپ کا بڑا احترام کیا جاتا تھا۔ علماء بھی آپ کی بہت عزت و تکریم کرتے تھے۔ جب بھی خوشگوار موڈ میں ہوتے تو والد گرامی کی اتباع میں اردو اور فارسی دونوں زبانوں میں بہترین اشعار کہتے۔ آپ کی شاعری بھی عشق و محبت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سرشار نظر آتی ہے۔ آپ کے چند نعتیہ اشعار یہ ہیں۔

میں ہوں مشتاق اس شاہ زمن کا
وہ ہے محبوب رب ذوالمنن کا
پھروں حیراں کب تک یا الٰہی
دکھا دیدار اس نوری بدن کا
ہمیشہ سے یہ دل کی آرزو ہے
ملے ٹکڑا مدینے میں دفن کا
اسی کے روئے انور پر فدا ہوں
نہ قائل ہوں کسی لعل یمن کا
مدینہ کا ہر اک کوچہ ہے فردوس
نمونہ ہو بہو باغ عدن کا

اردو فارسی کے اس عظیم شاعر و صوفی بزرگ نے ۳ شعبان ۱۳۱۹ھ میں انتقال فرمایا۔ آپ کی آخری آرام گاہ بھی جوار سید حسن بادشاہ رحمت اللہ علیہ میں ہے۔ آپ کے دو فرزند تھے۔

۱ سید عبداللہ شاہ صاحب

۲ سید کرامت شاہ صاحب

حضرت سید عبداللہ شاہ صاحب

آپ حضرت سید محمد شاہ صاحب قادری گیلانی کے فرزند تھے۔ ابتدائی تعلیم و تربیت اپنے والد ماجد سے حاصل کی علوم دینیہ کی تکمیل پشاور کے نامور علماء کرام سے کی اور حدیث شریف کی سند گجرات کے ایک مشہور اہل حدیث عالم سے حاصل کی۔ آپ نے درس و تدریس کی طرف کوئی توجہ نہیں دی بلکہ سیاسی میدان میں عملی طور پر حصہ لے کر بڑا نام کمایا۔ پشاور میں جب میونسپل کمیٹی قائم ہوئی تو آپ مسلسل گیارہ برس تک اس کے رُکن منتخب ہوتے رہے۔ آپ بڑے خوش خلق اور باوقار طبیعت کے مالک تھے۔ ہندو اور مسلمان دونوں آپ کو بڑی عزت کی نگاہ سے دیکھتے تھے۔ آپ انتہائی پاکیزہ، اور نفیس انسان تھے۔ آپ نے سلسلہ عالیہ قادریہ میں حضرت آقا پیر جان رحمت اللہ علیہ کے دست اقدس پر بیعت کی تھی۔ آپ نے ۱۰ رجب المرجب ۱۳۶۵ھ بروز جمعرات بمطابق ۱۰ جون ۱۹۴۶ء میں انتقال فرمایا۔ آپ کو بھی حضرت سید حسن بادشاہ کے جوار رحمت میں دفن کیا گیا۔ آپ کے ایک ہی صاحبزادے تھے۔ جن کا نام سید امر اللہ شاہ تھا۔

سید امر اللہ شاہ صاحب

آپ حضرت آغا سید عبداللہ شاہ صاحب کے فرزند تھے۔ آپ ابتدائی تعلیم مقامی تعلیمی اداروں میں حاصل کرنے کے بعد اعلیٰ تعلیم کے لئے علی گڑھ تشریف لے گئے تھے۔ آپ شاعری کرتے تھے اور تخلص وحشی تھا۔ آپ نہایت اعلیٰ اخلاق و اوصاف کے مالک تھے۔ پیشہ کے اعتبار سے تجارت کرتے تھے۔ میونسپل کمیٹی کے آپ کئی بار کونسلر منتخب ہوئے۔ آپ سلسلہ طریقت میں سلسلہ قادریہ بٹالہ شریف کے سائیں رحمت اللہ قادری کے دست گرفتہ تھے۔ آپ کا ایک فرزند ہے۔ جن کا اسم گرامی سید سعید احمد شاہ ہے۔

سید سعید احمد شاہ

آپ سید امر اللہ شاہ صاحب کے فرزند ہیں آپ نے ایم اے تک تعلیم حاصل کی ہے۔ آپ اردو ادب کے ساتھ خاصہ شغف رکھتے ہیں۔ آپ کا تعلق آزاد قسم کے شعراء سے ہے۔ کئی ماہواری

مجلات میں ادارت کرچکے ہیں۔ آپ خود بھی ایک رسالہ "معصوم" نکالتے رہے ہیں۔ آپ بھی سلسلہ عالیہ قادریہ میں بٹالوی خلیفہ سائیں رحمت اللہ صاحب مرحوم کے مرید ہیں۔

جناب آغا سید فقیر شاہ صاحب

آپ سید شاہ غلام صاحب کے دوسرے فرزند تھے۔ تمام تعلیم و تربیت اپنے والد گرامی کے زیر سایہ حاصل کی۔ آپ کا طرز زندگی بڑا امیرانہ تھا۔ پشاور شہر کے اکثر اُمراء آپ کے مرید و عقیدت مند تھے۔ آپ نے سلسلہ عالیہ قادریہ کی اشاعت میں بڑی کوشش کی۔ یہاں تک کہ بعض تاجر دوستوں کی خواہش پر آپ بنگال تشریف لے گئے اور لوگوں کو فیوض باطنی سے مستفیض فرمایا۔ آپ انتہائی نفیس، پاکیزہ اور صاحب کرامت تھے۔

پشاور کے مشہور تاجر عبدالکریم کلکتہ والے جو آپ کے مرید و خلیفہ تھے بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ میں اور شاہ صاحب کلکتہ میں تھے۔ میری ہمشیرہ نے عرض کی کہ، شاہ صاحب میں مکان کی تعمیر کے سلسلے اکیلی پشاور جا رہی ہوں۔ دعا فرمائیں کہ سفر بخیر و عافیت گزر جائے۔ چنانچہ جب وہ لاہور پہنچیں تو شاہ صاحب نے خود لاہور میں آپ کے طعام و قیام کا بندوبست فرمایا۔ اور جب لاہور سے پشاور آئیں تو تمام واقعہ اپنے بھائی کو لکھ کر بھیج دیا۔ حاجی عبدالکریم فرماتے ہیں کہ حضرت قبلہ سید فقیر شاہ صاحب کہیں بھی تشریف لے کر نہیں گئے۔ بلکہ وہ تو میرے گھر پر کلکتہ ہی میں رونق افروز رہے۔ اس واقعے کے بعد کلکتہ کے کئی لوگ آپ کی کرامت کے قائل ہو گئے۔ آپ سے کئی کرامات کا ظہور ہوا۔

آپ نے ۲۹ رمضان المبارک ۱۳۴۷ھ میں انتقال فرمایا۔ آپ کا مدفن سڑک کی دوسری جانب احاطہ حضرت سید حسن رحمت اللہ علیہ کے جنوب کی جانب ہے۔ آپ کے چار فرزند تھے۔

۱ سید مقبول شاہ صاحب
۲ حافظ سید گل بادشاہ صاحب
۳ سید میر بادشاہ صاحب
۴ سید غلام شاکر المعروف کالا شاہ صاحب

حضرت سید مقبول شاہ صاحب

آپ سید فقیر شاہ صاحب کے فرزند تھے۔ ابتدائی تعلیم اپنے والد ماجد سے حاصل کی۔ علوم درسیہ کی تکمیل پشاور شہر اور مضافات کے علماء کرام سے کی۔ آپ بہت بڑے عالم و فاضل اور فقیہہ و محدث تھے۔ حدیث شریف کی سند آپ نے پشاور کے مشہور و معروف عالم دین محمد ایوب صاحب سے حاصل کی۔ آپ علامہ عصر تھے۔ اپنے تمام معاصر علماء کرام میں آپ کا علمی مرتبہ و مقام بہت بلند تھا۔ حضرت علامہ مفتی عبدالرحیم صاحب پوپلزئی فرمایا کرتے تھے کہ اگر کوئی فقہ حنفی پڑھنا چاہے تو مولانا مقبول شاہ صاحب سے پڑھے! ۔ آپ صبح و شام قرآن مجید واحادیث نبوی صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کا درس دیتے۔ پشاور کے محلہ جٹاں کی جامع مسجد میں نماز جمعہ پڑھاتے۔ آپ کبھی کبھی مسجد محبت خان میں بھی وعظ فرماتے اور علم و حکمت کے موتی بکھیرتے۔

آپ بدعات و رسومات کے سخت مخالف تھے اور ان کو دور کرنے کے لئے ہر وقت پند و نصیحت کرتے۔ پشاور میں جب بھی خلافت کمیٹی قائم ہوئی تو آپ خلافت کمیٹی ضلع پشاور کے صدر منتخب ہوئے۔ آپ نے تحریک ہجرت میں بھی بڑی سرگرمی دکھائی۔ انگریزوں کے خلاف ہر تحریک میں آپ کا کردار سب سے نمایاں ہوتا۔ اپنے ہم عصر علماء کرام اور مشائخ عظام سے آپ کے مراسم بہت مخلصانہ تھے۔ گڑھی شریف کے سجادہ نشین پیر سید عبداللہ شاہ صاحب گولڑہ شریف کے سجادہ نشین پیر سید مہر علی شاہ صاحب، میرہ شریف کے سجادہ نشین مولوی احمد صاحب اور حضرت مولانا نجم الدین المعروف ہڈہ ملا صاحب سے اکثر ملاقاتیں کرتے رہتے تھے۔ آپ نہایت پاکیزہ اخلاق و اعمال کے مالک تھے۔

آپ کی تین صاحبزادیاں تھیں۔ جنہوں نے پشاور شہر کی مستورات کو قرآن مجید اور دینی تعلیم سے آراستہ کرنے میں اہم کردار ادا کیا۔

حافظ سید گل بادشاہ صاحب

آپ سید فقیر شاہ صاحب کے دوسرے فرزند تھے۔ آپ کی تمام تعلیم و تربیت اپنے والد ماجد کے زیر سایہ ہوئی۔ دیگر علماء کرام سے بھی استفادہ کیا۔ قدرت نے آپ کو ایسی ذہانت عطا فرمائی تھی کہ آپ نے صرف چار ماہ کے قلیل عرصہ میں قرآن مجید حفظ کر لیا۔ تمام زندگی آپ نے

علائق دنیا سے منہ موڑے رکھا۔ ہر وقت یادالٰہی میں مستغرق رہتے۔ آپ سنت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بہت پابند تھے۔ بدعات ورسومات کے سخت خلاف تھے۔

اپنے والد ماجد سے سلسلہ عالیہ قادریہ میں مرید و خلیفہ تھے۔ سلسلہ عالیہ کی اشاعت میں آپ نے خوب دلچسپی لی، یہی وجہ ہے کہ آپ کے مریدین کا حلقہ کافی وسیع ہے۔ آپ ذکر الٰہی میں اس طرح مستغرق ہو جاتے کہ دنیا ومافیہا سے بالکل بے خبر ہو جاتے۔ اکثر آپ پر وجد طاری ہو جاتا، مشائخ عظام اور فقراء سے ملاقات کا سلسلہ ہوتا رہتا مگر فرماتے تھے کہ جو لطف اور مزہ اپنے سلسلہ مبارک کے فقر میں ہے وہ کہیں بھی نہیں۔ آپ نے کسی سیاسی تحریک میں حصہ نہیں لیا۔ آپ نے ۱۴ صفر ۱۳۷۰ھ بمطابق ۲۵ نومبر ۱۹۵۰ء کو انتقال فرمایا اور اپنے والد ماجد کے ساتھ دفن ہوئے۔ آپ کے دو فرزند تھے۔

۱ جناب سید مبارک شاہ صاحب

۲ جناب سید محمد باسط شاہ صاحب

سید مبارک شاہ صاحب

سید مبارک شاہ صاحب سید گل بادشاہ صاحب کے بڑے صاحبزادے تھے۔ آپ نہایت جوانی کے عالم میں لاولد فوت ہو گئے تھے۔

الحاج سید محمد باسط شاہ صاحب

آپ حافظ گل بادشاہ کے فرزند تھے۔ آپ نے ابتدائی تعلیم وتربیت والد گرامی کے زیر سایہ حاصل کی۔ میٹرک کرنے کے بعد محکمہ تعلیم میں بحیثیت مدرس خدمات انجام دیتے رہے۔ آپ نہایت ہی فہیم، سلیم، الطبع اور خوش اخلاق انسان تھے۔ آپ صوم وصلوٰۃ کے بہت پابند تھے۔ سلسلہ عالیہ قادریہ میں اپنے دادا حضرت آقا سید فقیر شاہ صاحب رحمت اللہ علیہ کے مرید تھے۔ جبکہ خلافت اپنے والد گرامی سے حاصل کی۔ سلسلہ عالیہ قادریہ کی اشاعت و تبلیغ میں اکثر

کوشاں رہتے تھے۔ علماء کرام آپ کا بڑا احترام کرتے تھے۔ آپ کے بڑے بیٹے کا نام سعید جان ہے۔

آقا سید میر بادشاہ صاحب

آپ حضرت آقا سید فقیر شاہ صاحب کے تیسرے فرزند تھے۔ آپ سیر وسیاحت کے بڑے دلدادہ تھے۔ تمام زندگی آپ نے بیرون ممالک کی سیر وسیاحت میں گزاری۔ آپ ۲۳ اپریل ۱۹۵۱ء میں فوت ہوئے اور اپنے والد کے جوار میں دفن کئے گئے۔

سید غلام شاکر شاہ صاحب المعروف کالا شاہ صاحب

آپ حضرت سید فقیر شاہ صاحب کے چوتھے فرزند تھے۔ آپ نے تمام زندگی حضرت سید حسن بادشاہ کے مزار پر گزار دی۔ عوام و خواص آپ کا بڑا احترام کرتے تھے۔ آپ بڑے بے پرواہ قسم کے انسان تھے۔ علماء کرام سے آپ کی نہیں لگتی تھی۔ تمام عمر درویشانہ حالت میں گزاری اور لاولد فوت ہوئے۔

حضرت سید اکبر شاہ صاحب المعروف آقا پیر جان

آپ حضرت سید عیسیٰ شاہ صاحب قادری گیلانی رحمت اللہ علیہ کے دوسرے فرزند ارجمند تھے۔ آپ کا نام سید اکبر شاہ تھا مگر آقا پیر جان صاحب کے نام سے شہرت پائی۔ اور اسی نام نے آپ کے اصلی نام کی جگہ لے لی۔ آپ کی تمام تعلیم و تربیت اپنے والد ماجد کے زیر سایہ ہوئی۔ آپ نے اپنی اعلیٰ ذہانت اور خداداد صلاحیتوں کی بدولت بہت چھوٹی عمر میں علوم مروجہ سے فراغت حاصل کرلی۔ اور اپنے بڑے بھائی حضرت سید غلام صاحب المعروف میرجی صاحب کے دست حق پرست پر سلسلہ عالیہ قادریہ میں بیعت کر کے خلافت حاصل کی۔ درس و تدریس کے ساتھ ساتھ سلسلہ عالیہ قادریہ کی اشاعت میں مصروف ہو گئے۔

ایک دفعہ آپ کے سامنے سکھ حاکم نے اپنے دو ساتھیوں کے ہمراہ دین اسلام کی توہین کی۔

آپ کی دینی حمیت سے برداشت نہ ہوسکا اور ان پر حملہ کر کے تینوں کو اپنی تلوار سے جہنم رسید کر دیا۔ چونکہ آپ پشاور کی عوام کے سیاسی و روحانی پیشوا تھے اس لئے آپ کے اثر ورسوخ اور امن وامان کی صورت حال خراب ہونے کے پیش نظر حکومت نے آپ پر ہاتھ نہ ڈالا۔ لیکن آپ نے فرمایا، جہاں دین اسلامی کی توہین ہوتی ہو وہاں میرا رہنا مشکل ہے۔ اس کے بعد آپ کابل تشریف لے گئے، جہاں آپ کی بہت عزت وتکریم کی گئی۔ کچھ عرصہ وہاں قیام فرمایا اور تمام وقت ذکر الٰہی، عبادت وریاضت میں گزارا۔ آپ نے تین سال تک دریائے کابل میں نفی اثبات لاالہ الا اللہ کا ذکر کیا۔ جب تین برس کا چلہ مکمل ہوا اور آپ کو پانی سے نکالا گیا تو جلد مسلسل پانی میں رہنے کی وجہ سے گل کوشت میں تبدیل ہو چکی تھی۔ دودھ اور شوربے روٹی بھگو کر آپ کے منہ میں ڈالی جاتی تھی۔ جب صحت یاب ہوئے تو ایک سال تک "قصیدہ غوثیہ" کا چلہ کاٹا۔ افغانستان میں آٹھ برس قیام کرنے کے بعد واپس پشاور تشریف لائے۔

ایک دفعہ امیر شیر علی خان جو کابل کا حکمران تھا پشاور پہنچا۔ تو پشاور کے حاکم نے والی کابل کے اعزاز میں ایک پر تکلف ضیافت کا اہتمام کیا۔ علما اور عمائدین شہر کو بھی دعوت دی گئی۔ والی کابل کے کہنے پر آپ کو بھی دعوت دی گئی۔ کیوں کہ وہ آپ کا بڑا عقیدت مند تھا۔ آپ دعوت میں تشریف تو لے گئے مگر کھانا کھانے سے انکار کر دیا۔ جب والی کابل نے اصرار کیا تو آپ نے جواب میں فرمایا۔ اے امیر، یہ فرنگیوں کی ضیافت ہے اس لئے یہ فقیر نہیں کھا سکتا۔ امیر کابل کو غصہ آگیا اور کہا کہ کابل حکومت نے جو وظیفہ آپ کے لئے مقرر کیا تھا وہ ضبط کیا جاتا ہے۔ آپ نے فرمایا اے بادشاہ! "فقیر کی فقیری قیامت تک رہے گی۔ جبکہ تیری بادشاہت پائیدار نہیں"۔ یہ کہہ کر آپ مجلس سے اٹھ کر چلے گئے۔ اللہ تعالیٰ کے ولی کے منہ سے نکلی ہوئی بات خالق کائنات نے رد نہیں فرمائی۔ جب والی کابل واپس افغانستان پہنچا تو اس کا تختہ الٹ دیا گیا تھا۔ مگر حضرت کا ارشاد فقیر کی فقیری (خانقاہ) قائم رہے گی۔ اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے آج بھی اپنی تمام تر تابانیوں کے ساتھ آباد اور تاقیامت قائم ودائم رہے گی۔

آپ انگریزی قانون سے بہت متنفر تھے کسی غیر اسلامی عدالت سے رجوع کرنا بھی مناسب نہیں سمجھتے تھے۔ ایک شخص نے عدالت میں حضرت سید حسن بادشاہ رحمۃ اللہ علیہ کے مزار کے متعلق دعوی دائر کر دیا۔ جب پہلی دفعہ آپ عدالت میں پیش ہوئے تو انگریز مجسٹریٹ

مسٹر جیمز کرسٹی کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا "کہ بحیثیت مسلمان میں صرف شریعت اسلامیہ کا پابند ہوں۔ مجھے ہر وہ فیصلہ قبول ہے جو شریعت محمدیہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مطابق ہو ! تم اسلام سے ناواقف ہو۔ لہذا یہ فیصلہ تم کسی مسلمان عالم یا قاضی کے پاس بھیج دو، تاکہ وہ شریعت کے مطابق فیصلہ کرے۔ مخالف فریق نہ مانا مجسٹریٹ نے آپ کا مقدمہ خارج کر دیا۔

آپ کی طبیعت مبارکہ میں تحقیق حق کا جذبہ بدرجہ اتم موجود تھا۔ آپ کی مجلس میں ہر وقت علماء وفضلاء موجود ہوتے تھے۔ اور ہر وقت کسی نہ کسی اسلامی مسئلے پر تحقیق ہوتی رہتی تھی۔ ایک دفعہ حضرت حافظ عبدالغفور صاحب "سوات باباجی" کے ہاں کسی نے یہ فتویٰ دیا کہ بغیر محراب کے نماز باجماعت نہیں ہوتی۔

پشاور میں یہ بات آپ تک پہنچی۔ آپ کو پشاور میں مذہبی اور سیاسی اعتبار سے مرکزی حیثیت حاصل تھی۔ اس وقت پشاور کے علماء۔ جناب میاں صاحب، حافظ میاں غلام جیلانی صاحب اور میاں نصیر احمد صاحب المعروف بہ میاں صاحب قصہ خوانی یہ فتویٰ لے کر آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اپ نے علماء سے تبادلہ خیال کرنے کے بعد فرمایا کہ حضرت باباجی صاحب سوات۔ بہت قابل احترام بزرگ ہیں اور اتباع سنت کے۔ بہت پابند ہیں۔ یہاں پر بیٹھ کر تنقید کرنے سے۔ بہتر ہے کہ ان کے پاس جا کر اس مسئلہ کو حل کیا جائے۔ آپ ان علماء کرام کے علاوہ مولوی سراج الدین صاحب لاہوری اور الحاج سید سکندر شاہ صاحب کو بھی ساتھ لے کر سوات پہنچے۔ وہاں تمام آپ کے ساتھ نہایت عقیدت واحترام کے ساتھ پیش آئے دوسرے دن اس مسئلہ پر بحث شروع ہوئی، تین دن تک بحث کا سلسلہ جاری رہا۔ بالآخر یہ مسئلہ اس طرح حل ہوا کہ حضرت باباجی سوات نے دوسرا فتویٰ جاری کیا کہ بغیر محراب کے بھی نماز باجماعت ہوتی ہے۔ یہ سفر آپ نے نہایت کمزوری اور بڑھاپے کی عمر میں دین اسلام کی تڑپ اور سنت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خاطر کیا۔ اور سفر کی تمام تکالیف برداشت کر کے امت محمدیہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو انتشار وافتراق سے بچا لیا۔

الحاج محمد زرین صاحب مرحوم جو موضع بانڈہ ملاحان ضلع نوشہرہ کا رہنے والے تھے۔ بیان کرتے ہیں "ہمارے گاؤں سے تھوڑے فاصلے پر دریائے باڑہ بہتا ہے۔ دریا میں اکثر سیلاب

طغیانی آجاتی تھی جس سے ہماری فصلوں اور مکانوں کو بہت نقصان پہنچتا۔ میرے دادا صاحب نے جب حضرت آقا پیر جان رحمت اللہ علیہ کی کرامات کا شہرہ سنا تو آپ کی درگاہ پر حاضر ہو کر اپنی پریشانی اور مصائب کا تذکرہ کیا۔ آپ نے مٹی کے تین ڈھیلے دم کر کے دیے اور فرمایا کہ اپنے کھیت کے پل پر کھڑے ہو کر دریا کی طرف ان ڈھیلوں کو پھینک دو۔ جس جگہ تک یہ ڈھیلے پہنچیں گے، انشاء اللہ اس سے آگے سیلاب کا پانی نہیں آئے گا۔ چنانچہ اس مقام سے آگے آج تک سیلاب کا پانی نہیں آیا۔ بڑے بڑے خطرناک سیلاب آتے جن سے دیگر کئی دیہات کو نقصان پہنچا، مگر "باندہ ملاحان" کو کوئی نقصان نہیں ہوا"

ایک مرتبہ آپ اپنے دوستوں کے ہمراہ جوتے شیخ (شیخ کے کٹھ) پر سیر کے لئے تشریف لے گئے۔ اس سیر میں تمام دوست احباب ایک خاص مقام کا تعین کر کے تمام دن وہاں کھانے پینے، گپ شپ اور نہانے میں گزار دیتے تھے۔ آپ کے ساتھ تقریباً ایک سو دوست احباب تھے۔ جب لوگوں کو پتہ چلا کہ آج جوتے شیخ پر آقا پیر جان صاحب رحمت اللہ علیہ کا سیر ہے تو وہ دھڑا دھڑ وہاں پہنچنا شروع ہو گئے۔ اور اس طرح تقریباً ۸۰۰ افراد وہاں جمع ہو گئے۔ نور محمد زرگر آپ کا باورچی تھا، اس نے تقریباً ۱۰۰ افراد کے لئے کھانا تیار کیا تھا وہ آپ کی خدمت میں عرض کرنے لگا، حضور کھانا بہت کم ہے اور لوگ بہت زیادہ ہیں! ۔ آپ نے تبسم فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا، ہم فقیروں کا اللہ تعالیٰ کارساز ہے وہی برکت ڈالے گا۔ جب کھانے کا وقت ہو گیا تو مزید لوگ بھی وہاں پہنچ گئے۔ آپ نے پہلے تمام فقراء کو کھانا کھلایا اور پھر دیگ پر رومال ڈال دیا اور اس کے بعد تمام احباب کو کھانا کھلایا۔ اللہ تعالیٰ نے اس کھانے میں اتنی برکت ڈالی کہ ۱۰۰ افراد کے لئے پکا ہوا کھانا تقریباً ۱۱۰۰ افراد نے کھایا۔ سب سے آخر میں آپ اور آپ کے باورچی نے خود کھانا تناول فرمایا۔ آپ نے باورچی سے کہا، دیکھا میرے اللہ نے کھانے میں کتنی برکت ڈال دی۔ وہی رزاق ہے میں اور تم تو صرف کام کرنے والے ہیں۔

آپ سے اتنی کرامات کا ظہور ہوا کہ اگر ان سب کو جمع کیا جائے تو ایک مکمل کتاب بن جائے۔ آپ ہمیشہ کرامات کو چھپاتے۔ آپ مغرب کی نماز کے وضو سے صبح کی نماز ادا کیا کرتے تھے۔ گویا تمام رات عبادت الٰہی میں بسر ہوتی تھی۔ سلسلہ عالیہ قادریہ کی اشاعت میں تمام زندگی گزار دی۔ آپ نے اس سلسلے میں ہندوستان، کشمیر، کابل اور عرب کے متعدد سفر کئے۔

آپ ۲۸ جمادی الاول ۱۳۱۵ھ کو رات ۱۲ بجے اٹھے اور غسل فرما کر کپڑے تبدیل کئے، تسبیح لے کر مصلے پر تشریف فرما ہوئے۔ طبیعت اچانک ناساز ہوئی، اپنے پوتے حافظ سید محمد زمان شاہ رحمت اللہ علیہ کو بلا کر بیعت فرمایا اور تسبیح و مصلیٰ عنایت کر کے تلاوت قرآن کرنے کو کہا۔ جب جناب حافظ سید محمد زمان شاہ قادری گیلانی رحمت اللہ علیہ نے قرآن مجید کی تلاوت شروع کی تو آپ نے ذکر الٰہی شروع کیا، دوران ذکر آپ کی روح قفس عنصری سے پرواز کر گئی۔ آپ کے انتقال کی خبر جب شہر میں پھیلی تو تمام شہر بند ہو گیا۔ شہر کے تمام اطراف سے لوگ ذکر الٰہی کرتے ہوئے آپ کے مکان پر جمع ہو گئے۔ اس طرح شام کے قریب اس آفتاب رُشد و ہدایت اور ولایت کو ابوالبرکات حضرت سید حسن بادشاہ رحمت اللہ علیہ کے جوار میں دفن کیا گیا۔ آپ کے تین فرزند تھے۔

۱ سید امیر شاہ صاحب

۲ سید قلندر شاہ صاحب

۳ سید سعید احمد شاہ صاحب

سید امیر شاہ صاحب

آپ حضرت آقا پیر جان صاحب رحمت اللہ علیہ کے فرزند ارجمند تھے۔ آپ کا شمار ممتاز علماء کرام میں ہوتا تھا۔ سلسلہ عالیہ قادریہ میں اپنے والد ماجد کے دست گرفتہ تھے۔ دنیا سے بالکل کنارہ کش ہو کر اپنے ذکر و اشغال میں مصروف رہتے تھے۔ آپ قصیدہ بردہ شریف، قصیدہ غوثیہ شریف، دلائل الخیرات شریف اور قرآن مجید کے کامل ترین عامل تھے۔ آپ صاحب الفظ مشہور تھے کیونکہ آپ کے منہ سے نکلی ہوئی بات اللہ تعالیٰ کبھی رد نہیں فرماتا تھا۔ آپ کی کوئی اولاد نہیں تھی۔ آپ کا انتقال ۱۳۰۶ھ میں ہوا اور سید حسن بادشاہ رحمت اللہ علیہ کے جوار میں دفن ہوئے۔

جناب سید قلندر شاہ

آپ حضرت آقا پیر جان صاحب کے دوسرے فرزند تھے۔ آپ لاولد فوت ہوئے

حضرت قبلہ عالم سید سعید احمد شاہ

آپ حضرت آقا پیر جان رحمت اللہ علیہ کے تیسرے فرزند تھے۔ تمام تعلیم و تربیت اپنے والد ماجد کے زیر سایہ حاصل کی۔ علوم درسیہ کی تکمیل میں مقامی علماء کرام سے بھی استفادہ حاصل کیا۔ سلسلہ عالیہ قادریہ میں اپنے والد گرامی کے مرید و خلیفہ تھے۔ آپ نے سلسلہ عالیہ قادریہ کی اشاعت کے کے لئے بہت کام کیا۔ اپنے بزرگوں کے اعراس اور دیگر ایام مقدسہ بہت پابندی کے ساتھ مناتے تھے۔ خصوصاً ربیع الثانی میں گیارہویں شریف کا خاص اہتمام و انتظام فرماتے تھے۔ تمام دن لوگ آپ کے آستانہ عالیہ پر حاضر ہو کر حضور غوث الاعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نیاز مبارک تناول فرماتے اور تبرک کے طور پر ساتھ بھی لے جاتے۔ بفضل الٰہی یہ سلسلہ آج تک قائم و دائم ہے اور آپ کے پوتے حضرت قبلہ و کعبہ پیرو مرشد علامہ سید محمد امیر شاہ صاحب قادری گیلانی بڑی گیارہویں شریف کا جس انداز سے اہتمام فرماتے ہیں اس کی نظیر بہت کم دیکھنے میں آتی ہے۔ تمام دن صبح سے لے کر عشاء تک لنگر غوثیہ تقسیم ہوتا ہے اور رات کو محفلِ ذکر و نعت ہوتی ہے جو صبح تک جاری رہتی ہے۔

حضرت سید سعید احمد شاہ رحمت اللہ علیہ سچے عاشق رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تھے۔ اگر کوئی حاجی حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت سے مشرف ہو کر واپس آتا اور آپ کے سامنے واقعات بیان کرتا تو آپ کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو جاتے۔ آپ انتہائی فیاض، سخی، مہمان نواز، اور پاکیزہ صورت و کردار کے مالک تھے۔ تمام عمر عقیدہ حقہ اہل سنت وجماعت پر قائم رہے اور علماء حق اہل سنت وجماعت کی بڑی قدر کرتے تھے اور عقائد باطلہ نجدیت (وہابیت)، قادیانیت اور نیچریت (معتزلہ) کے سخت خلاف تھے۔ آپ فرماتے جس طرح آگ لکڑی کو جلا کر راکھ کر دیتی ہے اسی طرح خراب عقیدہ والے کی صحبت نیک اعمال کو کھا کر انسان کو تباہ و برباد کر دیتی ہے۔ آپ ہر وقت اپنے مریدوں اور عقیدت مندوں کو غلط عقائد رکھنے والے لوگوں سے بچنے کی تلقین فرماتے۔ آپ فرماتے! مرید مخلص کو اپنے پیر کی صحبت کافی ہے۔ کیونکہ ہزار عیوب سے انسان کو اپنے پیر کی صحبت بچا لیتی ہے۔ فرماتے ہیں جس نے اپنے پیر کا ادب واحترام کیا وہ مراد کو پہنچ گیا۔

آپ ۳ مئی ۱۹۲۹ء کو اس جہان فانی سے انتقال کر گئے۔ ہزارہا لوگوں نے آپ کے جنازے میں شرکت کی۔ آپ کو بھی اپنے آبائی قبرستان میں دفن کیا گیا۔ آپ کا ایک فرزند اور ایک صاحبزادی تھی

حضرت برہان العاشقین

حضرت سید محمد زمان شاہ رحمت اللہ علیہ

آپ قبلہ جناب حضرت سید سعید احمد شاہ صاحب رحمت اللہ علیہ کے فرزند تھے۔ تعلیم و تربیت اپنے والد گرامی کے زیر سایہ حاصل کی۔ قرآن مجید حفظ کرنے کے بعد دیگر علوم کی تکمیل میں مختلف اساتذہ کرام سے استفادہ کیا۔ سلسلہ عالیہ قادریہ میں اپنے دادا حضرت آقا پیر جان رحمت اللہ علیہ کے دست اقدس پر بیعت کی اور سلسلہ عالیہ قادریہ کی اشاعت کے لئے برما، بنگال، دہلی، یوپی، اور پنجاب کے کئی سفر کئے اور سینکڑوں علماء و مشائخ سے ملاقات کا شرف حاصل کیا۔ عشق خداوندی کے استغراق نے آپ کو روحانی معراجِ کمال تک پہنچایا۔ سلسلہ چشتیہ کے ایک بزرگ مولانا غلام حیدر صاحب تونسوی رحمت اللہ علیہ نے آپ کو "برہان العاشقین" کہہ کر پکارا۔ ہر مذہب و ملت کے لوگ آپ کو نہایت عزت واحترام کی نگاہ سے دیکھتے تھے۔ آپ بھی بلا تفریق مذہب ہر شخص کی مصیبت میں کام آتے تھے۔ آپ پشاور میں میونسپل کمیٹی کے بلامقابلہ ممبر منتخب ہوتے رہے۔

تحریک پاکستان میں جہاں برصغیر کے دیگر مشائخ کرام اور علماء کرام نے حصہ لیا وہاں آپ بھی پشاور سے اہم خدمات سرانجام دیتے رہے۔ آپ پشاور میں مسلم لیگ کے کئی عہدوں پر فائز رہے۔ بحیثیت مسلم لیگی آپ ہمیشہ بے لوث اور بے غرض ملی، سیاسی، اور مذہبی معاملات میں حصہ لیتے رہے۔ بڑے بڑے سیاسی مخالفین آپ کے اخلاق حسنہ کے معترف تھے۔ آپ نے پنجاب کے علاقہ میں حاجی محمد قاسم قادری کو خلافت سے نوازا تھا۔ اور پشاور میں اپنے فرزند ارجمند حضرت علامہ سید محمد امیر شاہ صاحب قادری گیلانی مدظلہ العالی کو خلافت عطا فرمائی۔

آپ نے ۱۱ ستمبر ۱۹۵۰ء میں انتقال فرمایا۔ تمام مذہبی اور سیاسی جماعتوں نے تعزیت کی قرار دادیں پاس کیں اور تمام اخبارات نے شذرات لکھ کر آپ کی خدمات کو سراہا۔ آپ کو اللہ تعالیٰ نے آٹھ فرزند عطا فرمائے تھے۔

۱ سید نور احمد شاہ صاحب
۲ سید شیر احمد شاہ صاحب
۳ سید احمد حسین شاہ صاحب
۴ سید محمد امیر شاہ صاحب
۵ سید قمر الزمان شاہ صاحب
۶ سید اختر الزمان شاہ صاحب
۷ سید انور شاہ صاحب
۸ سید اصغر الزمان شاہ صاحب

سید نور احمد شاہ صاحب

آپ حافظ سید محمد زمان شاہ صاحب کے بڑے فرزند تھے۔ آپ نے گریجویشن کرنے کے بعد پشاور یونیورسٹی سے ایل ایل بی کا امتحان پاس کیا۔ اور سرحد اسمبلی میں ملازمت اختیار کی۔ اسسٹنٹ سیکرٹری کے عہدے سے ریٹائر ہوئے۔ آپ کی ذہانت اور قابلیت کا یہ عالم تھا کہ اردو، فارسی، پشتو اور انگریزی پر یکساں قدرت رکھتے تھے۔ آپ دفتری امور یعنی قانون سازی اور اسمبلی کی مباحثات کی تدوین تندہی اور ہمہ گیری سے سرانجام دیتے تھے۔ اس لیاقت، مہارت، تجربہ، انصاف پسندی اور غیر جانب داری کی وجہ سے آپ کی مدت ملازمت میں ۶۰ سال پورے ہونے کے باوجود حکومت نے مزید تین سال کی توسیع کر دی تھی۔

آپ خوبصورتی اور حسن مردانہ کا ایک پیکر تھے۔ سرخ اور سفید رنگ کے خوبصورت امتزاج سے دست قدرت کا شاہکار دکھائی دیتے تھے۔ آپ انتہائی خلیق، سنجیدہ اور مہمان نواز انسان تھے۔ آپ نے ۶۳ برس کی عمر پائی اور ۱۴ اگست ۱۹۷۴ء کو انتقال فرمایا۔ آپ کے جنازے میں ہزاروں کی تعداد میں دوست احباب، لواحقین و متوسلین اور علماء و مشائخ عظام کے

علاوہ بڑے سرکاری افسروں، سماجی اور سیاسی شخصیات نے بھی شرکت کی۔ آپ کی وفات پر ملک و بیرون ملک سے سینکڑوں تار اور خطوط آپ کے برادر اصغر سید محمد امیر شاہ قادری گیلانی مدیر اعلیٰ "الحسن" کو موصول ہوتے جن کی تفصیل پندرہ روزہ "الحسن" کے سال ۱۹۷۴ء کی خصوصی اشاعت "نور احمد شاہ نمبر" میں ملاحظہ کی جاسکتی ہے۔ آپ کا ایک ہی فرزند ہے جن کا نام سید احمد ناصر گیلانی ہے۔

سید احمد ناصر گیلانی المعروف میر آغہ

آپ سید نور احمد شاہ صاحب کے اکلوتے فرزند ہیں۔ آپ ۲۲ جنوری ۱۹۵۶ کو پیدا ہوئے۔ آپ نے پشاور یونیورسٹی سے تاریخ میں ایم اے کیا ہے۔ اور حبیب بینک میں بطور آفیسر اپنی خدمات انجام دے رہے ہیں۔ آپ نہایت خوش اخلاق اور نفیس انسان ہیں۔ سلسلہ عالیہ قادریہ میں اپنے چچا حضرت علامہ سید محمد امیر شاہ قادری گیلانی کے دست گرفتہ ہیں۔ تصوف کے علاوہ اسلام اور علم فلکیات کا گہرا مطالعہ رکھتے ہیں۔ آپ کی شادی ۱۹۸۶ء میں ہوئی آپ کا ایک فرزند ہے۔ جس کا نام سید آفاق علی شاہ گیلانی ہے۔ جس کی عمر اس وقت تقریباً ۶ سال ہے۔

سید شیر احمد شاہ صاحب

آپ برہان العاشقین حافظ سید محمد زمان شاہ صاحب قادری گیلانی رحمت اللہ علیہ کے دوسرے فرزند تھے جو کہ بہت قابل، ذہین اور فطین تھے۔ پشاور یونیورسٹی میں ایم اے کے طالب علم تھے۔ کہ اچانک بیمار ہوتے اور دوران تعلیم ۲۲ سال کی عمر میں وفات پائی۔ آپ بہت بلند پایہ شاعر تھے۔ اسد تخلص تھا۔ آپ کا منظوم کلام پندرہ روزہ "الحسن" کے مختلف شماروں میں شائع ہو چکا ہے۔

حکیم آغا سید احمد حسین صاحب

آپ برہان العاشقین حافظ سید محمد زمان شاہ صاحب قادری گیلانی رحمت اللہ علیہ کے تیسرے فرزند تھے۔ آپ نے میٹرک تک تعلیم والد گرامی کے زیر سایہ حاصل کی۔ اس کے بعد

لاہور میں حکیم شہزادہ غلام محمد صاحب کے پاس تشریف لے گئے جو رشتہ میں آپ کے نانا لگتے تھے۔ ان کے زیر سایہ طب یونانی کی تکمیل کی۔ طبیہ کالج لاہور اور پھر بھوپندر طبیہ کالج (پٹیالہ) سے حاذق الحکماء وفاضل الطب والجراحت کی سند حاصل کی۔ لاہور میں مطب کرتے تھے۔ آپ نے ۱۹۸۷ء میں انتقال فرمایا۔ آپ کے دو فرزند ہیں۔ بڑے صاحبزادے کا نام سید زین العابدین المعروف شاہین آغا ہے جو نیشنل بینک آف پاکستان میں ملازم ہے۔ جبکہ دوسرے صاحبزادے کا نام سید احمد شاہ جو کہ شاہ حسین کے نام سے معروف ہیں۔

سید قمرالزماں شاہ صاحب

آپ بھی حضرت برہان العاشقین حافظ سید محمد زمان شاہ رحمت اللہ علیہ کے فرزند تھے۔ آپ نے میٹرک تک تعلیم حاصل کی۔ آپ اردو اور ہندکو زبان میں شاعری بھی کرتے تھے۔ آپ نے ہندکو ادب کی اشاعت و ترویج کے لئے باقاعدہ انجمن تشکیل دی تھی۔ مگر ان دنوں تحریک پاکستان عروج پر تھی۔ لہٰذا آپ بھی عملی طور پر سیاسیات میں شامل ہو گئے اور مسلم لیگ نیشنل گارڈ کے ۱۹۴۶ء تا ۱۹۴۷ء نائب سر عسکر رہے۔ تحریک سول نافرمانی کی چار ماہ تک پشاور میں قیادت کرتے رہے۔ ہر روز جلسے اور جلوسوں کی قیادت میں حکومت کے زہریلے آنسو گیس اور ربڑ کی گولیوں کی وجہ سے جگر اور پھیپھڑے خراب ہو گئے تھے۔ سات ماہ تک ہسپتال میں زیر علاج رہنے کے بعد نہایت جوانی کے عالم میں ۲۴ صفر بمطابق ۲۳ اکتوبر ۱۹۵۴ء میں انتقال فرمایا۔ آپ کا ایک ہی فرزند ہے۔

سید علاؤالدین علی المعروف شوکت آغا

آپ سید قمرالزمان شاہ صاحب کے اکلوتے فرزند ہیں۔ آپ ۶ مارچ کو ۱۹۴۹ء میں پیدا ہوئے۔ میٹرک تک تعلیم حاصل کرنے کے بعد محکمہ تعلیم میں ملازمت اختیار کی۔ جناب قبلہ حضرت سید محمد امیر شاہ قادری گیلانی بن سید محمد زمان شاہ قادری گیلانی رحمت اللہ علیہ کی دست حق پرست پر بیعت کی ہے۔ ایران، عراق، افغانستان اور انڈیا میں تمام مزارات پر حاضری کا شرف حاصل کر چکے ہیں۔ آپ اپنے بچوں کی تعلیم و تربیت پر خاص توجہ دیتے ہیں۔ آپ کے چار فرزند ہیں۔ سید طاہر علاؤالدین گیلانی۔ سید شبیہ الحسنین گیلانی۔ سید روح الحسنین گیلانی۔ سید

سید اختر الزمان گیلانی چشتی

سید اختر الزمان گیلانی چشتی المعروف باچا گل صاحب حضرت سید برہان العاشقین حافظ محمد زمان شاہ صاحب قادری گیلانی رحمت اللہ علیہ کے صاحبزادے تھے۔ ابھی آپ میٹرک کے ہی طالب علم تھے ان دنوں تحریک پاکستان جو کہ خوب زوروں پر تھی تعلیم کا سلسلہ منقطع کر کے تحریک آزادی پاکستان میں شامل ہو گئے۔ تحریک سول نافرمانی میں حصہ لیا اور ساڑھے چار ماہ قید کی سزا کاٹی۔

آپ بڑے ہمدرد، مخلص، کھرے، مردم شناس اور خوش پوش انسان تھے۔ محبت اہل بیت تو آپ کو ورثہ میں ہی ملی تھی۔ سو عشق اہل بیت میں ہر وقت مستغرق رہتے۔ سلسلہ چشتیہ میں حضرت خواجہ نظام الدین صاحب تونسوی رحمت اللہ علیہ سے نسبت رکھتے تھے۔ محرم کے ابتدائی دنوں میں دل کا دورہ پڑا ہسپتال میں داخل ہوئے اور بالآخر ۱۷ محرم ۱۴۱۳ھ بمطابق ۱۹ جولائی ۱۹۹۲ء کو فوت ہوئے۔ اور ہزاروں اشکبار آنکھوں کے سامنے جوار سید حسن رحمت اللہ علیہ میں دفن ہوئے آپ نے تمام عمر شادی نہیں کی۔

سید انور شاہ صاحب

آپ سید محمد زمان شاہ قادری گیلانی رحمت اللہ علیہ کے فرزند تھے۔ آپ نہایت ہی ذہین، لائق اور قابل تھے۔ آپ جماعت نہم کے طالب علم تھے کہ اس عرصہ میں بیمار ہوئے اور ۱۶ برس کی عمر میں ۱۹۴۶ء میں انتقال فرمایا

سید اصغر زمان شاہ قادری گیلانی

آپ سید محمد زمان شاہ قادری گیلانی رحمت اللہ علیہ کے فرزند تھے۔ تعلیم سے فارغ ہونے کے بعد محکمہ پولیس میں ملازمت اختیار کی۔ آپ بڑے بہادر، نڈر اور بارعب شخصیت کے مالک تھے۔ سلسلہ عالیہ قادریہ میں اپنے بھائی حضرت قبلہ سید محمد امیر شاہ قادری گیلانی مدظلہ العالی کے دست اقدس پر بیعت تھے۔ آپ نے ۱۲ ربیع الاول ۱۴۰۳ھ بمطابق ۱۰ جنوری ۱۹۸۲ء کو انتقال فرمایا۔ ابوالبرکات سید حسن بادشاہ کے جوار میں دفن ہوئے۔ آپ کے

دو فرزند ہیں۔

۱۔ سید سعید الزمان قادری گیلانی

۲۔ سید محسن علی گیلانی

سید سعید الزمان قادری گیلانی

آپ سید اصغر زمان شاہ بن سید محمد زمان شاہ کے بڑے فرزند ہیں آپ یکم اگست ۱۹۶۹ء کو پیدا ہوئے۔ بی ایس سی کرنے کے بعد انڈسٹریل سٹیٹ (کارخانہ) میں ماربل ٹائلز کا کارخانہ لگایا ہے۔ آپ سلسلہ عالیہ قادریہ میں اپنے چچا حضرت سید محمد امیر شاہ قادری گیلانی سے دست گرفتہ ہیں۔ اور آنجناب کے داماد بھی ہیں۔

سید محمد محسن علی گیلانی

آپ بھی سید محمد اصغر الزمان قادری گیلانی کے چھوٹے فرزند ہیں۔ آپ ۱۲ اکتوبر ۱۹۸۱ء کو پیدا ہوئے ساتویں جماعت میں پڑھ رہے ہیں تمام تعلیم و تربیت اپنے برادر اکبر جناب سعید الزمان قادری گیلانی کے زیر سایہ حاصل کر رہے ہیں۔

پیر طریقت رہبر شریعت

حضرت علامہ سید محمد امیر شاہ قادری گیلانی بن حافظ سید محمد زمان شاہ قادری گیلانی رحمت اللہ علیہ

پیر طریقت رہبر شریعت۔ بقیۃ السلف، حجۃ الخلف۔ حضرت علامہ سید محمد امیر شاہ صاحب قادری گیلانی المعروف مولوی جی صاحب سجادہ نشین حضرت ابوالبرکات سید حسن بادشاہ صاحب قادری گیلانی رحمت اللہ علیہ سادات گیلانیہ کی اس شاخ کے چشم و چراغ ہیں جس کی دینی و مذہبی اور علمی و روحانی خدمات کسی تعارف کی محتاج نہیں۔ گزشتہ چار صدیوں سے آپ کے اسلاف برصغیر پاک و ہند میں رشد و ہدایت کی شمع فروزاں کئے ہوئے ہیں۔

ولادت

قطب الاقطاب محدث کبیر حضرت شاہ محمد غوث قادری گیلانی رحمت اللہ کی چھٹی پشت میں حضرت برہان العاشقین سلطان الاولیا۔ حافظ سید محمد زمان شاہ قادری گیلانی رحمت اللہ علیہ کے ہاں سید محمد امیر شاہ صاحب قادری گیلانی بروز پیر ۱۰ مارچ ۱۹۱۹ء کو متولد ہوئے۔ آپ کا شجرہ نسب ۲۳ واسطوں سے محبوب سبحانی قطب ربانی غوث الاعظم حضرت سید ابو محمد محی الدین سید عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ تک پہنچتا ہے۔ جبکہ ۳۵ واسطوں سے امام الاولیا۔ حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم تک پہنچتا ہے۔

ابتدائی تعلیم

آپ نے ناظرہ قرآن پاک خلیفہ ضمیر الدین صاحب کی والدہ ماجدہ سے ۶ سال کی عمر میں پڑھا۔ اور جماعت ہفتم تک گورنمنٹ اسلامیہ ہائی سکول پشاور میں۔ جناب محمد شاہ صاحب کوہائی، سرور شاہ صاحب، صفدر شاہ صاحب، عبدالعلی صاحب، مولانا لطف اللہ صاحب، محمود شاہ صاحب، عطا محمد صاحب، حسین بخش صاحب، مولانا عبدالقادر صاحب (ہیڈ ماسٹر) مولوی عبدالمنان اور جناب یحییٰ (بعد میں وزیر تعلیم ہوئے) سے مختلف جماعتوں میں پڑھتے رہے۔ اس کے ساتھ ساتھ اپنے محلہ یکہ توت کی مسجد (غ) کے امام مولانا شیر محمد صاحب سے فارسی ادب کی کتابیں، یوسف و زلیخا، گلستان و بوستان، مثنوی مولانا روم صاحب، اور دیوان حافظ صاحب پڑھیں۔ یہ تمام کتابیں مولانا شیر محمد صاحب کو زبانی ازبر تھیں۔ اور پشاور کے بڑے بڑے علماء و فضلاء ان کے آگے فارسی ادب کی تعلیم کے لئے زانوئے ادب طے کرتے تھے

اکتساب علوم دینیہ

حضرت قبلہ مولوی جی صاحب ساتویں جماعت کے طالب علم تھے کہ ٹائیفائڈ بخار کی زد میں آگئے اور مسلسل ۵۲ دن تک اس کی لپیٹ میں رہے بخار اترنے کے بعد آپ انتہائی کمزور ہو گئے اور بخار آپ کی نظر پر بھی اثر انداز ہوا جس سے آپ کی نظر بہت کم ہو گئی۔ چنانچہ والدین نے آپ کو سکول جانے سے روک لیا اور ایک سال تک آپ گھر پر ہی رہے۔

اسی دوران آفتاب علم و معرفت شیخ التفسیر والحدیث حضرت صاحبزادہ حافظ علی احمد جان صاحب رحمت اللہ علیہ (۱۳۰۱ھ ۱۸۸۴ء۔ ۱۳۷۶ ۱۹۵۷ء) کے ارشاد پر آپ نے ان سے علوم دینیہ کی تحصیل شروع کی مسلسل سات سال تک حافظ صاحب سے قرآن وحدیث، تفسیر اور دیگر علوم حاصل کرتے رہے اس دوران کچھ عرصہ پشاور کے دینی مدرسہ بجانہ ماڑی میں بھی پڑھتے رہے۔ پشاور کے دیگر جید و مستند اساتذہ کرام سے بھی علوم متداولہ کی تکمیل فرمائی جن میں حضرت حافظ گل فقیر احمد صاحب چشتی گولڑوی رحمت اللہ علیہ (۱۳۰۱ھ ۱۸۹۲ء۔ ۱۳۶۳ھ ۱۹۴۴ء) جناب حضرت مولانا مولوی عبدالعلیم صاحب رحمت اللہ علیہ (م ۱۳۷۵ھ ۱۹۵۶ء) حضرت مولانا مولوی سید محمد ایوب شاہ صاحب جعفری رحمت اللہ علیہ (۱۳۱۶ھ ۱۸۹۹ء) حضرت مولانا فضل الرحمٰن صاحب (۱۳۲۸ھ ۱۹۱۰ء) (ابھی زندہ ہیں) اور حضرت مولانا عبدالمنان صاحب گولڑوی رحمت اللہ علیہ شامل ہیں۔

علوم دینیہ کی تحصیل کے دوران آپ کے حد درجہ انہماک کی بدولت گھر میں چھوٹے بڑے سب آپ کو "مولوی جی" کہہ کر پکارنے لگے اور یہ لقب اتنا مقبول ہوا کہ اہلیان پشاور اور ملک بھر کے عقیدت مند آپ کو "مولوی جی" کہہ کر پکارتے ہیں۔

سند حدیث

شیخ الحدیث حضرت علامہ مولانا گل فقیر احمد صاحب سے آپ نے صحاح ستہ کی تکمیل فرمائی اور انہوں نے آپ کو حدیث شریف کی سند حدیث دی جو کہ "ثبت میری مصری" کے نام سے مشہور ہے اور یہ پانچ واسطوں سے اس ثبت کے مؤلف حضرت علامہ مولانا ابی محمد بن محمد الامیر الکبیر تک پہنچتی ہے۔

سلوک و معرفت

علوم ظاہری سے فراغت کے بعد سلوک و معرفت کی تعلیم و تربیت اپنے والد گرامی جناب برہان العاشقین حضرت حافظ محمد زمان شاہ صاحب سے حاصل کی اور والد صاحب نے ۱۹۴۸ء میں حضرت ابوالبرکات سید حسن بادشاہ رحمت اللہ علیہ کے مزار پر عرس مبارک کے موقع پر سلسلہ

عالیہ قادریہ حسنیہ میں بیعت فرما کر چاروں سلاسل تصوف (قادریہ، نقشبندیہ، چشتیہ، اور سہروردیہ) کی اجازت مرحمت فرمائی اور مجاز و ماذون کر کے ارادت مندوں کی تعلیم و تربیت پر مامور فرمایا۔ آپ کا خصوصی لگاؤ سلسلہ عالیہ قادریہ کے ساتھ ہے اور حضور غوث الاعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ذات بابرکات ہی آپ کی عقیدت و ارادت کا مرکز و محور ہے۔ ہر سال گیارہ ربیع الثانی کو حضرت غوث الاعظم قطب ربانی رضی اللہ تعالیٰ کے عرس کے لئے انتہائی اہتمام فرماتے ہیں۔ یکم ربیع الثانی سے لے کر گیارہ ربیع الثانی تک صبح نماز فجر کے بعد ختم غوثیہ پڑھا جاتا ہے، پھر گیارہ ربیع الثانی کو تمام دن لنگر غوثیہ تقسیم ہوتا ہے۔ پھر رات کو ذکر الٰہی اور نعت رسول کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی محفل منعقد ہوتی ہے۔ اور یوں رات کے پچھلے پہر اس نورانی اور روحانی محفل کے اختتام پر راہ طریقت کے متلاشیوں کو بیعت فرماتے ہیں۔ اس بڑی گیارھویں شریف میں ہزاروں کی تعداد میں لوگ شرکت کرتے ہیں اور فیوض و برکات سے جھولیاں بھر کر لوٹتے ہیں۔

درس و تدریس

قبلہ مولوی جی صاحب نے ۱۹۴۱ء میں اپنے استاذ مکرم جناب حافظ علی احمد جان صاحب کی اجازت سے اپنے آبائی مکان یکہ توت پشاور میں درس قرآن حکیم کا سلسلہ شروع کیا۔ استاذ معظم جناب حافظ صاحب نے بذات خود دو دن تک یہاں پر درس دے کر آغاز فرمایا۔ یوں ۱۹۴۱ء میں درس و تدریس کا جو سلسلہ قائم ہوا تھا وہ آپ نے اب تک بفضل ایزدی قائم رکھا ہوا ہے۔ اور اس عرصہ میں تین دفعہ قرآن مجید ترجمہ و تفسیر کے ساتھ ختم ہو چکا ہے۔ اس حلقہ درس میں جدید تعلیم سے آراستہ و پیراستہ حضرات جن میں ڈاکٹرز، انجنیئرز، وکلاء، اساتذہ اور تھیالوجی کے طلباء کے علاوہ دیگر کئی حضرات شامل ہو کر علم و عرفان کے گوہر حاصل کر چکے ہیں۔ نیز مختلف مساجد کے علماء کرام اور ایم اے عربی و اسلامیات کے طلباء و طالبات دن کے مختلف اوقات میں استفادہ کے لئے آتے رہتے ہیں۔ تمام دن کی مصروفیات اور تھکاوٹ کے باوجود کیا مجال ہے کہ آپ نے پڑھانے میں کبھی لیت ولعل سے کام لیا ہو بلکہ جس محبت و شفقت سے آپ متعلم کو حصول علم کی رغبت دلاتے ہیں اس کی مثال نہیں ملتی۔ کچھ عرصہ تک آپ نے ماہانہ

درس قرآن کا سلسلہ بھی جاری رکھا ہر درس مخصوص موضوع پر ہوتا تھا۔ مختلف شعبہ ہائے زندگی سے تعلق رکھنے والے حضرات ماہانہ درس میں شامل ہوتے۔ ادارہ اشاعت و تبلیغ اسلام پشاور کی طرف سے یہ درس شائع کر کے مفت تقسیم کئے جاچکے ہیں۔

درج ذیل موضوعات پر یہ درس ہوچکے ہیں

۱	قران کی عظمت	قرآن حکیم واحادیث کی روشنی میں
۲	شان محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم	===
۳	شان اولیاء کرام	===
۴	ذکر الٰہی	===
۵	نظام عصمت و عفت	===
۶	معراج النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم	===
۷	رمضان المبارک	===
۸	شان صحابہ کرام	===
۹۔ تا۔ ۱۱	توحید ورسالت آب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم	===
۱۲	شان اہل بیت علیہما السلام	===

خطابت

حضرت قبلہ مولوی جی صاحب تقریباً ۲۰ برس تک جامع مسجد مہربانیہ سبزی منڈی پشاور میں جمعہ کی خطابت کرتے رہے۔ اور پھر ۱۹۸۴ء سے حضرت ابوالبرکات سید حسن بادشاہ رحمت اللہ علیہ کی خانقاہ سے ملحق مسجد میں نماز جمعہ پڑھارہے ہیں اس کے علاوہ ہر سال آپ ربیع الاول شریف میں پشاور، صدر اور ملحقہ دیہات میں مختلف مذہبی تنظیموں کی طرف سے منعقد کردہ جلسوں میں تشریف لے جاکر خطاب فرماتے ہیں اور لوگوں کے قلوب واذہان کو عشق محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے منور فرماتے رہتے ہیں۔ آپ کی تقریر کا خصوصی وصف یہ ہے کہ

پڑھے لکھے اور ان پڑھ لوگ یکساں طور پر مستفید ہوتے ہیں۔ آپ موضوع کو تمہید سے لے کر اختتام تک نہایت احسن طریقے سے نبھاتے ہیں اور ہر بات کی دلیل قرآن مجید اور احادیث نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے دیتے ہیں۔ آپ کے خوبصورت اور دل نشین انداز تقریر کو سن کو انسان پر رِقت طاری ہو جاتی ہے۔ آپ کے خطبات اور وعظ پر مشتمل تقریباً ۴۰ کیسٹیں ادارہ اشاعت و تبلیغ اسلام پشاور کے کتب خانے میں موجود ہیں۔

سیر و سیاحت

حضور مولوی جی صاحب کے نانا جان جناب غلام محمد صاحب جو کہ ایک بلند پایہ حکیم تھے اور ان کا سری نگر (کشمیر) میں بہت بڑا دواخانہ "الکوثر" کے نام سے قائم تھا۔ ۱۹۴۶ء میں آپ کشمیر گئے اور قیام پاکستان اگست ۱۹۴۷ء تک وہیں مقیم رہے۔ وہاں مؤرخ کشمیر جناب محمد شاہ صاحب، میر واعظ محمد یوسف صاحب، سردار محمد اکرم خان صاحب اور پیر عبداللہ شاہ صاحب (خلیفہ انور شاہ کشمیری) سے اکثر و بیشتر تبادلہ خیالات ہوتا رہتا تھا۔

آپ نے دو دفعہ ہندوستان کا سفر کیا پہلی مرتبہ طالب علمی کے زمانے میں مفتی اعظم مولانا عبدالرحیم پوپلزئی کے ایماء پر دار العلوم دیوبند میں تحصیل علم کے لئے تشریف لے گئے۔ لیکن وہاں ان دنوں سیاسی ابتری کی بدولت مدرسہ کا تعلیمی ماحول پڑھائی کے لئے مناسب نہیں تھا۔ چنانچہ کچھ عرصہ بعد آپ واپس پشاور آ گئے اور پھر ۱۹۵۶ء میں دوبارہ مزارات مقدسہ کی زیارت کے لئے تشریف لے گئے۔ اور وہاں قطب الاقطاب عطاء رسول حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیری رحمت اللہ علیہ، حضرت خواجہ باقی باللہ رحمت اللہ علیہ، حضرت خواجہ بختیار کاکی رحمت اللہ علیہ، حضرت خواجہ عبدالرحمٰن رحمت اللہ علیہ (حضرت سلطان باہو رحمت اللہ علیہ کے مرشد) اور حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمت اللہ علیہ کے علاوہ دیگر بہت سے اولیاء کرام کے مزارات پر حاضری دی۔ اور ہندوستان کے مختلف علماء کرام اور مشائخ عظام سے ملاقاتیں کیں۔ علاوہ ازیں آپ نے دیار رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کئی سفر فرمائے۔

تصنیفات و تالیفات

حضرت قبلہ مولوی جی صاحب نے درس و تدریس اور سلسلہ عالیہ قادریہ کی ترویج واشاعت کے ساتھ ساتھ تصنیف و تالیف کا سلسلہ بھی جاری رکھا ہوا ہے۔ اور اب تک حدیث، فقہ، تصوف اور تاریخ و سوانح پر درج ذیل کتب قلم بند فرما چکے ہیں۔ ان میں سے بعض ابھی تک اشاعت پذیر نہیں ہوئیں۔ لہذا مطبوعہ اور غیر مطبوعہ کتب کا الگ الگ تذکرہ کیا جاتا ہے۔

مطبوعہ کُتب

(۱) نماز مقبول

یہ آپ کی سب سے پہلی تالیف ہے۔ جو کہ ۱۹۴۷ء میں شائع کی گئی یہ کتاب ۹۳ صفحات پر مشتمل ہے دوبارہ اشاعت ۱۹۸۷ء میں ادارہ اشاعت و تبلیغ اسلام پشاور کی طرف سے کی گئی۔

(۲) حیات النبی صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم

یہ کتاب محدثِ جلیل مولانا محمد ایوب صاحب حنفی پشاوری کے عربی رسالہ "تحفتہ الفحول فی استغاثہ الرسول" کا اردو میں ترجمہ ہے جو کہ ۱۹۶۲ء میں شائع ہوئی۔ یہ کتاب ۷۵ صفحات پر مشتمل ہے یہ بھی ادارہ اشاعت اسلام بازار کلاں پشاور کی طرف سے دوبارہ شائع ہو چکی ہے۔

(۳) تذکرہ حفاظ پشاور

اس کتاب میں پشاور شہر کے ۱۳ ویں اور ۱۴ ویں صدی ہجری کے حفاظ کرام کا تذکرہ ہے۔ جس میں ۲۷۲ مرد اور ۶ خواتین حفاظ کا ذکر ہے۔ یہ ۳۰۴ صفحات پر مشتمل۔ ۱۹۶۶ء میں شائع کی گئی۔

۴ تذکرہ علماء و مشائخ سرحد (ج ا)

اس کتاب میں پشاور ڈویژن کے ۴۰ نامور علماء و مشائخ کے حالات زندگی کا تذکرہ کیا گیا ہے۔ یہ کتاب ۲۹۱ صفحات پر مشتمل ہے اس کی پہلی بار اشاعت ۱۹۶۴ء میں ہوئی جبکہ

۱۹۹۰ء میں دوبارہ شائع ہوئی۔

۵ تذکرہ علماء و مشائخ سرحد (ج ۲)

اس جلد میں پشاور، ہزارہ اور مردان ڈویژن کے تقریباً ۱۷۹ علماء و مشائخ کرام کا ذکر کیا گیا ہے۔ یہ جلد ۳۶۵ صفحات پر مشتمل ہے۔ یہ ۱۹۷۶ء میں شائع کی گئی۔

۶ تذکرہ مشائخ قادریہ حسنیہ

اس کتاب میں مولوی جی صاحب نے اپنے خاندان کے بزرگوں یعنی حضرت سید عبد اللہ شاہ المعروف "صحابی بابا" رحمت اللہ علیہ سے لے کر اب تک کے افراد کے حالات جمع کئے ہیں۔ یہ کتاب ۱۶۸ صفحات پر مشتمل ہے۔ پہلی بار ۱۹۷۲ء میں شائع ہوئی۔ جبکہ دوسری بار ۱۹۹۱ء میں شائع ہوئی۔

۷ انوار غوثیہ شرح شمائل النبویہ

یہ حدیث شریف کے مشہور امام جناب ابو عیسیٰ ترمذی کی تالیف ہے۔ جس کی عالمانہ و عارفانہ شرح اردو میں مولوی جی صاحب نے تحریر فرمائی۔ یہ کتاب ۶۰۳ صفحات پر مشتمل ہے۔ پہلی بار یہ کتاب ۱۹۷۲ء میں شائع ہوئی۔ جبکہ دوبارہ اور سہ بارہ کراچی سے ادارہ تصنیفات احمد رضا خان کراچی کی طرف سے شائع ہوئی۔ اور اب ادارہ اشاعت و تبلیغ اسلام بازار کلاں پشاور کی طرف سے کتابچوں کی صورت میں قسط وار شائع کی جارہی ہے۔

۸ خوارق العادات

یہ حضرت شاہ غلام صاحب رحمت اللہ علیہ کی فارسی تصنیف ہے جو کہ ابو البرکات حضرت سید حسن بادشاہ صاحب قادری گیلانی رحمت اللہ علیہ کے حالات پر مشتمل ہے۔ جناب مولوی جی صاحب مدظلہ العالی نے اس کتاب کا اردو ترجمہ کر کے ۱۹۸۳ء میں فارسی متن کے ساتھ شائع کیا۔ جبکہ حضرت ابو الحسنات سید محمد احمد قادری لاہوری صاحب رحمت اللہ علیہ نے بھی اس کتاب کا اردو ترجمہ "الارشادات ترجمہ خوارق العادات" کے نام سے کیا ہے۔ جسے

مکتبہ "الحسن" پشاور نے ۱۹۹۲ء میں شائع کیا۔

۹ انوار علی شرح خصائص نسائی

حضرت قبلہ مولوی جی صاحب نے امام نسائی رحمت اللہ علیہ کی کتاب ""خصائص علی المرتضیٰ"" کا اردو ترجمہ و تشریح و توضیح اور تمام مشکل الفاظ بمع اسماء الرجال کے حل کئے ہیں۔ یہ کتاب ۱۹۱ احادیث پر مشتمل ہے۔ یہ شاہ محمد غوث اکیڈیمی پشاور سے ۱۹۹۳ء میں شائع ہوئی ہے۔

۱۰ شرح غوثیہ صحیح بخاری شریف

یہ محدث کبیر حضرت شاہ محمد غوث صاحب رحمت اللہ علیہ کی بخاری شریف کی فارسی شرح ہے۔ اس کے پہلے تین پارے ہم دست ہوئے ہیں۔ قبلہ مولوی جی صاحب نے اس کا پہلا پارہ کا ترجمہ کیا ہے جو کہ شائع ہو چکا ہے۔ دوسرا پارے کی کتابت ہو رہی ہے۔ جبکہ تیسرے پارے کا ترجمہ کیا جارہا ہے۔

۱۱ جنازے کے ساتھ ذکر الٰہی

۱۲ مسجد میں نماز جنازہ پڑھنے کا مسئلہ

۱۳ کرامات الاولیاء بعد از ممات

۱۴ مُردوں کو ثواب پہنچنے کا مسئلہ

۱۵ تذکرہ حضرت سید عبداللہ شاہ المعروف صحابی بابا

۱۶ "تفضیل تقبیل ابہامین" انگوٹھے چومنے کا مسئلہ

۱۷ داڑھی منڈے امام کے پیچھے نماز پڑھنے کا مسئلہ

۱۸ اسنی المطالب فی نجات ابی طالب

۱۹ "صلوٰۃ غوثیہ"

۲۰ "مقام اہلبیت"

۲۱ سیر السلوک الی ملک الملوک

۲۲ مطالع الانوار فی فضائل اہلبیت النبی مختار

درج ذیل کتب جو ابھی شائع نہیں ہوئیں

۱ "انوار قادریہ" سیرت غوث الاعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ

۲ شرح قصیدہ بردہ شریف

۳ رسالہ "در کسب سلوک و حقیقت و معرفت"

علاوہ ازیں قبلہ مولوی جی صاحب گلشن صحافت میں بھی خوشہ چینی کر چکے ہیں۔ آپ نے ۱۹۵۵ء میں پہلی مرتبہ ماہنامہ "الحسن" جاری کیا جو ایک سال بعد کاغذ کی عدم دستیابی کی وجہ سے بند کرنا پڑا۔ دوسری بار ۱۹۷۴ء میں پندرہ روزہ کے طور پر شروع کیا گیا جو ایک بار پھر کاغذ کی عدم دستیابی کی وجہ سے بند کرنا پڑا۔ اور پھر تیسری مرتبہ یکم نومبر ۱۹۹۲ء کو پندرہ روزہ کی صورت میں شائع ہونا شروع ہوا جو کہ بفضل تعالیٰ اب تک نہایت آب و تاب کے ساتھ باقاعدگی سے شائع ہو رہا ہے۔

رسالہ "الحسن" پر پشاور یونیورسٹی کے شعبہ صحافت کے طالب علم شوکت میر صاحب نے ایم اے جنرل ازم کی جزوی تکمیل کے سلسلے میں ۹۲-۱۹۹۱ء میں ایک تحقیقی مقالہ بھی تحریر کیا ہے۔ جبکہ سال ۹۳-۱۹۹۲ء کے اسی شعبہ کے ایک دوسرے طالب علم جناب محمد شفیع صاحب نے حضرت علامہ سید محمد امیر شاہ صاحب قادری گیلانی کی صحافتی خدمات پر تحقیقی مقالہ قلم بند کیا ہے۔

کتب خانہ

حضرت مولوی جی صاحب ایک علم پرور اور کتاب دوست انسان ہیں۔ اور اس کا منہ بولتا

ثبوت آپ کا وہ بہترین کتب خانہ ہے۔ جسے آپ نے ساہا سال کی محنت اور کوشش سے جمع کیا ہے۔ جب بھی مقامات مقدسہ کی زیارت کے لئے باہر ممالک تشریف لے جاتے ہیں تو سوائے کتابوں کے اور کچھ نہیں خریدتے۔ جس سے آپ کے پاس ذخیرہ کتب کا مسلسل اضافہ ہو رہا ہے۔ آپ کے کتب خانے میں تفاسیر و احادیث، فقہ و تصوف، تاریخ و سوانح، فلسفہ و منطق، سیاست و ادب، صرف و نحو الغرض عربی، فارسی، پشتو، پنجابی، اردو، اور انگریزی، کی تقریباً ۵۰۰۰ مطبوعات اور ۲۰۰ کے قریب نادر و نایاب مخطوطات ہیں۔ جناب سید محمد انور شاہ صاحب قادری نے لائبریری سائنس کے فائنل میں ایک تحقیقی مقالہ جناب قبلہ مولوی جی صاحب کے کتب خانے پر قلم بند کیا ہے۔

شادی

جناب مولوی جی صاحب کی شادی حضرو (پنجاب) کے ایک نہایت متقی بزرگ حضرت عبدالرؤف صاحب رحمت اللہ علیہ کی دختر نیک اختر سے ۱۹۴۴ء میں ہوئی۔ موصوفہ عبادت و ریاضت، تقویٰ و طہارت اور اخلاق و کردار میں اپنی مثال آپ ہیں۔ یہ نیک بخت خاتون آج تک روزانہ لنگر غوثیہ کی تیاری و تقسیم کے علاوہ مستورات کی روحانی تربیت بھی فرماتی ہیں۔

جناب قبلہ مولوی جی صاحب نے صحافت کو بھی ادبی و مذہبی پاکیزگی اور علمی وقار عطا فرمایا۔ آج کل مسلمانوں میں سیاسی و مذہبی انتشار انتہا کو پہنچا ہوا ہے۔ اور اس کے اثر سے ساری قومی زندگی متاثر ہو کر رہ گئی ہے۔ مولوی جی صاحب مجلہ "الحسن" کے مدیر اعلیٰ کی حیثیت سے اپنے علم، مطالعے اور تجربے کی روشنی میں جس قسم کے شذرات تحریر فرماتے ہیں ان کی قومی اور بین الاقوامی سطح پر بہت ضرورت ہے۔ شذرات کے علاوہ "الحسن" میں شائع ہونے والی مولوی جی صاحب کی دیگر تحریریں بھی فکر و نظر کو نئی راہیں اور قلب و ذہن کو روشنی عطا فرماتی ہیں۔

چونکہ مولوی جی صاحب ایک علم پرور انسان ہیں اس لئے بل علم کی بڑی قدر کرتے ہیں۔ جب بھی کوئی ایم فل یا پی۔ ایچ۔ ڈی یا غیر سندی تحقیق کرنے والا آپ کے پاس حاضر ہوتا ہے تو آپ بڑی شفقت و محبت سے اس کے ساتھ ہر ممکن تعاون و رہنمائی فرماتے ہیں۔ آپ ایسی محققانہ، عالمانہ اور مشفقانہ شخصیت کی رہنمائی میں کئی لوگ کامیابی کے زینے طے کر چکے ہیں اور

ان کا شمار بڑے فاضل اور محقق لوگوں میں ہوتا ہے۔ کئی لوگ آپ کی سایہ شفقت میں تعلیم و تربیت حاصل کر کے وسیع النظر روشن دماغ اور عالی ظرف واقع ہوتے ہیں۔ مولوی جی صاحب تشنگان علم کو نہ صرف حصول علم کی طرف ابھارتے اور ان کی دلجوئی فرماتے ہیں بلکہ ان کے کھانے کا انتظام بھی اپنے ذمہ لیتے ہوتے ان کی خاطر تواضع بھی کرتے ہیں ان لوگوں میں میں حقیر بھی شامل ہوں جسے پڑھانے میں صرف اور صرف مولوی جی صاحب کا عمل دخل ہے۔

آپ نے کبھی بھی اپنے علم وک مال وجاہ کے حصول کا ذریعہ نہیں بنایا بلکہ ہر وقت اللہ تعالیٰ کے دین کی سربلندی کے لئے بغیر معاوضہ یا اجرت کے کوشاں نظر آتے ہیں۔ آپ اپن طلبہ و مریدین کو قرآن شریف، تفسیر، حدیث و فقہ اور عقائد کی تعلیم دینے کے ساتھ ساتھ بیعت کے ذریعے بھی سیرت کی پختگی اور کردار و اخلاق کی بلندی کے لئے روحانی تربیت فرماتے رہتے ہیں۔ آپ نے اس پیرانہ سالی میں بھی بڑی ہمت اور جوانمردی کے ساتھ اپنا مشن جاری رکھا ہوا ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے پیارے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صدقے میں جناب قبلہ مولوی جی صاحب کا سایہ تادیر ہمارے سروں پر قائم ودائم رکھے۔ آمین۔

اولاد

جناب مولوی جی صاحب کو اللہ تعالیٰ نے سات بیٹوں اور دو بیٹیوں سے نوازا ہے۔

۱ سید غلام السیدین گیلانی قادری المعروف (شیر آغہ)
۲ سید جمال الحسنین المعروف جان آغہ
۳ سید محمد حسنین المعروف سید آغہ
۴ سید محمد سبطین المعروف تاج آغہ
۵ سید نور الحسنین المعروف سلطان آغا
۶ سید احمد محی الدین المعروف اسد آغہ
۷ سید غلام الحسنین المعروف نینی آغہ

جناب سید غلام السیدین گیلانی

جناب سید غلام السیدین قادری گیلانی المعرف شیر آغا۔ آپ حضرت علامہ سید محمد امیر شاہ

صاحب کے بڑے فرزند ہیں۔ یکم جنوری کو پیدا ہوئے، تعلیم و تربیت اپنے والد ماجد کے زیر سایہ حاصل کی۔ پشاور یونیورسٹی سے گریجویشن کیا۔ کچھ عرصہ ٹیلی گراف ڈیپارٹمنٹ میں ملازمت کی۔ آج کل آئی سی پی میں بطور آفیسر اپنی خدمات انجام دے رہے ہیں۔ آپ یورپ کے کئی ملکوں کی سیر کرچکے ہیں۔ اس کے علاوہ اسلامی ممالک میں افغانستان، ایران، ترکی، سعودی عرب اور شام بھی دیکھ چکے ہیں۔ ان اسلامی ممالک میں مقامات مقدسہ پر حاضری کا شرف بھی حاصل کرچکے ہیں۔ آپ انتظام وانصرام میں بہت ماہر ہیں آپ کی ذہانت کا یہ عالم ہے کہ تمام امور کی جزئیات تک بھی ہر وقت آپکی نگاہ میں ہوتی ہیں۔ بڑا بیٹا ہونے کی حیثیت سے اپنی تمام تر ذمہ داریاں نہایت احسن طریقے سے نبھاتے ہیں۔

خاندان میں شادی، عرس وغیرہ کی تمام تقریبات کے انتظامات آپ کی نگرانی میں ہوتے ہیں۔ خصوصاً ربیع الثانی میں بڑی گیارہویں شریف کے موقع پر آپ کے انتظامات قابل تحسین ہوتے ہیں۔ آپ نظم و ضبط کے علاوہ زندگی کے ہر معاملے میں اعتدال اور توازن پر یقین رکھتے ہیں۔ شہر کی اعلیٰ سماجی و سیاسی شخصیات کا آپ سے ملنا جلنا زیادہ ہے۔ کچھ عرصہ قبل پشاور میں جمعیت سادات کا قیام جو کہ جناب قبلہ مولوی جی صاحب کی کوششوں سے عمل میں آیا ہے کی ایڈھاک کمیٹی کے رکن ہونے کے علاوہ اس کے ماہانہ اجلاس منعقد کروانے میں بھی اہم کردار ادا کررہے ہیں۔ آپ فطرتاً نہایت متقی، ہمدرد اور خوش پوش انسان ہیں۔ سلسلہ عالیہ قادریہ میں اپنے والد محترم قبلہ مولوی جی صاحب کے دست گرفتہ ہیں۔ صوم و صلوٰۃ اور اپنے سلسلہ عالیہ قادریہ کے وظائف کی انتہائی پابندی کرتے ہیں۔ آپ کے تین فرزند ہیں۔

۱ سید فخر الزمان گیلانی

۲ سید وجیہہ الزمان گیلانی

۳ سید علی الزمان گیلانی

سید جمال الحسنین المعروف جان آغہ

آپ حضرت سید محمد امیر شاہ صاحب قادری گیلانی مدظلہ العالی کے دوسرے فرزند ہیں۔ آپ ۱۹۴۸ء میں پیدا ہوئے۔ تمام تعلیم اپنے والد گرامی کے زیر سایہ حاصل کی۔ کافی عرصہ جدہ میں

قیام کرنے کے بعد پشاور واپس تشریف لائے ہیں اور اپنے آبائی مکان میں رہائش پذیر ہیں۔ جدہ میں قیام کے دوران آپ نے بے شمار عمرے اور حج ادا کئے اور اس عرصہ میں پشاور اور ملک بھر سے آپ کے والد گرامی کے مریدین و متعقدین جب حج و عمرہ کے لئے تشریف لے جاتے تو آپ ان کی ہر طرح کی خدمت و تواضع کرتے۔ اب ملازمت ترک کر کے واپس وطن تشریف لا چکے ہیں۔ آپ کا ایک ہی بیٹا ہے۔ جس کا نام سید فواد جمال گیلانی ہے۔

سید فواد جمال گیلانی

آپ کا یہ فرزند ارجمند بہت ہونہار اور ذہین ہے۔ فواد گیلانی نے ایشیا۔ بھر میں O-Level میں پہلی پوزیشن حاصل کی اور امسال بھی A-Level میں Forbel College میڈیکل گروپ میں پہلی پوزیشن حاصل کی ہے۔ جمعیت سادات پشاور کے سالانہ کونشن میں جمعیت سادات کی طرف سے قومی اسمبلی کے سپیکر سید یوسف رضا گیلانی نے آپ کو سونے کا تمغہ اور ۲۰۰۰ ہزار روپے نقد انعام دیا۔ فواد نے اپنے دادا جناب قبلہ مولوی جی صاحب کی تحریر کردہ کتاب "نماز مقبول" کا انگلش میں ترجمہ بھی کیا ہے

سید محمد حسنین گیلانی

آپ حضرت قبلہ مولوی جی صاحب کے تیسرے فرزند ہیں۔ آپ اکتوبر ۱۹۴۹ء میں پیدا ہوئے۔ تمام تعلیم و تربیت اپنے والد گرامی کے زیر سایہ حاصل کی۔ آج کل نیشنل بینک آف پاکستان میں (اے، وی، پی) کی پوسٹ پر کام کر رہے ہیں۔

آپ کے والد گرامی نے جب قرآن مجید اور احادیث شریف کا درس شروع کیا تو آپ کو یہ شرف حاصل ہے کہ مسلسل ۱۶ سال قرآن مجید اور مشکوۃ شریف کو مکمل طور طور پڑھا اور دوران درس آپ اپنے والد گرامی پر مختلف نقطہ ہائے نظر سے سوالات کرتے اور اسلام کے نظام معاشیات و سیاسیات اور دیگر بحث طلب امور پر اپنی معلومات میں اضافہ کرتے۔ آپ نے سلسلہ عالیہ قادریہ میں اپنے والد محترم جناب قبلہ مولوی جی صاحب کے ہاتھ پر بیعت کی۔ آپ کے دو صاحبزادے ہیں۔ ایک کا نام سید امیر الزمان گیلانی اور دوسرے کا نام سید مہدی الزمان

گیلانی ہے۔

سید محمد سبطین گیلانی المعروف تاج آغا

آپ جناب حضرت علامہ سید محمد امیر شاہ صاحب قادری گیلانی مدظلہ العالی کے چوتھے صاحبزادے ہیں۔ آپ ۱۱ نومبر ۱۹۵۲ء میں پیدا ہوئے۔

میٹرک تک تعلیم حاصل کی۔ آپ کا مزاج قلندرانہ ہے۔ سیر و سیاحت کے بہت شوقین ہیں۔ یورپ کے کئی ممالک جرمنی، فرانس، برطانیہ، امریکہ کی تمام سٹیٹس، کنیڈا آسٹریلیا وغیرہ میں کافی وقت گزارا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ انگلش، فرنچ، اور جرمن زبان پر بھی عبور رکھتے ہیں۔

آپ نے یورپ میں رہتے ہوئے دین مبین کی تبلیغ سے کافی غیر مسلم لوگوں کو روحانی دولت سے نوازا ہے۔ آپ یورپ کے علاوہ اسلامی ممالک میں عراق، سعودی عرب، شام، ایران، ترکی اور لیبیا کی سیر کر چکے ہیں۔ گیارہ مرتبہ حج بیت اللہ شریف اور بے شمار عمرے کر چکے ہیں۔ سلسلہ عالیہ قادریہ میں اپنے والد گرامی کے دست اقدس پر بیعت ہیں۔ آپ فقراء، مجاذیب اور مشائخ عظام سے ملاقاتیں کرتے رہتے ہیں۔

آپ اپنے علاقے میں تاج آغا کے نام سے مشہور و معروف ہیں۔ آپ کے منہ سے جو بات نکل جاتی ہے اسی وقت اللہ جل جلالہ کے حکم سے پوری ہو جاتی ہے۔ آپ کا قلب عشق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سرشار ہے۔ حضور غوث پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے محبت و عقیدت کا یہ عالم ہے۔ کہ اٹھتے بیٹھتے حضور غوث الاعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا نام آپ کی زبان پر جاری رہتا ہے۔ اور آپ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت میں ہر وقت مستغرق رہتے ہیں۔ اور حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نام آتے ہی آپ پر گریہ طاری ہو جاتا ہے۔

آپ جب بھی کسی کے لئے دعا فرماتے ہیں۔ تو آپ کی آنکھوں سے بے اختیار آنسو جاری ہو جاتے ہیں۔ اپنے والد و مرشد قبلہ مولوی جی صاحب کے ساتھ والہانہ عشق رکھتے ہیں۔ ان کی لائبریری کی تزئین و آرائش کی طرف خاص توجہ دیتے ہیں۔ اور جب بھی بیرون ملک کا سفر کرتے ہیں تو والد گرامی کی لائبریری کے لئے قیمتی اور گراں قدر نایاب کتابوں کے علاوہ کچھ بھی

ساتھ نہیں لاتے ہیں۔ اور فرماتے ہیں کہ سب میرے پیرو مرشد کامل حضور مولوی جی صاحب کے تلوؤں کا صدقہ ہے۔ آپ کا ایک بیٹا ہے جس کا نام سید حسن الزمان گیلانی ہے۔

سید نورالحسنین قادری گیلانی المعروف سلطان آغہ

آپ قبلہ مولوی جی صاحب کے پانچویں فرزند ہیں۔ آپ مارچ ۱۹۵۴ء میں پیدا ہوئے۔ انٹرنک تعلیم حاصل کرنے کے بعد سول سیکرٹریٹ کے ٹیلیفون ایکسچینج میں بطور سپروائزر کام کر رہے ہیں۔ آپ عمرہ کی سعادت حاصل کر چکے ہیں۔ آپ نہایت فقیر انسان ہیں۔

آج سے دس سال پہلے آپ روزانہ کلین شیو کرتے اور نہایت اعلیٰ اور نفیس لباس زیب تن کرتے تھے اور جدید فیشن کے انتہائی دلدادہ تھے۔ ان کی اپنی ہی دنیا تھی جس میں مگن رہتے تھے۔

بدلتی ہزاروں کی تقدیر دیکھی
نگاہ ولی میں تاثیر دیکھی

یقین نہیں آتا تھا کہ آپ کے اندر اتنی جلدی تبدیلی رونما ہوگی، لیکن کسی مبارک لمحے مرشد کامل کی نگاہ فیض کا ایسا اثر ہوا کہ جس نے آپ کی کایا پلٹ کر رکھ دی۔ اور آپ کی زندگی میں ایک زبردست انقلاب آگیا۔ داڑھی مبارک رکھ کر نماز باجماعت کے علاوہ عبادت و ریاضت اور ذکر و فکر میں مشغول ہو گئے۔ اب صورت حال یہ ہے کہ تمام مریدین و متوسلین کی تعلیم و تربیت کے فرائض آپ ہی سرانجام دے رہے ہیں۔ اور شہر و مضافات میں مختلف دینی و روحانی تقاریب میں اپنے والد ماجد کی نمائندگی کرتے ہوئے سلسلہ عالیہ قادریہ کی اشاعت میں کوشاں ہیں۔ آپ کی شادی حضرت زبدۃ العارفین قدوۃ السالکین سید میر شاکر شاہ صاحب قادری گیلانی (ڈھیری پیران۔ جہلم) کی اولاد امجاد سے حضرت پیر طریقت سید عباس شاہ صاحب قادری گیلانی کی دختر فرخندہ اختر سے قرار پائی ہے جن سے آپ کے تین صاحبزادے ہیں۔

سید شاکر الزمان گیلانی
سید مسعود الزمان گیلانی
سید زمان شاہ گیلانی

سید احمد محی الدین گیلانی المعروف اسد آغا

آپ حضرت قبلہ مولوی جی صاحب کے چھوٹے صاحبزادے ہیں۔ مارچ ۱۹۵۷ء کو پیدا ہوئے۔ تمام تعلیم و تربیت اپنے والد گرامی کے زیر سایہ حاصل کی۔ پشاور یونیورسٹی سے گریجویشن کرنے کے بعد سول سیکرٹریٹ پشاور میں ملازمت اختیار کی۔ پھر کچھ عرصہ بعد امریکہ میں ملازمت کرتے رہے اور ساتھ ہی وہاں پر کمپیوٹر Hard ware Mantainess کا کورس کرنے کے بعد پاکستان واپس آکر ملازمت کر رہے ہیں۔ آپ کے دو بیٹے ہیں۔

۱ سید حیدر الزمان گیلانی

۲ سید بدر الزمان گیلانی

سید غلام الحسنین گیلانی المعروف نینی آغہ

آپ حضور قبلہ مولوی جی صاحب کے سب سے چھوٹے فرزند ہیں۔ آپ مارچ ۱۹۶۸ء میں پیدا ہوئے۔ تمام تعلیم و تربیت اپنے والد گرامی کے زیر سایہ حاصل کی۔ بی کام آنرز کر چکے ہیں۔ پاکستان کے اولیاء کرام کے مزارات کے علاوہ بغداد شریف، نجف اشرف، کربلا معلی اور اپنے والد محترم کے ساتھ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہاں حضوری کا شرف بھی حاصل ہو چکا ہے۔ ابھی حال ہی میں سوئی گیس ڈیپارٹمنٹ میں اکاؤنٹنٹ کا کام سرانجام دے رہے ہیں۔ اور ساتھ ہی ایل ایل بی کے لئے تعلیم بھی جاری رکھے ہوئے ہیں۔ اس کے علاوہ پندرہ روزہ "الحسن" کے منتظم اعلیٰ کے طور پر بھی خدمات سرانجام دے رہے ہیں۔ آپ ابھی غیر شادی شدہ ہیں۔

مولوی جی صاحب کی بڑی صاحبزادی محترمہ سیدہ ڈاکٹر ام سلمیٰ گیلانی سلمہ اللہ تعالیٰ علیہا نے پشاور یونیورسٹی سے عربی اسلامیات میں ایم اے کرنے کے بعد پنجاب یونیورسٹی لاہور سے اپنے جد اعلیٰ محدث کبیر شاہ حضرت محمد غوث صاحب رحمت اللہ علیہ کی دینی و علمی خدمات پر (پی ایچ ڈی) کا ایک تحقیقی مقالہ سپرد قلم کیا ہے۔ ڈاکٹر صاحبہ نے اس مقالے میں جن مستند تاریخی کتب اور نادر و نایاب قلمی نسخوں کے حوالہ جات دیے ہیں ان کی نظیر نہیں ملتی۔ درحقیقت یہ مقالہ تحقیق کی معراج کو چھو رہا ہے۔ ڈاکٹر موصوفہ نے تحقیق کا صحیح معنوں میں حق

ادا کر دیا ہے۔ یہ مقالہ تقریباً ۴۰۰ صفحات پر مشتمل ہے۔ خوبصورت دبیز جلد دیدہ زیب آفسٹ کاغذ اور نفیس چھپائی پر مشتمل یہ شاہکار مکتبہ "الحسن" یکہ توت پشاور سے ۱۹۹۰ء میں شائع ہو چکا ہے۔ آپ آج کل جناح کالج برائے خواتین پشاور یونیورسٹی میں اسسٹنٹ پروفیسر کی حیثیت سے خدمات انجام دے رہی ہیں۔

حضرت سید قطب الدین شاہ صاحب

آپ حضرت سید عیسیٰ شاہ گیلانی کے بھائی اور حضرت سید موسیٰ شاہ صاحب کے صاحبزادے تھے۔ آپ کے فیوض و برکات سے تمام کشمیر منور تھا۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو دو فرزند عطا فرمائے تھے۔ ایک کا نام سید رسول شاہ تھا اور دوسرے کا نام سید میر محی الدین گیلانی تھا یہ دونوں کشمیر سے پشاور تشریف لائے تھے۔ اور یہ دونوں حضرت آغہ میرجی صاحب کے داماد تھے۔ سید رسول شاہ صاحب کی اولاد بچپن ہی میں فوت ہو گئی۔ جبکہ سید میر محی الدین شاہ گیلانی کو اللہ تعالیٰ نے دو فرزند عطا فرمائے جن کے نام یہ ہیں۔

۱ سید سکندر شاہ صاحب

۲ سید اسحاق شاہ صاحب (لاولد فوت ہوئے)

حضرت آقا سید سکندر شاہ صاحب

آپ کا نام سید سکندر شاہ بن سید میر محی الدین لقب سلطان المشائخ اور گور گٹھری والے آغا صاحب کے نام سے مشہور تھے۔ آپ ۱۲۲۶ھ میں محلہ چک سازاں میں پیدا ہوئے۔ سب سے پہلے قرآن مجید حفظ کیا اور دیگر علوم کی تحصیل ریاست جموں و کشمیر کے اساتذہ سے کی۔ پشاور میں حضرت علامہ میاں مولوی نصیر الدین صاحب بھی آپ کے استاذوں میں شامل تھے۔ علوم مروجہ سے فراغت حاصل کرنے کے بعد اپنے حقیقی ماموں و سُسر حضرت سید اکبر شاہ صاحب المعروف آقا پیر جان رحمت اللہ علیہ کے زیر سایہ سلوک و معرفت کی منازل طے کیں اور خرقہ خلافت حاصل کیا۔ پشاور میں ان دنوں سلسلہ عالیہ قادریہ اور نقشبندیہ کا بڑا اثر و نفوذ تھا۔ اور سماع کا سننا انتہائی بے دینی اور گمراہی سمجھا جاتا تھا۔ مگر آپ نے پشاور میں سلسلہ چشتیہ کی

نشر واشاعت کی داغ بیل ڈالی اور حلقہ ارادت قائم کیا۔ نہایت ہمت استقلال اور اخلاق حمیدہ کے ساتھ اس سلسلہ کو گھر گھر پہنچایا۔ آپ کے مریدین کا سلسلہ پشاور، لاہور، چونیاں، قصور، کابل، کشمیر، انبالہ اور کلکتہ وغیرہ تک پھیلا ہوا ہے۔ آپ کی مجلس میں ہر وقت علماء اور امراء کا ایک ہجوم ہوتا تھا اور ہر وقت کسی نہ کسی دینی مسئلہ پر گفتگو ہوتی رہتی تھی۔ آپ بہت عزلت پسند تھے اور شہرت سے نفرت کرتے تھے۔

آپ تمام بزرگوں کے عرس نہایت ہی ادب واحترام کے ساتھ منعقد کرتے تھے۔ خصوصاً ربیع الثانی میں بڑی گیارہویں شریف کے لئے نہایت اعلیٰ درجے کا اہتمام فرماتے تھے۔ تمام دن لنگر غوثیہ تقسیم ہوتا اور لوگ جوق در جوق نیاز حضور غوث الاعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ تناول کرتے۔ پھر رات کو محفل ذکر منعقد ہوتی ہے اور تمام رات ذکر الٰہی کے حلقے جاری رہتے۔ آپ حلقہ ذکر میں جب بھی مریدین پر توجہ فرماتے تو وہ مرغ بسمل کی طرح تڑپنے لگتے۔ اور مریدین پر حال اور جذب کی کیفیت غالب رہتی۔ آپ کی اس کشش دلی و جذب باطنی کی وجہ سے بے شمار مرید صاحب سیر السلوک ہوجاتے۔

آپ کے اپنے معاصر علما ومشائخ کے ساتھ بھی بڑے دوستانہ مراسم تھے۔ جلالپور شریف میں حضرت سید حیدر شاہ صاحب سجادہ نشین سے ملاقات ہوئی جو کہ آپ کے پیر بھائی تھے۔ یعنی سلسلہ عالیہ چشتیہ میں خواجہ شمس الدین سیالوی کے مرید و خلیفہ تھے۔ حضرت قبلہ عالم پیر سید مہر علی شاہ صاحب گولڑوی رحمت اللہ علیہ سے اکثر ملاقات کا سلسلہ رہتا۔ لاہور میں مولانا غلام قادر صاحب بھیروی خطیب مسجد بیگم شاہی سے ملاقات رہتی، یہ مولانا صاحب بھی حضرت شمس الدین سیالوی صاحب کے خلیفہ تھے۔ حضرت مولانا سراج الدین صاحب چشتی جن کا شمار لاہور کے اکابر علماء میں ہوتا ہے اکثر فیوض و برکات حاصل کرنے آپ کی خدمت میں حاضر ہوتے رہتے۔ الغرض ہر طبقہ کے لوگ طلباء، فقراء، علماء و صوفیاء آپ کے آستانہ عالیہ سے اپنی اپنی استطاعت اور ظرف کے مطابق آپ کے چشمہ فیض سے سیراب ہوتے۔

آپ نے ۶ رمضان المبارک ۱۳۳۱ھ بروز پیر وصال فرمایا، آپ کی وفات کی خبر سنتے ہی پشاور کے تمام بازار بند کردیے گئے۔ جنازے پر اتنا ہجوم تھا کہ مشکل سے کندھا دینے کا موقع ملتا۔ آپ کو

حضرت ابوالبرکات سید حسن بادشاہ صاحب کی زیارت کے شمال مغربی گوشے میں چند قدم کے فاصلے پر دفن کر دیا گیا۔ آپ کے دو صاحبزادے تھے۔

۱ سید محمد سعید جان صاحب
۲ سید تجمل حسین شاہ صاحب

حضرت سید محمد سعید جان صاحب

آپ جناب سید سکندر شاہ صاحب کے بڑے فرزند تھے۔ ابتدائی تعلیم و تربیت اپنے والد گرامی سے حاصل کی۔ مولانا لطف اللہ صاحب علی گڑھی سے حدیث و ادب کی تعلیم حاصل کی۔ فن خطاطی میں بھی مہارت تامہ حاصل تھی۔ آپ تین قسم کی طرز تحریر کے ماہر تھے۔ آپ کا شمار بلند پایہ علماء و مشائخ میں ہوتا تھا۔ آپ نہایت متقی، پرہیز گار اور پابند صوم و صلوٰۃ تھے۔ آپ کے والد گرامی جب بھی لاہور تشریف لے جاتے تو آپ کو اپنے ہمراہ لے جاتے۔ آپ لاہور میں مولانا اصغر روحی کی خدمت میں پڑھنے کی غرض سے حاضر ہوئے ابتداء میں مولانا موصوف نے کچھ خاص توجہ نہ فرمائی جب ان کو آپ کے نسب کے بارے میں علم ہوا کہ آپ شاہ محمد غوث صاحب رحمت اللہ علیہ کی اولاد میں سے ہیں، تو آپ پر بڑی شفقت و مہربانی فرمانے لگے۔

ایک دن مولانا صاحب نے عرض کی کے مجھے اپنے والد گرامی یعنی آغا سکندر شاہ صاحب کی خدمت میں لے چلو، جب مولانا صاحب قبلہ عالم آغا صاحب کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آغا صاحب بڑی شفقت و مہربانی سے پیش آتے۔ مولانا صاحب تمام وقت آغا صاحب کی مجلس میں نہایت ادب و احترام کے ساتھ خاموش بیٹھے رہے۔ جب رخصت چاہی تو سید سعید جان صاحب رحمت اللہ علیہ آپ کے ساتھ باہر نکلے۔ مولانا صاحب نے کہا کہ میں ہزاروں کے مجمع میں تقریر کرتا ہوں مگر آپ کے والد گرامی کی مجلس میں مجھ پر ایسا رعب چھایا کہ مجھے بات کرنے کی ہمت نہ ہوئی۔ یہ حال آپ کی مجلس میں بھی ہوتا تھا کہ آپ کی خانقاہ میں علماء و مشائخ کا اجتماع ہوتا مگر آپ کے سامنے کسی کو بات کرنے جرات تک نہ ہوتی تھی۔ آپ سلسلہ عالیہ قادریہ میں اپنے والد گرامی کے دست اقدس پر بیعت ہو کر خلافت حاصل کر کے لاہور، چونیاں، قصور اور صوبہ سرحد میں سلسلہ عالیہ قادریہ کی اشاعت و ترویج میں مصروف رہے۔ آپ نے ۵۶ برس کی عمر میں رمضان

المبارک ۱۹۲۷ء میں انتقال فرمایا۔ اور سید حسن بادشاہ رحمت اللہ علیہ کے جوار میں دفن ہوئے۔
آپ کے تین فرزند تھے۔

۱ سید شریف حسین صاحب شاکر گیلانی
۲ سید حسن سعید گیلانی
۳ سید علی سعید گیلانی

حضرت سید شریف حسین صاحب شاکر گیلانی

آپ سید محمد سعید جان صاحب گیلانی کے صاحبزادے تھے۔ آپ کا اسم گرامی سید شریف حسین اور تخلص شاکر تھا۔ مگر شاکر بغدادی کے نام سے مشہور تھے۔ تین ماہ کی عمر میں والدہ صاحبہ کا سایہ سر سے اٹھ گیا۔ جب چار برس کے ہوئے تو حافظ سید ولایت شاہ صاحب سے قرآن مجید پڑھنا شروع کیا۔ دیگر دینی علوم کی تکمیل مولانا سید محمد ایوب شاہ صاحب جعفری سے کی۔ دینی تعلیم کے ساتھ ساتھ انگریزی تعلیم بھی شروع کر دی۔ اور ایف اے کے ساتھ منشی فاضل کا امتحان پاس کیا۔ والد ماجد کے انتقال کے بعد قل کے دن سردار عبدالرب نشتر صاحب کی مختصر تقریر کے بعد آپ کے چچا حضرت آغہ سید تجمل حسین صاحب گیلانی نے والد کی جگہ آپ کو صاحب سجادہ مقرر کیا اور سلسلہ عالیہ قادریہ چشتیہ میں بیعت فرما کر خلافت عطا فرمادی۔

آپ محکمہ تعلیم میں بحیثیت مدرس اپنی خدمات سرانجام دیتے رہے۔ آپ کو اولیاء اللہ کے مزارات سے بڑا انس تھا۔ جب بھی کسی بزرگ یا مزار کا پتہ چلتا تو فوراً وہاں تشریف لے جاتے۔ اور فیوض و برکات حاصل کرتے۔

آپ نے معرفت الٰہی کی حصول کے لئے دور دراز کے سفر طے کئے۔ چنانچہ مزار شریف، کابل، بغداد شریف، نجف اشرف اور کربلائے معلی اور دیگر مزارات پر حاضر ہو کر فیوض و برکات حاصل کئے۔ صاحب سجادہ ہونے کے بعد اپنے آباؤ واجداد کی طرح سلسلہ عالیہ قادریہ چشتیہ کی ترویج واشاعت میں مصروف ہو گئے۔ آپ کی محبت بھری شخصیت اور اخلاق کریمانہ نے تمام مریدین اور مخلصین کو آپ کا گرویدہ بنا رکھا تھا۔ ہندوستان، پاکستان اور افغانستان کے اکثر سجادہ نشین آپ سے بڑی محبت اور عزت کرتے تھے۔

آپ اکثر ذکر واذکار کی محفلیں منعقد کرتے اور مریدین کو ہمیشہ ذکر بالجہر کرنے کی تلقین فرماتے۔ آپ کے حلقہ ذکر میں ہمیشہ ایسی گرمی اور برکت ہوتی تھی کہ لوگ بے تاب ہو کر وجد وحال میں تڑپتے تھے۔ آپ نماز، روزہ اور شریعت کی انتہائی پابندی کرتے تھے۔ سلسلہ چشتیہ میں لاہور، چونیاں اور قصور کے اکثر احباب کو مرید کیا۔ سماع کی محفل میں انتہائی آداب کی پابندی کرتے اور آپ کی توجہ اور نظر کرم سے اہل محفل ماہی بے آب کی طرح تڑپتے رہتے تھے۔ آپ پر خود بھی وجد وحال کی کیفیت طاری ہوجاتی۔ آپ نے تمام زندگی انسان دوستی، عشق الٰہی، اتباع کتاب وسنت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور سلسلہ مبارکہ کی اشاعت میں گزاردی۔

آپ کو اردو ادب اور شعر وشاعری میں بڑا مقام و درجہ حاصل تھا۔ آپ سید وحید الدین بیخود دہلوی کے شاگرد تھے۔ جناب بیخود صاحب آپ پر بڑی شفقت فرماتے، جب بھی آپ دہلی تشریف لے جاتے تو جناب بیخود صاحب خاص طور پر آپ کی خاطر مشاعرہ کی مجلس آپ کی زیر صدارت منعقد کرواتے۔ آپ کے کلام میں طبیعت کے مطابق تصوف کا رنگ غالب ہے۔ نمونہ کلام یہ ہے۔

جو بظاہر حیا۔ نہیں کرتے
پس پردہ وہ کیا نہیں کرتے
ہے کچھ اور اپنا منتہائے نظر
آرزوئے وفا نہیں کرتے

آپ نے اپریل ۱۹۶۰ء میں انتقال فرمایا۔ آپ کا مزار پرنور حضرت ابوالبرکات سید حسن رحمت اللہ علیہ کے جوار میں واقع ہے۔ آپ کا صرف ایک ہی بیٹا تھا۔

سید محی الدین عابد المعروف فوزی آغا

آپ سید شریف حسین شاکر المعروف بغدادی رحمت اللہ علیہ کے اکلوتے صاحبزادے تھے۔ والد گرامی کی وفات کے بعد تمام مریدین لاہور و چونیاں کے خلفاء نے آپ کی دستار بندی کی۔ آپ اپنے والد گرامی اور پڑدادا حضرت الحاج سید سکندر شاہ صاحب رحمت اللہ علیہ کے روحانی فیوضات وبرکات سے مالامال تھے۔ جبکہ سلسلہ عالیہ قادریہ میں اپنے ماموں حضرت علامہ

سید محمد امیر شاہ صاحب قادری گیلانی مدظلہ العالی کے دست گرفتہ تھے۔ آپ نے زندگی کا بیشتر حصہ شاہ محمد غوث صاحب رحمت اللہ علیہ کے مزار پر ہی گزارا۔

آپ نہایت جوانی کے عالم میں عارضہ قلب میں مبتلا ہو گئے اور آپ کو رمضان المبارک ۱۹۹۲ء میں دل کا دورہ پڑا جو جان لیوا ثابت ہوا۔ آپ کی موت کی خبر سن کر آپ کے ماموں اور پیرو مرشد جناب قبلہ حضرت علامہ سید محمد امیر شاہ صاحب قادری گیلانی بمعہ اپنے خاندان و مریدین کے لاہور پہنچے اور آپ کی جسد خاکی کو پشاور لے آئے۔ آپ کی نماز جنازہ خود آپ کے ماموں صاحب نے درگاہ سید حسن بادشاہ رحمت اللہ علیہ میں پڑھائی اور وہیں پر آپ کو دفن کیا گیا۔ آپ کی رسم قل آستانہ عالیہ قادریہ حسنیہ آقا پیر جان صاحب رحمت اللہ علیہ یکہ توت پشاور میں ادا کی گئی۔ رسم قل کے موقع پر فوزی آغا صاحب کے بڑے بیٹے ابوالفضل عباس کی حضرت علامہ سید محمد امیر شاہ صاحب نے دستار بندی فرمائی۔ آپ کے چار فرزند ہیں۔ سید ابوالفضل عباس گیلانی ۲ سید علی حسنین گیلانی ۳ سید اکبر حسنین گیلانی ۴۔ سید طاہر محی الدین گیلانی

حضرت سید حسن سعید صاحب گیلانی

آپ سید سعید جان صاحب رحمت اللہ علیہ کے فرزند تھے۔ پشاور یونیورسٹی سے بی۔ ایس۔ سی کرنے کے بعد محکمہ جنگلات میں ڈسٹرکٹ فارسٹ آفیسر کے عہدے پر اپنے فرائض سرانجام دیتے رہے۔ آپ نہایت ہی قابل متین، سنجیدہ اور اخلاق حسنہ کے مالک تھے۔ آپ کا مدفن حضرت سید حسن بادشاہ رحمت اللہ علیہ میں ہے۔ آپ کا ایک بیٹا تھا جس کا نام ضیغم سعید تھا جنہوں نے ۱۸ برس کی عمر میں ستمبر ۱۹۷۱ء میں وفات پائی۔

سید علی سعید گیلانی

آپ حضرت سید سعید جان صاحب گیلانی کے دوسرے فرزند تھے۔ آپ شاہ آغا کے نام سے مشہور تھے۔ میٹرک تک تعلیم حاصل کی اور ٹھیکہ داری کا کام شروع کیا۔ آپ سیاسی امور میں بھی بڑی دلچسپی لیتے تھے۔ آپ نہایت ہی جواں ہمت انسان تھے۔ آپ نے ۱۹۸۵ء میں انتقال فرمایا اور جوار سید حسن بادشاہ میں دفن ہوئے۔

حضرت آغا سید تجمل حسین شاہ صاحب گیلانی

آپ حضرت آغا سید سکندر شاہ صاحب گیلانی رحمت اللہ علیہ کے دوسرے صاحبزادے تھے۔ آپ ۱۸۹۱ء میں بمقام پشاور پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم مفتی محمد احسن المعروف حافظ دراز صاحب پشاوری سے حاصل کی۔ حدیث شریف مولانا محمد ایوب صاحب اور مولوی عبدالقادر صاحب سے پڑھ کر سند فضیلت حاصل کی۔ آپ عالم وفاضل ہونے کے ساتھ ساتھ اعلیٰ درجے کے خوشنویس بھی تھے۔ اور اس فن میں مشہور خطاط پیر گوہر علی شاہ صاحب کے شاگرد تھے۔

آپ نے حصول علم کے بعد زندگی کا بیشتر حصہ استغراق میں گزارا۔ آپ کی طبیعت پر سوز وگداز اور عشق الٰہی کا غلبہ تھا۔ جب آپ پر یہ عالم طاری ہوتا تو آپ دنیا ومافیہا سے بالکل بے خبر ہوجاتے۔ بیوی، بچوں، احباب و مریدین سے قطع تعلق ہوجاتے اور اس بے خبری کے عالم میں کئی کئی مہینے گزر جاتے۔ آخری مرتبہ ۱۹۴۶ء میں جب یہ کیفیت طاری ہوئی تو چھ ماہ تک کھانے پینے سے بے نیاز ہو گئے۔ اس عالم میں حضرت نور المشائخ ملا شور بازار صاحب کابلی آپ کو دیکھنے کے لئے چونیاں (پنجاب) تشریف لے گئے، مگر آپ نے کوئی بات نہ کی۔ نور المشائخ آپ کے لئے دعا کر کے واپس ہوئے۔

آپ سلسلہ عالیہ قادریہ میں اپنے والد گرامی کے مرید وخلیفہ تھے۔ سماع سے آپ کا خاصہ شغف تھا۔ دینی کُتب کا مطالعہ آپ کا محبوب مشغلہ تھا۔ آپ نے ۲۱ رمضان ۱۳۶۶ھ بمطابق ۸اگست ۱۹۴۷ء میں انتقال فرمایا۔ لاہور میں دربار حضرت شاہ محمد غوث قادری گیلانی لاہوری ثم پشاروی کے شمالی پہلو کے قریب دفن ہوئے۔ آپ کے دو صاحبزادے ہیں۔

۱ سید احمد شاہ صاحب گیلانی

۲ سید علی جواد صاحب گیلانی

سید احمد شاہ قادری گیلانی

آپ سید تجمل حسین شاہ رحمت اللہ علیہ کے بڑے صاحبزادے تھے۔ آپ نے گریجویشن کرنے کے بعد محکمہ پی ڈبلیو ڈی میں بحیثیت کنٹریکٹر کام شروع کیا۔ آپ بڑے محنتی و

جفاکش انسان تھے۔ سلسلہ عالیہ چشتیہ میں جناب حضرت شریف حسین شاہ صاحب شاکر کے مرید تھے۔ بڑے صاحب حال اور صاحب ذوق بزرگ تھے۔ آپ ہر وقت سلسلہ مبارکہ کی اشاعت و ترویج کے لئے کوشاں رہتے تھے۔ آپ نے ۱۶ جون ۱۹۸۴ میں انتقال فرمایا اور جوار ابوالبرکات سید حسن بادشاہ رحمت اللہ علیہ میں دفن ہوئے۔ آپ کا ایک فرزند ہے۔ جس کا نام سید یحییٰ زاہد گیلانی ہے۔

سید علی جواد صاحب گیلانی

جناب سید علی جواد گیلانی حضرت آغا سید تجمل حسین گیلانی رحمت اللہ علیہ کے ہاں ۲۵ دسمبر ۱۹۳۱ء کو پشاور میں پیدا ہوئے۔ ایڈورڈ کالج پشاور سے گریجویشن کرنے کے بعد لندن تشریف لے گئے۔ جہاں آپ نے چار سال تک انشورنس کی ٹریننگ حاصل کی۔ واپس پاکستان آکر ۱۹۶۱ء میں سنٹرل انشورنس کراچی میں جنرل منیجر کے عہدے پر فائز ہوئے۔ بچوں کے تعلیمی مسائل کی وجہ سے سنٹرل انشورنس کمپنی کراچی کی ملازمت چھوڑ کر پریمئر شوگر مل مردان میں جنرل منیجر کا عہدہ سنبھالا۔ مگر بہت جلد ہی جائنٹ جنرل منیجر کی حیثیت سے سنٹرل انشورنس کمپنی سے پھر وابستہ ہو گئے۔ آج کل آدم جی انشورنس کمپنی میں اسسٹنٹ جنرل منیجر کی حیثیت سے اپنے فرائض منصبی سرانجام دے رہے ہیں۔ آپ بغداد شریف میں دو مرتبہ حاضری کا شرف حاصل کر چکے ہیں۔ آپ دنیا کے کئی دیگر ممالک کی سیر و سیاحت بھی کر چکے ہیں۔ آپ گالف کے بہت اچھے کھلاڑی ہیں۔ بھارت اور سری لنکا کی گالف ٹیموں کے مقابلے میں پاکستان گالف ٹیم کی بحیثیت کیپٹن قیادت بھی کر چکے ہیں۔ آپ کے دو فرزند ہیں۔

۱ سید ہاشم جواد گیلانی

۲ سید عمر جواد گیلانی

حضرت صوفی باصفا سید محمد یوسف شاہ قادری
بن حضرت سید محمد عابد شاہ قادری خانیاری

حضرت سید محمد یوسف شاہ صاحب حضرت قبلہ سید محمد عابد شاہ صاحب خانیاری کے

چوتھے فرزند ارجمند تھے۔ آپ نے تمام تعلیم و تربیت والد گرامی کے زیر سایہ حاصل کی۔ کشمیر کے مشہور و معروف علماء و فضلاء سے علوم متداولہ کی تکمیل کے بعد والد گرامی کے دست حق پرست پر سلسلہ عالیہ قادریہ کے نقش قدم پر چل کر لنگر غوثیہ جاری کیا اور غرباء و فقراء کی خدمت میں مصروف ہو گئے۔ آپ نے فقراء سے ملاقات اور حصول فیض کی غرض سے دور دراز کے سفر بھی کئے۔ آپ چونکہ خود بھی بہت بلند پایہ عالم تھے یہی وجہ تھی کہ آپ کی مجلس میں ہر وقت علماء و فضلاء موجود ہوتے تھے۔ آپ بڑے کثیر الکرامت بزرگ تھے۔ آپ کا مزار کشمیر میں بمقام "ڈاڈا پیر" مرجع خاص و عام ہے۔ آپ کے چھ فرزند تھے۔

۱ سید محمد شاہ صاحب

۲ سید عبداللہ شاہ صاحب

۳ سید عبدالرحیم شاہ صاحب

۴ سید احمد شاہ صاحب

۵ سید رحمٰن شاہ صاحب

۶ سید نور شاہ صاحب

نوٹ

صاحب بحر الجمان نے آپ کے تین فرزندوں سید عبدالرحیم شاہ صاحب، سید نور شاہ صاحب اور سید عبداللہ شاہ کا ذکر اپنی کتاب کے صفحہ ۱۶۷ پر کیا ہے من شاہ فلیرجع الیھا جبکہ سید رحمٰن شاہ اور سید محمد شاہ کے حالات ابھی تک نہیں مل سکے۔

حضرت سید احمد شاہ صاحب

آپ جناب سید محمد یوسف شاہ صاحب کے فرزند تھے۔ آپ بڑے عالم اور برگزیدہ انسان تھے۔ اپنے بزرگوں کے نقش قدم پر چل کر سلسلہ مبارکہ کی اشاعت و ترویج میں تمام عمر مصروف رہے ہزارہا لوگ آپ کے فیوض و برکات سے مستفیض ہوئے۔ آپ کے چار فرزند تھے۔

۱ سید میر اسماعیل شاہ صاحب

۲ سید حسن شاہ صاحب

۳ سید یعقوب شاہ صاحب

۴ سید مشرف شاہ صاحب

حضرت سید میر اسماعیل شاہ صاحبؒ

سید میر اسماعیل شاہ صاحب بن حضرت سید احمد شاہ صاحب رحمت اللہ علیہ نے پشاور میں آکر سکونت اختیار کی۔ آپ صاحبِ علم و فضل تھے۔ پشاور میں سلسلہ مبارکہ کی اشاعت میں مصروف ہو گئے۔ کئی لوگ آپ کے حلقہ ارادت میں داخل ہوتے۔ آپ بڑے متین، سنجیدہ اور خلیق بزرگ تھے۔ آپ کے دو فرزند تھے۔

۱ سید میرو شاہ صاحب (لاولد فوت ہوئے)

۲ سید یعقوب شاہ صاحب

سید یعقوب شاہ صاحب

آپ سید میر سید اسماعیل شاہ صاحب کے صاحبزادہ تھے۔ اپنے والد کے زیر سایہ تعلیم و تربیت حاصل کی۔ آپ بڑے پاکیزہ صفت بزرگ تھے۔ بڑے ملنسار، متواضع اور مہمان نواز تھے۔ پشاور کے لوگ آپ کی بڑی عزت و احترام کرتے تھے۔ لاہور میں بھی آپ کے عقیدت مندوں کا حلقہ تھا۔ آپ نے ۱۳۳۵ھ میں انتقال فرمایا۔ اور جوار سید حسن رحمت اللہ علیہ میں دفن ہوئے۔ آپ کے ۹ صاحبزادے تھے۔

۱ سید اکبر شاہ (اول)

۲ سید نور بادشاہ

۳ سید امیر شاہ

۴ سید ولایت شاہ

مندرجہ بالا چار بیٹے لاولد فوت ہوئے۔

۵ سید اکبر شاہ (ثانی)

۶ سید مقبول شاہ

۷ سید سکندر شاہ

۸ سید اصغر شاہ

۹ سید شیر بادشاہ

جناب سید اکبر شاہ صاحب ثانی

آپ بڑے منکسر المزاج اور فقیرانہ طبیعت کے مالک تھے۔ آپ نے ۸۰ برس کی عمر میں انتقال فرمایا اور حضرت ابوالبرکات سید حسن رحمت اللہ علیہ کے جوار میں دفن ہوئے۔ آپ کا ایک صاحبزادہ نور بادشاہ صاحب عین جوانی کے عالم میں فوت ہوگیا۔

جناب سید مقبول شاہ صاحب

آپ بڑے ملنسار ہنس مکھ اور وضع دار قسم کے بزرگ تھے۔ آپ کا شمار معززین پشاور میں ہوتا تھا۔ آپ کی کوئی نرینہ اولاد نہیں تھی۔ ۳۱ اکتوبر ۱۹۵۱ء میں انتقال فرمایا اور جوار سید حسن بادشاہ رحمت اللہ علیہ میں دفن ہوئے۔

سید سکندر شاہ صاحب

آپ نے رائج الوقت تعلیم حاصل کرنے کے بعد محکمہ مال میں ملازمت اختیار کی۔ آزادی کے لئے جدوجہد کرنے والوں کا ہمیشہ ساتھ دیا اور تحریک ترک موالات کے موقع پر نوکری بھی ترک کردی تھی، مگر آخری عمر میں سیاست سے یکسو اور کنارہ کش ہوگئے تھے۔ آپ بڑے قابل، فہیم اور سنجیدہ صفات کے حامل تھے۔ آپ کو بھی حضرت سید حسن بادشاہ رحمت اللہ علیہ کے جوار میں دفن کیا گیا۔ آپ کا ایک فرزند ہے۔

سید چن بادشاہ صاحب بن سید سکندر شاہ

آپ حضرت سکندر شاہ صاحب کے اکلوتے فرزند ہیں۔ آپ ۱۶ اپریل ۱۹۲۶ء کو پیدا

ہوئے۔ آپ نے پشاور یونیورسٹی سے گریجویشن کیا۔ اور CALTEX میں ملازمت اختیار کی۔ جب سابق صدر ایوب خان نے بی۔ڈی کا نظام متعارف کرایا تو آپ ڈویژنل کونسل کے ممبر منتخب ہوئے۔ آج کل ایریا منیجر کے عہدے سے ریٹائر ہو گئے ہیں۔ اور گھریلو ذمہ داریوں سے عہدہ برا ہو رہے ہیں آپ کے دو صاحبزادے ہیں۔

۱ سید منیر سکندر شاہ صاحب

۲ سید معین سکندر شاہ صاحب

سید منیر سکندر شاہ صاحب

آپ ۱۲ جنوری ۱۹۵۹ء میں پیدا ہوئے آپ نے بلوچستان یونیورسٹی سے گریجویشن کیا ہوا ہے۔ اور زونل منیجر CALTEX کی حیثیت سے خدمات سرانجام دے رہے ہیں۔

سید معین سکندر شاہ صاحب

آپ ۳۰ جون ۱۹۶۰ء میں پیدا ہوئے۔ داؤد انجینیرنگ کالج کراچی سے انجینیرنگ میں ڈگری حاصل کی اور اور عرصہ پانچ سے پین ایشین مارکیٹنگ سروسز میں جنرل منیجر مارکیٹنگ کی حیثیت سے کام کر رہے ہیں۔

سید شیر احمد شاہ صاحب

آپ جناب سید یعقوب شاہ صاحب کے فرزند تھے۔ بڑا درویشانہ مزاج رکھتے تھے۔ غیر شادی شدہ تھے۔ انتقال کر چکے ہیں۔

سید حسن شاہ صاحب گیلانی

جناب سید حسن شاہ صاحب سید احمد شاہ صاحب رحمت اللہ علیہ کے دوسرے فرزند تھے۔ آپ علوم ظاہری و باطنی سے آراستہ تھے۔ آپ کشمیر سے پشاور تشریف لاکر یہیں مقیم ہو گئے تھے۔ جناب حضرت آغہ میرجی رحمت اللہ علیہ نے اپنی صاحبزادی آپ کے حبالہ عقد میں دی۔ آپ اپنے والد کے دست گرفتہ تھے۔ ہر وقت سلسلہ مبارکہ کی اشاعت میں مصروف رہتے تھے۔

آپ کو اللہ تعالیٰ نے چار فرزند عطا فرمائے تھے جن کے نام درج ذیل ہیں۔

۱ سید ولی شاہ صاحب

۲ سید چن بادشاہ صاحب

۳ سید لال بادشاہ صاحب

۴ سید بزرگ شاہ صاحب

سید ولی شاہ صاحب

آپ سید حسن شاہ صاحب کے صاحبزادے تھے۔ آپ بڑے صاحب کرامت بزرگ تھے، مستجاب الدعوات تھے جو بات کہتے اللہ تعالیٰ پوری فرما دیتے تھے۔ آپ لاولد فوت ہوئے۔

سید چن بادشاہ صاحب

آپ بھی سید حسن شاہ صاحب کے فرزند تھے۔ بڑے خلیق اور بزرگانہ صفات کے حامل تھے۔ فقیرانہ رنگ ہر وقت آپ پر غالب رہتا تھا۔ آپ ابوالبرکات سید حسن بادشاہ صاحب رحمت اللہ علیہ کے جوار میں دفن ہیں۔ آپ کا ایک فرزند تھا۔

سید اقبال شاہ صاحب

آپ بڑے درویش اور متوکل بزرگ تھے۔ والد گرامی کے دست گرفتہ تھے، متقی اور پاکیزہ اخلاق واعمال کے مالک تھے۔ شہر کے لوگ آپ کو بڑی عزت واحترام کی نگاہ سے دیکھتے تھے۔ آپ کی وفات ۷۔جنوری ۱۹۵۱۔میں ہوئی۔ اور جوار سید حسن بادشاہ رحمت اللہ علیہ میں دفن ہوئے۔ آپ کے دو فرزند تھے۔

۱ سید میر احمد شاہ صاحب

۲ سید پیر احمد شاہ صاحب

سید میر احمد شاہ صاحب

آپ خاکسار تحریک کے جانباز رکن تھے، آپ نے اس تحریک کے لئے ہر قسم کی قربانی

دینے سے کبھی دریغ نہیں کیا۔ بہار، لکھنؤ اور لاہور کی سول نافرمانیوں کی تحریکوں میں حصہ لیا اور قید وبند کی صعوبتیں برداشت کیں۔ جب خاکسار تحریک کا خاتمہ ہوا تو آپ اوراد واشغال میں مصروف ہو گئے۔ شب بیداری آخری دم تک آپ کا شغل رہا۔ طویل بیماری کے بعد ۲جنوری ۱۹۵۹ء میں انتقال فرمایا۔ جوار سید حسن رحمت اللہ علیہ میں دفن ہوئے۔

سید پیر احمد شاہ صاحب

آپ سید اقبال شاہ صاحب کے دوسرے فرزند تھے۔ آپ غیر شادی شدہ تھے آپ کا انتقال ہو چکا ہے۔

سید لعل بادشاہ صاحب

آپ سید حسن شاہ صاحب گیلانی کے تیسرے فرزند تھے۔ بڑے بزرگانہ اوصاف رکھتے تھے۔ ہر وقت اوراد واشغال میں مشغول رہتے تھے۔ آپ بہت کم گفتگو فرماتے، حضرت آغہ میرجی صاحب رحمت اللہ علیہ آپ کے پیر صحبت تھے۔ آپ کے تین فرزند تھے۔

۱ سید سعید بادشاہ صاحب

۲ سید پھول بادشاہ صاحب

۳ سید منور شاہ صاحب

سید سعید شاہ صاحب

آپ ہمیشہ اپنے بزرگوں کی روش پر قائم رہے۔ آپ فقیروں اور درویشوں سے بڑی محبت کرتے تھے۔ بڑے نیک خو اور سنجیدہ انسان تھے۔ ٹھیکہ داری کے کام کو معاش کا ذریعہ بنایا۔ اپنے والد صاحب کے سلسلہ سے منسلک تھے۔ عقیدت مندوں اور مریدوں کا کافی حلقہ تھا۔ آپ نے ۱۹۵۷ء میں انتقال فرمایا اور جوار سید حسن رحمت اللہ علیہ میں دفن ہوئے۔ آپ لاولد تھے۔

سید پھول بادشاہ صاحب

آپ بڑے مہمان نواز اور ملنسار تھے۔ پشاور کی ممتاز شخصیت تھے۔ بڑا فقیرانہ مزاج رکھتے

تھے۔ اکثر اوقات بزرگوں کے حالات سناتے ہوئے ساری ساری رات گزار دیتے تھے۔ آپ زندگی کے آخری ایام سید شاہ محمد غوث رحمت اللہ علیہ کے مزار پرانوار پر گزار رہے تھے کہ ۷۴ برس کی عمر میں ۵ فروری ۱۹۵۵ء کو وہیں انتقال فرمایا۔ آپ کے جسد خاکی کو پشاور لا کر جوار سید حسن رحمت اللہ علیہ میں دفن کیا گیا۔ آپ بھی لاولد فوت ہوئے۔

سید منور شاہ صاحب

آپ سید لعل شاہ صاحب کے چھوٹے فرزند تھے۔ آپ اپنے بزرگوں کے سلسلہ عالیہ قادریہ حسنیہ میں منسلک نہیں ہوئے بلکہ ضلع اٹک کے "ملاجی ٹولہ" کے ایک مجذوب الحال درویش سید نور بادشاہ صاحب سے عقیدت رکھتے تھے۔ ان کا سلسلہ جناب حضرت سلطان صدرالدین صاحب اٹک والے سے ملتا ہے۔ سید منور شاہ صاحب سماع کا اکثر و بیشتر اہتمام کرتے تھے۔ آپ کے دو فرزند ہیں۔ سید مکرم علی شاہ۔ سید مبارک علی شاہ

سید مکرم علی شاہ صاحب

آپ ۱۱ اپریل ۱۹۵۴ء میں پیدا ہوئے۔ آپ نے بی اے ایل ایل۔بی کیا ہوا ہے۔ آپ انڈسٹریز ویلفیر گروپ کے صوبائی صدر ہونے کے علاوہ سرگرم سماجی کارکن بھی ہیں۔ جمعیت سادات پشاور کے اکثر اجلاسوں میں اپنے خیالات اور تجاویز کا اظہار کرتے رہتے ہیں۔ آپ بھی اپنے والد کے پیرو مرشد مجذوب سید نور بادشاہ صاحب "ملاجی ٹولہ" کے سلسلے سے وابستہ ہیں۔

سید مبارک علی شاہ صاحب

آپ ۲۰ مئی ۱۹۵۷ء کو پیدا ہوئے۔ آپ نے ایم ایس سی فارسٹری Pakistan Forest Institute of Peshawar پشاور سے کی ہے۔ اور ڈویژنل فارسٹ آفیسر پشاور کے عہدے پر اپنی خدمات سرانجام دے رہے ہیں۔ آپ بھی اپنے بھائی سید مکرم علی شاہ صاحب کے ہمراہ اٹک "ملاجی ٹولہ" پر حاضری دیتے رہتے ہیں۔

سید بزرگ شاہ

جناب سید بزرگ شاہ صاحب سید حسن شاہ صاحب کے چوتھے فرزند تھے۔ آپ بڑے بزرگانہ صفات کے حامل تھے۔ نہایت ہی منکسر المزاج انسان تھے۔ ایک سچے اور کھرے فقیروالی تمام خوبیاں اور صفتیں آپ میں موجود تھیں۔ آپ بڑے متوکل بزرگ تھے۔ پشاور شہر کے لوگ آپ کی بڑی عزت و تکریم کرتے تھے۔ آپ نے تمام عمر کنارہ کشی میں گزاری۔ آپ کی وفات شوال ۱۳۶۳ھ میں ہوئی۔ آپ کے جنازہ پر ابر کرم کی بارش ہوئی۔ آپ کے تین فرزند تھے۔

۱ سید مشرف شاہ صاحب
۲ سید اشرف شاہ صاحب
۳ سید محبوب شاہ صاحب

سید مشرف شاہ صاحب

سید مشرف شاہ صاحب بن سید بزرگ شاہ لاولد فوت ہوئے۔

سید اشرف شاہ

آپ سید بزرگ شاہ شاہ کے دوسرے بیٹے تھے۔ آپ متواضع اور اخلاق حمیدہ کے مالک تھے۔ جوانی کے عالم میں انتقال فرمایا۔ آپ کی نرینہ اولاد کوئی نہیں تھی۔

سید محبوب شاہ صاحب

آپ بڑے سادہ طبیعت والے انسان تھے۔ تمام زندگی لاہور میں حضرت شاہ محمد غوث رحمت اللہ علیہ کے مزار پرانوار پر یکسوئی کے ساتھ گزاری۔ جب بیمار ہوئے تو پشاور واپس آئے اور یہیں پر ۱۳۶۵ھ میں انتقال فرمایا۔ آپ کا مزار سید حسن رحمت اللہ علیہ کے جوار میں ہے۔ آپ بھی لاولد فوت ہوئے۔